امام ابو حنیفہؒ

پر

اعتراضات کے جوابات

— مرتب —

پیرجی سیّد مشتاق علی شاہ

نام کتاب ——— امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے جوابات

مرتب ——— مکی سید مشتاق علی شاہ

کمپوزنگ ——— ایمان گرافکس

ضخامت ——— ۴۰۴ صفحات

تاریخ طباعت ——— جولائی 2010ء

قیمت ———

ملنے کے پتے

مکی کتب خانہ ۸ کوندگڑھ گوجرانوالہ

مکتبہ الفرقان اردو بازار گوجرانوالہ

والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

مکتبہ امدادیہ ملتان

کتب خانہ مجیدیہ ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

مکتبہ اصلاح وتبلیغ حیدرآباد

مکتبہ قاسمیہ بنوری ٹاؤن کراچی

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ الجنید عقب الآصف اسکوائر سہراب گوٹھ کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان
	امام ابو حنیفہ پر اعتراضات کے جوابات

عنوان	صفحہ
دیگر محدثین کی شہادتیں	286

حضرت امام ابوحنیفہؒ
پر
اعتراضات کے جوابات

افادات

حضرت مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ

مرتب

پیرجی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیرجی کتب خانہ ۸ گوبندگڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جرحیں اور ان کا جواب

جن کے اقوال سے حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا ناقص الحافظ اور ضعیف الحدیث ہونا ثابت ہوتا ہے ان کے نام بالاجمال یہ ہیں: ذہبی، نسائی، ابن عدی، بخاری، دارقطنی، بیہقی، ابن جوزی، علی بن المدینی، خطیب بغدادی، حافظ ابن عبدالبر، حافظ ابن حجر، امام احمد بن حنبل، قاضی ابویحییٰ زکریا بن محمد، مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی، وکیع بن الجراح، طاؤس، زہری، ابواسحاق فزاری، امام مسلم، ترمذی، ہشام بن عروہ، ابوداؤد، ابوحفص عمر بن علی، عبدالرؤف مناوی، جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ۔

اوّلاً اس کا اجمالی جواب ملاحظہ فرمایئے اور پھر اس پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

اجمالی جواب

محض تعداد بڑھانے کے لیے اتنے نام جارحین میں لیے جاتے ہیں ورنہ بعض تو ان میں وہ نام ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق اور تعدیل فرمائی ہے جیسے ذہبی، علی بن المدینی، وکیع بن الجراح، حافظ ابن عبدالبر، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ اور بعض سیئ الحافظ اور تضعیف کے الفاظ معتبر طریقہ پر منقول ہی نہیں ہیں۔ جیسے مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، طاؤس، زہری، امام احمد، ابواسحٰق، ابن قطان، جلال الدین سیوطی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہم۔

اور بعض سے کچھ الفاظ جرح منقول ہیں جیسے ابن عدی، نسائی، بخاری، دارقطنی، ابن الجوزی اور بیہقی رحمہ اللہ وغیرہم۔

مگر باقاعدہ اصول ان لوگوں کی جرحیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان میں غیر منقول ہیں۔ چنانچہ ہمارے تفصیلی جواب سے ہمارے اس دعوے کا ثبوت مل جائے گا۔

تفصیلی جواب کی تمہید

قبل اس کے کہ تفصیلی جواب لکھا جائے بطور تمہید کے چند مقامات جرح وتعدیل کے

متعلق لکھ دینا ضروری ہیں تاکہ حقیقتِ حال کے انکشاف میں کسی قسم کی پیچیدگی باقی نہ رہے۔

جرح وتعدیل سے متعلق تمہیدی مقدمات:

۱ جس راوی کے جرح وتعدیل دونوں جمع ہوں تو اس کی چند صورتیں ہیں:

(ا) جرح وتعدیل دونوں مبہم ہوں۔

(ب) جرح مبہم اور تعدیل مفسر۔

ان دونوں صورتوں میں بمذہب صحیح تعدیل مقدم ہوگی اور جرح نامقبول۔

"قال السخاوی فی شرح الفیہ ینبغی تقنید الحکم بتقدیم الجرح علی التعدیل بما اذا فسر اما اذا تعارض من غیر تفسیر فانہ یقدم التعدیل قالہ المزنی وغیرہ وقال النووی فی شرح مسلم لا یقال الجرح مقدم علی التعدیل لان ذلک فیما اذا کان الجرح ثابتاً مفسراً بسبب والا فلا یقبل الجرح اذا لم یکن کذا وقال ابن الھمام فی تحریر الاصول اکثر الفقھاء منھم الحنیفۃ والمحدثین علی انہ لا یقبل الجرح الا مبیناً لا التعدیل. الخ"

"علامہ سخاوی نے شرح الفیہ میں فرمایا ہے کہ جرح کے تعدیل پر مقدم ہونے کا حکم لگانا تب ہی مناسب ہے جب کہ جرح مفسر ہو اور اگر بغیر تفسیر کے تعارض ہو تو تعدیل جرح پر مقدم ہوگی۔ مزنی وغیرہ نے یہی کہا ہے اور امام نووی نے مسلم کی شرح میں فرمایا ہے ایسا نہیں ہے کہ جرح تعدیل پر مطلق مقدم ہوتی ہے اس لیے کہ ایسا تب ہی ہوتا ہے جب کہ جرح ثابت اور مفسر ہو ورنہ جرح قابل قبول نہیں۔ علامہ ابن ہمام نے تحریر الاصول میں فرمایا ہے کہ اکثر فقہاء (جن میں احناف ومحدثین بھی شامل ہیں) کے نزدیک جرح جب تک مشرح واضح نہ ہو قابل قبول نہیں برخلاف تعدیل کے۔"

اور ایسا ہی بہت سی کتابوں میں مذکور ہے۔ دیکھو تہذیب الراوی، شرح نخبہ سندھی اور معیار الحق، مولوی نذیر حسین دہلوی وغیرہم۔

(ج) جرح و تعدیل دونوں مفسر ہوں۔

(د) جرح مفسر ہو اور تعدیل مبہم۔

ان دونوں صورتوں میں جرح مقدم ہوگی اور تعدیل غیر مقبول۔

"قال السیوطی فی تدریب الراوی (ص۱۱۲) اذا اجتمع فیه جرح مفسر وتعدیل فالجرح مقدم الخ وقال السخاوی فی شرح الفیه ینبغی تقیید الحکم بتقدیم الجرح علی التعدیل بما اذا فسر الخ ونحو ذلك فی شرح النخبة"

۲ ..... جارح کے لیے چند شرطیں ہیں۔ اگر یہ شروط پائی جائیں تو اس کی جرح مقبول ورنہ غیر مقبول ہوگی۔

(الف) جارح عادل و ثقہ ہو۔

(ب) جرح و تعدیل کے اسباب کا عارف ہو۔

(ج) متعصب اور متشدد نہ ہو۔

(د) مذہبی منافرت، دنیوی عداوت، حسد اور معاصرہ سے خالی ہو۔

قال الذهبی فی تذکرة الحفاظ (ج۱ ص۴) ولا سبیل الی ان یصیر العارف الذی یزکی نقلة الاخبار و یجرحهم جهبذ الاباد مان الطلب والفحص عن هذا الشان وکثرة المذاکرة والسهر والتیقظ والفهم مع التقوی والدین والمتین والانصاف والتردد الی العلماء والتحری والاتقان والا تفعل فدع عنك الکتابة لست منهم ولو سودت وجهك بالمداد قال الله تعالٰی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون. وان غلب علیك الهوی والعصبیة لو ای والمذهب بالله لا تتعب وان عرفت مخیط مهمل لحدود الله فارحنا منك وقال الحافظ ابن حجر فی شرح النخبة ص۸۲ وان صدر الجرح من غیر عارف باسبابه لم یعتبر به الخ. وایضاً قال تقبل التزکیة من عارف باسبابها لا من غیر عارف

وینبغی ان لا یقبل الجرح الا من عدل متیقظ.

''علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں فرمایا کہ وہ عارف جو روات احادیث کی تعدیل و تجریح کرتا ہے وہ پیہم طلب و جستجو کثرت بحث، شب بیداری واناتی اور زیر کی کے ساتھ ساتھ تقویٰ یعنی استقامت، انصاف پسندی، علماء کی طرف رجوع غور وفکر اور اتقان کے بغیر ماہر نہیں ہوسکتا اور اگر تو ایسا نہیں ہے (ایسا نہیں کرتا) تو کتابت حدیث کو چھوڑ دے تو ان میں سے نہیں ہے، چاہے حرص میں اپنے چہرے کو روشنائی سے سیاہ کرلے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل علم سے معلوم کرو۔ اگر تم نہیں جانتے۔

اور اگر تجھ پر رائے اور مذہب کے سلسلہ میں خواہش نفس اور عصبیت (ہٹ دھرمی) کا غلبہ ہو جائے تو بخدا ہم تجھ سے اتفاق نہیں کریں گے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ احکام الٰہی کے معاملہ میں تجھ و مہمل ہے۔ پھر تو ہم تجھ سے بالکل بیزار ہیں۔ حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ ص ۸۲ پر فرمایا کہ اگر جرح ایسے شخص سے صادر ہو جو اس کے اسباب سے واقف نہیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ نیز فرمایا کہ تعدیل اسی کی قبول کی جائے گی جو اس کے اسباب سے واقف ہو۔ لہٰذا جرح بھی صرف منصف اور بیدار مغز کی قبول کرنا مناسب ہے نہ کہ ہر کس و ناکس کی۔''

وقال الحافظ فی مقدمۃ فتح الباری ص ۵۴۲ القسم الثانی فی من ضعف بامر مردود کالتحامل او التعنت او عدم الاعتماد علی المضعف لکونہ من غیر اہل النقد او لکونہ قلیل الخبر بحدیث من تکلم فیہ او بحالہ ...... او متاخر عصرہ ونحو ذٰلک الخ

وایضًا قال فی ص ۴۴۶ واعلم انہ قد وقع من جماعۃ الطعن فی جماعۃ بسبب اختلافہم فی العقائد فینبغی التنبہ لذٰلک وعدم الاعتداد بہ الابحق وکذا عاب جماعۃ من المتورعین جماعۃ دخلوا فی امر الدنیا فضعفوھم لذالک التضعیف مع الصدق والضبط واللہ الموافق وابعد من ذالک کلہ من الاعتبار تضعیف من ضعف بعض

الرواۃ بامر یکون الحمل فیہ علی غیرہ"

"او التحامل بین الاقران وابعد من ذالک تضعیف من ھو اوثق منہ او علی قدرًا او اعرف بالحدیث فکل ھذا لا یعتبر بہ وقال الذھبی فی المیزان ج۱ ص۵۴ قلت کلام الاقران بعضھم فی بعض لا یعباء بہ لا سیما اذا لاح انہ لعداوۃ او لمذھب او الحسد ما ینجو منہ الا من عصم اللہ وما علمت ان عصرا من الاعصار سلم اھلہ من ذلک سوی الانبیاء والصدیقین."

"حافظ نے مقدمہ فتح الباری ص۵۴۲ پر فرمایا ہے قسم ثانی اس شخص کے بیان میں جس نے (کسی کو نا قابلِ قبول وجہ سے ضعیف قرار دیا ہو) تضعیف کسی امر مردود کے ساتھ کی ہو۔ مثلاً تعصب ہو تعنت (طرف داری) یا مصنف پر عدم اعتماد (تو وہ قبول نہیں) اس لیے کہ وہ تنقید کا اہل نہیں ہے اور جس پر تنقید کر رہا ہے اس سے یا اس کے حالات سے بہت کام واقف ہے یا اس کے زمانہ کے بعد کا ہے وغیرہ۔ نیز فرمایا (یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ ایک جماعت نے دوسری جماعت پر اکثر اختلاف عقائد کی بنا پر طعن کیا ہے اس سے باخبر ہونا چاہیے۔ اور حقیقی وجوہ کے بغیر اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اور اسی طرح پرہیز گاروں کی ایک جماعت نے اس جماعت پر عیب لگایا جنہوں نے دنیوی معاملات میں حصہ لیا اور اسی وجہ سے انہوں نے صدق وضبط کے باوجود ان کو ضعیف قرار دیا۔

اور ان سب سے زیادہ نا قابلِ اعتبار ان کی تضعیف ہے جنہوں نے بعض راویوں کو باہمی چشمک اور تعصب کی بنا پر ضعیف قرار دیا۔"

"اور اس سے بھی زیادہ قابلِ قبول اس کی تضعیف ہے جو اپنے سے زیادہ ثقہ، بلند مرتبہ اور اعرف بالحدیث (حدیث کے بڑے عالم) پر تنقید کرے یہ سب کچھ نا قابلِ اعتبار ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان ج۱ ص۴۵ پر فرمایا ہم عصر لوگوں کی ایک دوسرے پر تنقید معتبر نہیں۔ خصوصاً جب کہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ یہ تنقید دشمنی اور حسد کی بنیاد پر

ہے۔ اس سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے کہ جسے اللہ بچائے۔ میرا خیال ہے کہ انبیاء و صدیقین کے علاوہ کسی زمانہ کے لوگ اس سے محفوظ نہیں رہے۔"

"وقال السبکی فی طبقات الشافعیة ج۱ ص۱۹۰ قد عرفنا ان الجارح لا یقبل منه الجرح وان فسره فی حق من غلبت طاعته علی معصیة ومادحوه علی ذامیه ومذکره علی جارحیه اذا کانت هناك قرینة یشهد العقل بان مثلها حامل علی مافیه من تعصب مذهبی او منافسة دینوی کما یکون بین النظراء وغیر ذالك ونحو ذالك کثیر فی التوضیح والتحقیق فی شرح الحسامی وسیر اعلام النبلاء الذهبی وغیرها"

"علامہ سبکی نے طبقات الشافعیہ ج ا ص ۱۹۰ پر فرمایا ہے کہ کسی بھی جارح کی جرح اگر چہ مفسر ہو اس شخص کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی جس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں اور اس کی تعریف وتوثیق کرنے والے جرح و برائی کرنے والوں سے زیادہ ہوں جب کہ وہاں کوئی ایسا عقلی قرینہ ہو کہ اس کا باعث مذہبی تعصب یا دنیوی منافست (مقابلہ) ہو۔ جیسا کہ اکثر ہم مرتبہ لوگوں میں ہوتا ہے۔ التوضیح والتحقیق فی شرح الحسامی اور علامہ ذہبی کی سیر اعلام النبلاء وغیرہ میں بہت کچھ تفصیل ہے۔"

۴ ...... الفاظ ذیل بغیر سبب کے جرح مبہم میں داخل ہیں:

فلان متروك الحدیث، ذاهب الحدیث، مجروح، لیس بعدل، سیئ الحفظ، ضعیف، لیس بالحافظ، ونحو ذالك

کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں ہے:

"اما لطعن من ائمة الحدیث فلا یقبل مجملا ای مبهما بان یقول هذا الحدیث غیر ثابت او منکرا و فلان متروك الحدیث او ذاهب الحدیث او مجروح او لیس بعدل من غیر ان یذکر سبب الطعن وهو مذهب عامة الفقهاء والمحدثین"

"رہا ائمہ حدیث کا طعن تو وہ مجمل یعنی مبہم ہونے کی صورت میں ہرگز قابل قبول

نہیں مثلاً کوئی کہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں یا منکر ہے یا فلاں شخص متروک الحدیث یا ذاہب الحدیث یا مجروح ہے، عادل نہیں ہے، اسباب طعن ذکر کیے بغیر، عام فقہاء اور محدثین کا یہی مسلک ہے۔"

اور کمال الدین جعفر شافعی امتاع باحکام السماء میں لکھتے ہیں:

"ومن ذالك قولهم فلان ضعيف ولا يبنون وجه الضعف فهو جرح مطلق و فيه خلاف والتفصيل ذكرناه في الاصول والاولى ان لا يقبل من متأخر المحدثين لانهم يجرحون بما لايكون جرحًا ومن ذالك فلان سئ الحفظ او ليس بحافظ لايكون جرحًا مطلقا بل ينظر الى حال المحدث والحديث" الخ

"اسی طرح ضعف کی وجہ بیان کیے بغیر یہ کہنا کہ فلاں ضعیف ہے، جرح مطلق کہلاتا ہے، اس میں اختلاف ہے اور اس کی تفصیل ہم نے اصول میں بیان کی ہے۔ اور مناسب یہ ہے کہ متاخرین محدثین کی جرح قبول نہ کی جائے کیوں کہ وہ جس طرح جرح کرتے ہیں حقیقتاً وہ جرح ہی نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ کہنا کہ فلاں کا حافظہ خراب ہے یا فلاں حافظ نہیں ہے، یہ مطلق جرح نہیں ہے بلکہ اس صورت میں محدث و حدیث کے حالات کی تحقیق کی جائے گی۔"

جرح و تعدیل کے مقدمات معلوم ہو چکے اب آپ تفصیلی جواب ملاحظہ فرمائیے۔ جس سے معترضین کی نفسانیت اور غلط فہمی بخوبی واضح ہو جائے گی۔

تفصیلی جواب

اعتراض نمبرا:

(۱) علامہ ذہبی نے ہرگز امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تضعیف نہیں کی بلکہ تذکرۃ الحفاظ اور تذہیب میں نہایت وضاحت کے ساتھ آپ کی توثیق اور تعدیل کی ہے۔

باقی میزان الاعتدال کی یہ عبارت ج۲ ص۳۲۵ جو معترضین نقل کرتے ہیں:

ضعفه النسائی من جهة حفظه وابن عدی وغیره

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت میزان الاعتدال کے صحیح نسخوں میں نہیں ہے۔ غلطی سے کسی نے لکھ دی ہے کیوں کہ حافظ عراقی نے شرح الفیہ میں اور سیوطی نے تدریب الراوی میں سخاوی نے فتح المغیث میں تصریح کر دی ہے کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں صحابہ اور ائمہ متبوعین کا ذکر نہیں کیا ہے۔

"قال السخاوی مع انه (ای الذهبی) اتبع ابن عدی فی ایراد کل من تکلم فیه ولو کان ثقة لکنه التزم انه لا یذکر لاحد من الصحابة والائمة المتبوعین"

"علامہ سخاوی فرماتے ہیں ذہبی نے ہر متکلم فیہ (اگر چہ وہ ثقہ ہو) کا ذکر کرنے میں ابن عدی کا اتباع کیا ہے۔ لیکن انہوں نے صحابہ اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا قصداً تذکرہ نہیں کیا۔"

بلکہ خود علامہ ذہبی نے میزان کے دیباچہ میں اس کی تصریح کر دی ہے:

"وکذا الا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری"

"اور اسی طرح نہیں ذکر کیا میں نے اپنی کتاب میں ان ائمہ کا جن کی اتباع فروعات میں کی جاتی ہے، اسلام میں ان کی بزرگی اور دلوں میں عظمت کی وجہ سے مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام بخاری رحمہم اللہ۔"

جب کہ علماء ثقات ائمہ متبوعین کے عدم ذکر کی تصریح کر رہے ہیں تو پھر اس عبارت کے الحاقیہ ہونے میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "میزان الاعتدال" کے ص ۳ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ

"فان ذکرت احدا منهم فاذکره علی الانصاف وما یضره ذالک عند

الله و عند الناس"

''اور اگر ان میں سے کسی کا میں تذکرہ کروں گا تو انصاف کے ساتھ کروں گا جو عند اللہ اور عند الناس معتبر نہیں۔''

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذہبی نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ متبوعین کا ذکر بھی کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ذہبی کی اس عبارت سے فقط ذکر کا احتمال پیدا ہوتا ہے مگر حافظ عراقی، جلال الدین سیوطی اور سخاوی جو ذہبی سے متاخر ہیں اور ان حضرات نے بار بار میزان الاعتدال کا مطالعہ کیا ہے اور وہ صاف اور واضح لفظوں میں عدم ذکر کی تصریح کرتے ہیں تو کہنا پڑے گا کہ فی الواقع صحابہ کرام اور ائمہ متبوعین کا ذکر اس کتاب میں مستقلاً نہیں ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ ذہبی نے ذکر استقلالی کی نفی کی ہے اور ضمنی ذکر کا اثبات اور امام اعظم کی جرح کے متعلق علامہ ذہبی کی طرف جو عبارت منسوب کی جاتی ہے اس کی حیثیت مستقل عبارت کی ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ عبارت الحاقیہ ہے۔ اس موقع پر بعض معترضین میزان الاعتدال کی عبارت ذیل کو پیش کر کے امام صاحب کی تضعیف کرتے ہیں۔

"اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت الکوفی عن ابیہ عن جدہ قال ابن عدی ثلثھم الضعفاء" (میزان الاعتدال ج۱ ص۹۰)

''اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت کوفی اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ابن عدی نے کہا یہ تینوں ضعیف ہیں۔''

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ امام صاحب علامہ ذہبی کے نزدیک ضعیف ہیں۔ کیوں کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں خود معذرت کی ہے اور ابن عدی کی موافقت سے اپنی برأت ظاہر فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"وفیہ من تکلم من ثقتہ وجلالتہ بادنی لین وباقل تخریج فلولا ابن عدی وغیرہ من مؤلفی کتب الجرح ذکروا ذلک الشخص لما ذکرتہ

لعلة لم قال لا انی ذکرته تضعف فیه عندی" الخ

"اس کتاب (کامل) میں ان راویوں کا بھی ذکر ہے جن کے بارے میں باوجود ان کی ثقاہت اور جلالت کے معمولی نرمی کی بنا پر جرح کی گئی ہے۔ اگر ابن عدی یا دوسرے مؤلفین کتب جرح نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں ہرگز ان کی ثقاہت کی وجہ سے ان کا ذکر نہ کرتا۔ پھر آگے فرمایا کہ میں نے ان کا ذکر ہرگز اس لیے نہیں کیا ہے کہ وہ میرے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔"

جب کہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ اور تذہیب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تعدیل بخوبی فرما رہے ہیں۔ پھر باوجود اس صراحت کے ذہبی کی طرف تضعیف کا انتساب سراسر نفسانیت اور حق پوشی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ امام ذہبی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر باب الالف میں کر دیا ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ کہ میزان میں ائمہ کا ذکر نہیں ہے غلط ہو گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ضمناً ذکر ہے نہ کہ مستقلاً اور ضمنی ذکر کی نفی نہیں کی ہے۔ ضمناً تو جا بجا میزان میں امام بخاری کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ چنانچہ اسی میزان میں ہے ابوذرعہ اور ابو حاتم نے بخاری سے روایت چھوڑ دی ہے۔

اعتراض نمبر۲:

(۲) نسائی، کتاب الضعفاء مطبوعہ الٰہ آباد ص ۳۵ میں ہے۔

"وابو حنیفة لیس بالقوی فی الحدیث"

"اور ابو حنیفہ حدیث میں قوی نہیں ہیں۔"

جواب:

امام نسائی سے اس جرح کے ناقل حسن بن رشیق ہیں۔ (کما فی کتاب الضعفاء مطبوعه الہ آباد ص ۳۴) حسن بن رشیق ان لوگوں میں سے ہیں جن پر حافظ عبد الغنی اور دارقطنی نے جرحیں کی ہیں۔ ص ۳۰ ج ا

لہٰذا حسب قاعدہ حسن بن رشیق خود مجروح ہوئے اور مجروح کی روایت قابل اعتبار

نہیں ہوسکتی۔ تو ان کی روایت سے امام ابو حنیفہ کو مجروح ٹھہرانا غلط اور لغو ہے۔

ثانیاً امام نسائی ان متعنتین اور متشددین میں سے ہیں جنھوں نے بخاری و مسلم کے بہت سے راویوں پر محض تعنت سے جرح کر دی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"احمد بن صالح المصری تعامل علیه النسائی

الحسن بن الصباح البزور تعنت فیه النسائی

حبیب المعلم متفق علی توثیقه لکن تعنت فیه النسائی

محمد بن بکر البرسانی لینه النسائی بلاحجة

نعیم بن حماد ضعفه النسائی بلاحجة"

"احمد بن صالح مصری، حسن بن صباح البزور، حبیب المعلم، محمد بن ابی بکر البرسانی (اگرچہ ان کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے) نعیم بن حماد، یہ سب قابل اعتماد ہیں۔ لیکن امام نسائی نے ان سب کی بلا دلیل تضعیف کی ہے۔"

یہ پانچوں راوی ایسے معتبر اور ثقہ ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے احتجاجاً ان سے روایت کی ہے۔ مگر امام نسائی نے بوجہ تعنت کے ان کی بھی تضعیف کر دی ہے اور ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" میں بذیل ترجمہ حارث بن عبداللہ لکھا ہے:

"حدیث الحارث فی سنن الاربعة والنسائی مع تعنة فی الرجال فقد احتج به النسائی مع تعنته"

"حارث کی حدیث سنن اربعہ اور نسائی سب میں موجود ہے باوجودیکہ امام نسائی، رواۃ کے سلسلہ میں بہت متعنت (سخت گیر) ہیں مگر ان کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔"

اور سیوطی نے زہر الربی علی المجتبیٰ میں لکھا ہے:

"فکم من رجل اخرج له ابوداؤد والترمذی وتجنب النسائی اخراج حدیثه بل تجنب اخراج حدیث جماعة من رجال الصحیح" الخ

"کتنے ہی ایسے حضرات ہیں جن سے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کی ہے لیکن امام نسائی نے اجتناب کیا ہے بلکہ اور بہت سے صحیح (صحیح بخاری) کے راویوں سے نسائی نے حدیث بیان کرنے میں پرہیز کیا ہے۔"

جب کہ حسب تصریح ابن حجر و سیوطی وغیرہم امام نسائی متعنتین میں سے ہیں تو ان کی جرح ایسے امام کے حق میں جس کا ثقہ اور جید الحافظ ہونا بڑے بڑے ثقات ونقاد فن کے بیان سے ثابت ہے کس طرح مقبول ہو سکتی ہے۔

ثالثاً جو کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کی گئی ہے۔ یعنی صحیح بخاری۔ اس کے بعض رواۃ پر بھی کثیر الغلط والخطاء کی قسم کی جرحیں منقول ہیں۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے۔ چنانچہ مقدمہ فتح الباری میں ہے۔

۱ قبیصة بن عقبة قال احمد بن حنبل کان کثیر الغلط و کان ثقة لا باس.

قبیصہ بن عقبہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ وہ بہت غلطی کرنے والا تھا، پھر بھی ثقہ تھا۔

۲...... وضاح بن عبد اللہ قال ابو حاتم کان یغلط کثیرا.

ابوحاتم نے وضاح بن عبداللہ کے بارہ میں فرمایا وہ بہت غلطی کرنے والا تھا۔

۳...... جریر بن حازم قال امام احمد بن حنبل کثیر الغلط وقال الاثرم عن احمد حدث بمصر احادیث وهو فيها ولم يكن يحفظ.

اور اثرم نے احمد سے روایت کی کہ اس نے مصر میں ایسی احادیث بیان کیں جن میں اس کو وہم تھا اور اچھی طرح یاد نہیں تھیں۔

۴...... سلیمان بن حیان عن ابی داؤد اتی من سوء حفظ فیغلط ویخطی.

سلیمان بن حیان کے بارے میں ابوداؤد کہتے ہیں کہ حافظہ کی کمزوری کے باوجود

انہوں نے روایت کی اس لیے ان سے لغزشیں ہوئیں۔

۵..... عبدالعزیز بن حجر قال ابو ذرعة سئ الحفظ ربما حدث من حفظ السئ فيخطى.

عبدالعزیز بن حجر کے متعلق ابوزرعہ نے فرمایا کہ ان کا حافظہ خراب تھا اور اکثر اسی خراب حافظہ کی بنیاد پر حدیث بیان کرتے ہیں چنانچہ غلطی کرتے تھے۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے رواۃ ہیں جن سے بخاری نے روایت کی ہے۔ اگر کسی کے کثیر الغلط کہہ دینے سے ثقہ وصدوق راوی، ضعیف اور قابل ترک ہو جاتا ہے تو پھر صحیح بخاری بجائے اصح الکتب ہونے کے اضعف الکتب ٹھہرے گی۔

رابعًا ابوعبدالرحمٰن نسائی نے سنن نسائی یعنی مجتبیٰ کو سنن کبریٰ سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے اور خود اس امر کا اقرار کیا ہے کہ اس کی کل حدیثیں صحیح ہیں چنانچہ سیوطی اپنی کتاب زہرالربیٰ میں لکھتے ہیں:

"قال محمد بن معاوية الاحمر الراوی عن النسائی، قال النسائی كتاب السنن كله صحيح وبعضه معلول الا انه لم يبق علته والمنتخب المسمى بالمجتبى صحيح كله وذكر بعضهم ان النسائی لما صنف السنن الكبرى اهداه الى الامير فقال له الامير كل ما فى هذا صحيح قال لا قال فجرد الصحيح منه فصنف له المجتبى"

"نسائی کے راوی محمد بن معاویہ فرماتے ہیں امام نسائی نے فرمایا کہ کتاب السنن ساری صحیح ہے۔ صرف اس کا کچھ حصہ معلول ہے مگر اس کی علت باقی نہیں رہی اور منتخب جس کا نام مجتبیٰ ہے وہ سب صحیح ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ امام نسائی نے جب سنن کبریٰ تصنیف کی تو امیر کو بطور ہدیہ پیش فرمائی۔ امیر نے معلوم کیا اس کی ساری حدیثیں صحیح ہیں؟ امام نسائی نے فرمایا نہیں۔ امیر نے کہا اس میں سے صحیح احادیث منتخب کر دیجیے۔ چنانچہ اس کے بعد مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔"

اور نسائی کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی مثلاً ابن مندہ، بن عدی، دار قطنی اور

خطیب وغیرہم نے بھی مجھی کو صحیح قرار دیا ہے۔
زہرابی اور فتح المغیث میں اس کی تصریح موجود ہے اور سنن نسائی میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روایت موجود ہے۔
تہذیب التہذیب میں ہے:
"وفی کتاب النسائی حدیثه عن عاصم عن ابی عباس قال لیس علی الی البهیمة حدا" الخ
"اور نسائی میں ان کی روایت عاصم سے ان کی ابن عباس سے کہ فرمایا بہیمہ سے جماع کرنے والے پر حد نہیں ہے۔"
اور تقریب وخلاصہ تذہیب میں نعمان بن ثابت کے نام پر (تم، ز۔س) علامت مرقوم ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ شمائل ترمذی و جزء القراۃ للبخاری اور نسائی کے راوی ہیں۔
اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر واقعی نسائی کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ غیر قوی کثیر الغلط والخطا تھے تو نسائی نے ان سے کیوں روایت کی اور اپنی کتاب کو صحیح کہ کیوں کہا پس حسب خیال معترض نسائی کے دونوں قولوں میں تعارض وتہافت ہے۔
مگر ہم معترض کو دو توجیہ ایسی بتلاتے ہیں کہ نہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر حرف آئے گا اور نہ حضرت امام نسائی پر۔
ممکن ہے کہ امام نسائی نے پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو غیر قوی خیال کیا ہو، مگر بعد تتبع و تحقیق کے معلوم ہوا ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں اور پہلے خیال سے رجوع کر لیا ہو یا یوں کہا جائے:
"لیس بالقوی فی الحدیث ای علی شرط النسائی وهو کثیر الغلط والخطاء ای فی فهم المعنی"
"حدیث میں قوی نہیں تھے یعنی نسائی کی شرط کے مطابق اور وہ بہت غلطی کرنے والے تھے یعنی معنی کے سمجھنے میں۔"

چونکہ رواۃ کے باب میں نسائی کی شرطیں بہت سخت ہیں، اپنی شروط اور اصطلاح کے اعتبار سے لیس بالقوی کہہ دیا ہے۔

چنانچہ زہرالی ص ۳ میں ہے:

"بل تجنب النسائي اخراج حديث جماعة من رجال الصحيحين.

فحكى ابو الفضل من طاهر قال سعد بن علي الريحاني عن رجل موثقة فقلت له ان النسائي لم يحتج به فقال بانبي ان لابي عبد الرحمن شرطا في الرجال اشد من شرط البخاري والمسلم"

"بلکہ امام نسائی رحمہ اللہ نے صحیحین کے راویوں کی ایک جماعت سے روایت کرنے میں احتراز کیا۔

ابوالفضل نے طاہر سے نقل کیا کہ سعد ابن علی الریحانی نے ایک شخص کے بارے میں کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ پھر نسائی نے ان کو قابل حجت کیوں نہیں قرار دیا؟ انہوں نے فرمایا صاحبزادے رجال کے بارے میں ابوعبدالرحمٰن کی شرط بخاری ومسلم سے زیادہ سخت ہے۔"

اور چونکہ حافظ نسائی محدث شافعی تھے، غوامض فقہ کی جانب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرح ان کی توجہ نہ رہی ہوگی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بعض مسائل مستنبطہ کو اپنے ظاہر فہم کے خلاف سمجھا ہوگا اور کچھ ایسا ہی اکثر محدثین کا حال تھا۔ اپنے ظن کے اعتبار سے کہہ دیا ہوگا۔

کثیر الغلط والخطا ای فی فہم المعنی ہماری اس توجیہ سے نہ امام صاحب کا سئی الحافظ ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ نسائی کے اقوال میں تعارض باقی رہتا ہے۔

اگر معترض محض ضد سے ان توجیہات کو نہ مانے تو پھر امام نسائی کو کثیر الغلط والخطاء سے روایت کرکے اسے صحیح بتلانا جید الحافظ کا کام نہیں۔ کیا معترض کی غیرت کا تقاضہ کرتی ہے کہ امام نسائی کو کثیر الغلط والخطاء اور سئی الحافظہ کا خطاب دے۔

اعتراض نمبر ۳:

(۳) ابن عدی میزان الاعتدال میں ہے۔ ثلاثهم الضعفاء یعنی اسماعیل، حماد اور ابو حنیفہ تینوں ضعیف ہیں۔

جواب:

اولاً ابن عدی کی جرح قابل وثوق نہیں ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے بہت سے قابل وثوق اور ثقات کو بھی اپنی کامل میں مجروح بنا دیا ہے۔ ذہبی میزان کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وفيه من تكلم فيه مع ثقته وجلالته بادنى لين واقل تخريج فلولا ابن عدى وغيره من مؤلفي كتب الجرح ذكروا ذالك الشخص لما ذكرته لثقة" الخ

"اس کتاب (کامل) میں ان راویوں کا بھی ذکر ہے جن پر ان کی ثقاہت وجلالت کے معمولی کمزوری کی بنا پر جرح کی گئی ہے۔ اگر ابن عدی یا دوسرے مؤلفین کتب جرح نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں بھی (ان کی ثقاہت کی وجہ سے) ہرگز ان کا ذکر نہ کرتا۔"

اور میزان کے اخیر میں لکھتے ہیں:

"فاصله وموضوعه في الضعفاء وفيه خلق من الثقات ذكرتهم للذب عنهم ولان الكلام غير مؤثر فيهم ضعفاء" الخ (میزان از امام ذهبی)

"ابن عدی کی کتاب کامل کا اصل موضوع ضعفاء ہے اگرچہ اس میں بہت سے ثقات کا بھی ذکر ہے میں نے ان کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ میں ان کی طرف منسوب ضعف کو دور کروں یا یہ بتاؤں کہ ان کے بارہ میں ضعف کی بات غیر موثر ہے۔"

اور جعفر بن ایاس کے ترجمہ میں لکھا ہے:

"اورده ابن عدى في كامله فاساء"

"ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں ان کا تذکرہ کر کے غلطی کی۔"

اور حماد بن سلیمان کے ترجمہ میں تحریر ہے:

"تکلم فیه للارجاء ولولا ذکر ابن عدی له ما ذکرته"

''ان کے بارے میں ارجاء کی وجہ سے کلام کیا ہے لیکن اگر ابن عدی نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں بھی ہرگز نہ کرتا۔''

اور حمید بن ہلال کے ترجمہ میں ہے:

"وهو فی کامل بن عدی مذکور فلهذا ذکرته والا فالرجل حجة"

''چونکہ ابن عدی کی کامل میں ان کا تذکرہ ہے۔ اس لیے میں نے بھی ذکر کیا ورنہ وہ حجت ہیں۔''

اور اشعث بن عبدالمالک کے ترجمہ میں لکھا ہے:

"قلت انما اوردته لذکر ابن عدی له فی کامله"

''میں نے ان کا ذکر اس لیے کیا کہ ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔''

اور اسی مضمون کی بہت سی عبارتیں میزان میں موجود ہیں۔ زین الدین عراقی نے شرح الفیہ میں لکھا ہے:

"ولکنه رای ابن عدی ذکر فی کتابه الکامل من تکلم فیه وان کان ثقة"

''لیکن ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں ہر متکلم فیہ کا تذکرہ کیا ہے اگرچہ وہ ثقہ ہو۔''

اور سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے:

"ولکنه توسع لذکره کل من تکلم فیه وان کان ثقة ولذا لا یحسن ان یقال الکامل للناقصین" الخ

''لیکن ابن عدی نے اپنے کلام کو وسعت دے کر ہر متکلم فیہ کا تذکرہ کیا اگرچہ وہ ثقہ ہو، اسی لیے یہ کہنا درست نہیں کہ کامل میں صرف ناقصین کا تذکرہ ہے۔''

بلکہ ابن عدی نے بہت سے رجال بخاری میں بھی کلام کیا ہے ازاں جملہ ثابت بن محمد العابد وسلیمان بن حیان وحسان بن ابراہیم وغیرہم ہیں۔ کمافی مقدمہ فتح الباری۔
پس ابن عدی جیسے متوسع کی جرح ایسے امام اعظم کے حق میں جن کو یحییٰ، شعبہ، وکیع اور علی بن المدینی وغیرہم ثقہ وصدوق اور جید الحافظ کہہ رہے ہوں کیونکر مقبول ہو سکتی ہے۔

ثالثاً ابن عدی کی جرح مبہم ہے اور حسب قاعدہ اصول تعدیل مفسر کے ہوتے ہوئے جرح مبہم غیر مقبول ہے۔ کمامر فی مقدمہ نمبر ۱، اس لیے یہ جرح قابل اعتبار نہیں۔

اعتراض نمبر ۴:

(۴) امام بخاری محمد بن اسماعیل بخاری کی طرف انتساب کر ان کے کلام سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ناقص الحافظہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جواب:

انتہائی جرأت اور دلیری ہے۔ کیونکہ امام بخاری کی کوئی ایسی عبارت نہیں پیش کی جا سکتی جس سے معترضین کا دعویٰ پایہ ثبوت کو پہنچتا ہو۔ یہ محض امام ابوحنیفہ کے ساتھ حسد، بغض اور کینہ ہے کہ بے خوف وخطر جو جی میں آیا وہی کہہ دیا۔ اس کو بجز بغض کے اور کیا کہا جائے۔

حافظ ابن عبدالعزیز ابن ابی رواد نے اپنی خداداد فراست سے ٹھیک ہی فرمایا ہے جس کو ابن حجر مکی نے خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں لکھا ہے:

"فقال الحافظ عبدالعزیز بن رواد من احب ابا حنیفة فهو سنی ومن ابغضه فهو مبتدع وفی روایته بیننا وبین الناس ابو حنیفة فمن احبه وتولاه علمنا انه من اهل السنة ومن ابغضه علمنا انه من اهل البدعة" الخ

" حافظ عبدالعزیز ابن رواد نے فرمایا جو شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کرتا ہے وہ

سنی ہے اور جوان سے بغض رکھتا ہے وہ بدعتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہمارے اور پہلے لوگوں کے درمیان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ پس جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ ہمارے نزدیک اہل سنت میں سے ہے اور جو بغض رکھتا ہے وہ اہل بدعت میں سے ہے۔"

ہاں بعض غیر مقلدین سیدھے سادھے عوام کو بہکانے کے لیے کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی کتاب الضعفاء میں لکھا ہے:

"کان مرجئا سکتوا عن رائه و حدیثه"

"امام صاحب مرجی تھے لوگوں نے ان کی رائے اور حدیث سے سکوت اختیار کیا۔"

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

اولاً امام بخاری کی کتاب الضعفاء جو آگرہ الہ آباد سے چھپ کر شائع ہوئی ہے اس میں اس مضمون کا کوئی جملہ موجود نہیں ہے۔ نیز امام بخاری کی کتاب ادب المفرد، جز القرأۃ اور خلق العباد میں بھی یہ عبارت نہیں ہے۔ بر تقدیر ثبوت اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کو امام ابوحنیفہ سے سخت منافرت مذہبی تھی جیسا کہ امام بخاری کی تصنیفات سے ظاہر ہے لہٰذا یہ جرح بوجہ منافرت مذہبی کے قابل وثوق نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ذہبی، ابن حجر اور وصی الدین خزاجی وغیرہم نے اس جرح کی کچھ بھی وقعت نہیں کی اور لایعبا بہ سمجھ کر اس کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔

ثانیاً کان مرجئاً سے کیا مراد ہے؟ اگر مرجئہ ملعونہ مراد ہے تو سراسر غلط ہے اس لیے کہ فقہ اکبر میں خود امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے:

"لانقول حسناتنا مقبولة و سیئاتنا مغفورة کقول المرجئه ولکن نقول من عمل صالحا بجمیع شرائطها خالیة عن العیوب المفسدة ولم یبطلها حتی یخرج من الدنیا مومنا فان الله تعالیٰ لا یضیعها بل یقبلها منه ویثبته علیها" الخ

"ہم مرجیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ یقیناً ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ معاف ہیں لیکن

ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شخص تمام شرائط کے ساتھ نیک عمل کرے گا بشرطیکہ ان کو فاسد و باطل کرنے والا کوئی کام نہ کرے یہاں تک کہ ایمان پر خاتمہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ضائع نہ فرمائے گا بلکہ قبول فرما کر اس پر اجر دے گا۔"

اور خیرات الحسان ص ۷۳ پر ہے:

"قال الشارح المواقف كان غسان المرجئ يحكي ما ذهب اليه من الارجاء عن ابي حنيفة ويعده من المرجئة وهو افتراء عليه قصد به غسان ترويج مذهبه بنسبة الى هذا الامير الجليل الشهير.

وقال الشهرستاني في الملل والنحل ومن العجب ان الغساني كان يحكي عن ابي حنيفة مثل مذهبه ويعده من المرجئة ولعله كذب عليه"

"شارح مواقف نے فرمایا کہ غسان مرجی ایسی باتیں کرتا تھا جن سے امام صاحب کا مرجی ہونا ظاہر ہوا اور وہ امام صاحب کو فرقہ مرجیہ سے شمار کرتا تھا۔ غسان نے قصداً امام صاحب پر یہ بہتان لگایا۔ وہ اس جلیل القدر امام کی طرف اپنے مذہب کو منسوب کر کے اپنے مذہب کی اشاعت کا کوشاں تھا۔

شہرستانی نے الملل والنحل میں فرمایا ہے تعجب ہے کہ غسانی امام صاحب کی طرف اپنے مسلک مرجیہ کی باتیں منسوب کرتا تھا اور ان کو مرجیہ کہتا تھا یہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔"

اور اگر مرجیہ سے مرجیہ مرحومہ مراد ہے تو تمام اہل سنت وجماعت اس میں داخل ہیں۔ تمہید ابوشکور سالمی میں ہے۔

"ثم المرجئة على نوعين مرحومة وهم اصحاب النبي ﷺ ومرجئة ملعونة وهم الذين يقولون بان المعصية لا تضر ولا يعاقب وروى عن عثمان بن ابي ليلى انه كتب الى ابي حنيفة رحمه الله وقال انتم مرجئة فاجابه بان المرجئة على ضربين مرجئة ملعونة وانا بريئ منهم ومرجئة مرحومة وانا منهم وكتب فيه بان الانبياء كانوا كذالك الا ترى الى

قول عیسیٰ علیہ السلام قال ان تعذبهم فانهم عبادك و ان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم"

پھر مرجیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مرجیہ مرحومہ وہ اصحاب رسول اللہ ہیں۔ (۲) مرجیہ ملعونہ یہ وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ گناہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا نہ اس پر عذاب کیا جاتا ہے۔ عثمان بن ابی لیلیٰ نے ایک مرتبہ امام صاحب کو خط لکھا تھا کہ آپ لوگ مرجیہ ہیں؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ مرجیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مرجیہ ملعونہ میں ان سے بالکل بری اور بے زار ہوں۔ (۲) مرجیہ مرحومہ یقیناً میں ان میں شامل ہوں، بلکہ انبیاء علیہم السلام بھی ایسے ہی تھے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول تم کو معلوم نہیں۔ اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان مغفرت فرمائے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔"

پس معلوم ہوا کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ ان کی حدیث اور رائے کو لوگوں نے چھوڑ دیا محض غلط اور سراسر غلط ہے۔

ثالثاً عقود الجواهر المنيفة ص۱۱ میں حافظ موصلی کی کتاب الضعفاء سے منقول ہے۔

قال يحيى بن معين ما رأيت احدًا قد مد على وكيع وكان يفتي برأى ابى حنيفة وكان يحفظ حديثه كله وكان قد سمع عن ابى حنيفة حديثًا كثيرًا.

"یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ میں نے کسی کو نہیں پایا کہ اس کو وکیع پر مقدم کیا گیا ہو وہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کی تمام احادیث کو حفظ کرتے تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بہت حدیثیں سنیں۔"

اور مناقب کردری ص۱۰۰ میں ہے:

سعيد بن يحيى الحميرى الواسطي احد ائمة واسط واحد حفاظ روى عنه (اى ابى حنيفة) واخذ منه وكان يقول انه جر هذه الامة"

"سعید بن یحییٰ بن حمیری واسطی، واسط کے ایک امام اور حافظ حدیث تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے اور ان سے علم حاصل کیا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ بیشک جبر الامت ہیں۔"

وایضا منہ ص۱۹ ج۱ عبداللہ بن یزید القری المکی سمع من الامام تسع مائة حدیث

"اور مناقب ہی کے ص۱۹ پر ہے کہ عبداللہ بن یزید المقری کی نے امام صاحب سے نو سو حدیثیں سنیں۔"

اور خیرات الحسان ص۲۳ میں ہے:

قال ابن المبارک کان افقه الناس وما رایت افقه منه وعنه ان احتج للرای فرای مالك وسفیان وابی حنیفة وهو افقهم واحسنهم وارفهم واغوصهم علی الفقه" الخ

"امام ابو حنیفہ ان سب سے بڑے عالم اور فقہ میں سب سے بہتر مدقق اور محقق ہیں۔"

وقال ابو یوسف الثوری اکثر متابعة لابی حنیفة متی.

"ابو یوسف ثوری فرماتے ہیں میں اکثر مسائل میں امام ابو حنیفہ کی اتباع کرتا ہوں۔"

وقال یحیی بن سعید القطان ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفة ومن ثم کان یذهب فی الفتوی الی قوله

"یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں ہم نے امام ابو حنیفہ سے بہتر کسی کی رائے نہیں سنی، اس لیے ان کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔"

وقال ابن المبارک رایت مسعرًا فی حلقته ابی حنیفة یسئاله ویستفید منه.

"ابن مبارک فرماتے ہیں میں نے مسعر کو امام صاحب کے حلقہ درس میں سوال اور

استفادہ کرتے دیکھا۔"

خیرات الحسان ص ۲۶ میں ہے، ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

الفصل الثاني في ذكر الآخذين عنه الحديث والفقه قيل استيعابه متعذر لا يمكن ضبطه.

"دوسری فصل امام صاحب سے حدیث وفقہ حاصل کرنے والوں کے بیان میں ہے، کہا گیا ہے کہ ان کا شمار اتنا مشکل ہے کہ احاطہ ناممکن ہے۔"

ومن ثم قال بعض الائمة لم يظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورين مثل ما ظهر من الاصحاب والتلاميذ.

"اسی وجہ سے بعض ائمہ کا قول ہے کہ ائمہ اسلام میں امام ابوحنیفہ کے برابر کسی کے شاگرد نہیں ہوئے۔"

ذرا انصاف سے ملاحظہ فرمائیے: وکیع، ابن یحییٰ الواسطی، ابن مبارک، سفیان ثوری، مسعر ابن کدام، یحییٰ بن سعید القطان وغیرہم کس زور سے آپ کے فقہ اور رائے کی تعریف وتوصیف کر رہے ہیں اور آپ سے ہزاروں نے حدیث وفقہ حاصل کیا ہے بلکہ آپ کی برکت سے ہزاروں امام مقبول خلائق ہو گئے ہیں۔

كما في مناقب كردري ومناقب موفق لابن احمد مكي

باوجود اس کے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "سکتوا عن رائه وحديثه" بتلائیے اس کو منافرت مذہبی پر اگر محمول نہ کیا جائے تو اور کیا کہا جائے۔

رابعًا اگر امام بخاری کے نزدیک ارجاء کی وجہ سے راوی قابل ترک ہو جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں فرقہ باطلہ یعنی مرجیہ، ناصبیہ، خارجیہ شیعہ اور جہمیہ، قدریہ وغیرہم سے روایت کی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں اس کی تفصیل نام بنام لکھی ہے۔ ہم اس موقع پر ان چار فرقہ باطلہ کی مجموعی تعداد الگ الگ بتاتے ہیں جو صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ مرجیہ ۱۳، شیعہ ۱۲، قدریہ ۲۸، اور ناصبیہ ۵۔

غور فرمایئے! کیا مقلدین کے خیال کے بموجب صحیح بخاری اضعف الکتب ثابت نہیں ہوتی۔

جب بخاری کی روات کا ذکر آ گیا تو مناسب ہوگا کہ بخاری کے چند روات کا حال اکر دیا جائے۔ دنیا جانتی ہے کہ صحیح بخاری ایسی بے نظیر کتاب ہے کہ کتب حدیث میں اصح الکتب مانی گئی ہے اور اس پر دنیا کا اتفاق ہے اور واقعی حضرت امام بخاری نے بڑا التزام کیا ہے۔ ان کی سعی اور عرق ریزی قابل قدر اور ان کی مقبولیت قابل آفریں و ستائش ہے۔ "جعل الله سعیه مشکورا" "اللہ تعالیٰ ان کی کوشش قبول فرمائے۔"

مگر اس میں بھی بہت سے ایسے رجال ہیں جن پر ہر قسم کی جرحیں ہوئی ہیں حتیٰ کہ

کذاب	(بہت جھوٹا)
یکذب الحدیث	(حدیث کے سلسلہ میں جھوٹ بولتا ہے)
یسرق الحدیث	(حدیث چراتا ہے)
یضع الحدیث	(حدیث گھڑتا ہے)

جو اعلیٰ درجہ کی جرح ہے وہ بھی منقول ہے۔ چنانچہ بخاری کے مجروح راویوں کے نام بمع الفاظ جرح مقدمہ فتح الباری اور میزان الاعتدال میں ملاحظہ کیے جائیں جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔

باوجود ان جرحوں کے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان مجروح راویوں کو قابل ترک نہیں سمجھا اور نہ ان کی روایت چھوڑی بلکہ احتجاجاً یا استشہاداً ان کی روایت اپنی کتاب اصح الکتب میں داخل کر دی اور اس کے باوجود دوسرے محدثین نے بخاری کے اصح الکتب ہونے سے انکار نہیں کیا۔ پھر کون سی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر باقاعدہ اصول کوئی جرح بھی عائد نہیں ہوتی۔ پھر بھی امام بخاری نے ان کی کوئی روایت نقل نہیں کی۔ بجز منافرت مذہبی کے اور کیا وجہ ہو سکتی ہے پس جب کہ منافرت مذہبی بین دلیل سے ثابت ہے تو امام بخاری کی جرح امام ابوحنیفہ کے حق میں کیا مؤثر ہو سکتی ہے۔

خامساً بخاری جس کو مجروح سمجھیں اگر اس کی روایت قابل ترک ہے تو صدہا راوی مسلم ونسائی وترمذی اور ابوداؤد وغیرہا کے جن سے بخاری نے روایت نہیں کی ہے بلکہ ان کو مجروح کہا ہے۔ اس قاعدہ سے قابل ترک ہو جاتے ہیں حالانکہ محدثین نے ان کو قابل ترک نہیں سمجھا ہے پس امام ابوحنیفہ، امام بخاری کی جرح کی وجہ سے کیوں مجروح ہو جائیں گے۔ امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں حضرت اویس قرنی کو فی لسنادہ نظر (ان کی سند محل نظر ہے) کہہ دیا ہے اور بخاری کی اصطلاح میں یہ سخت جرح ہے۔ حالانکہ حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ کی فضیلت وخیریت صریح احادیث میں موجود ہے۔ پس ایسی جرح سے حضرت اویس قرنی ہرگز مجروح نہیں ہو سکتے۔

سادساً اگر امام بخاری کو اپنی جرح پر وثوق اور اعتماد ہوتا ہے تو وہ جن راویوں پر خود جرح کرتے ہیں۔ ان سے روایت نہ کرتے حالانکہ صحیح بخاری میں متعدد راوی ایسے بھی ہیں کہ ان کو بخاری نے مجروح قرار دیا ہے اور خود ان سے روایت بھی کی ہے ملاحظہ فرمایئے ان راویوں کے نام جن سے بخاری نے روایت کی ہے اور خود ان پر جرح بھی کی ہے:

(۱) اسید بن زید الجمال قال الذهبی فی المیزان والعجب ان البخاری اخرج له فی صحیحه وذکره فی کتاب الضعفاء

"علامہ ذہبی نے میزان میں فرمایا کہ تعجب ہے امام بخاری نے اپنی کتاب میں اسید بن زید سے روایت بھی بیان کی ہے اور کتاب الضعفاء میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔"

(۲) ایوب بن عائذ قال البخاری فی کتاب الضعفاء کان یری الارجاء وهو صدوق.

"ایوب بن عائذ کے لیے بخاری نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے وہ ارجاء کو پسند کرتے تھے حالانکہ وہ سچے تھے۔"

(۳) ثابت بن محمد قال الذهبی مع کون البخاری حدث عنه فی صحیحه ذکره فی الضعفاء.

''ذہبی نے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ بخاری نے ثابت بن محمد سے روایت کی ہے ان کو ضعیفوں میں شمار کیا ہے۔''

(٤) زهير بن محمد قال البخاري في كتاب الضعفاء روى عنه اهل الشام مناكير"

''زہیر بن محمد کے لیے بخاری نے کتاب الضعفاء میں فرمایا کہ ان سے اہل شام نے منکرات کو روایت کیا ہے۔''

(٥) زياد بن الراسغ قال البخاري في اسناد حديثه نظر كذا في الميزان.

''زیاد بن راسغ کے لیے بخاری نے فرمایا کہ ان کی حدیث کی سند محل نظر ہے جیسا کہ میزان میں ہے۔''

(٦) عطاء بن ميمونة قال البخاري في كتاب الضعفاء كان يرى القدر وفي مقدمة فتح الباري وغير واحد كان يرى القدر كهمس بن منهالة قال الذهبي اتهم بالقدر وله حديث منكرا دخله من اجله البخاري في كتاب الضعفاء.

''امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں فرمایا کہ عطا بن میمونہ قدر کی طرف مائل تھے اور فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ بہت سے راوی قدر کی طرف مائل تھے جیسے کہمس بن منہالہ، ذہبی نے فرمایا کہ ان پر قدر کی تہمت لگائی گئی اور ان کے پاس منکر حدیث ہے۔ اسی لیے امام بخاری نے ان کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

بنظر انصاف ملاحظہ فرمایئے اگر امام بخاری کو اپنی جرح پر وثوق تھا تو ان مجروحین سے کیوں روایت کی۔ جب بخاری کو اپنی جرح پر خود وثوق نہیں تو جائے تعجب ہے کہ مقلدین بخاری کو ان کی جرح پر کیسے وثوق ہو گیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ضعیف الحدیث کہنے لگے۔

سابعًا اگر معترض کے نزدیک بخاری کی جرح باوجود غیر صحیح اور خلاف اصول ہونے

سے، امام ابوحنیفہ کے حق میں مؤثر ہے تو معترض کے نزدیک بخاری کیوں مجروح اور قابل ترک ہوں گے؟ کیا بخاری پر ائمہ حدیث سے جرحیں منقول نہیں ہیں؟ ہاں ضرور منقول ہیں۔

بطور تمثیل چند جرحیں ملاحظہ فرمایئے:

اول: بخاری کے استاد امام ذہلی نے بخاری پر سخت جرح کی ہے۔ طبقات شافعیہ ص۱۲ ج۲ میں ہے:

"قال الذهلي الا من يختلف الى مجلسه (اى البخارى) فلا ياتينا فانهم كتبوا الينا من بغداد انه تكلم فى اللفظ ونهيناه فلم ينته فلا تقربوه"

"امام ذہلی نے فرمایا جو بخاری کی مجلس میں جاتا ہے وہ ہمارے پاس نہ آئے کیوں کہ بغداد سے ہمیں لوگوں نے لکھا ہے کہ بخاری الفاظ قرآن کے سلسلہ میں کلام کر رہے ہیں اور ہم نے ان کو اس سے منع کیا مگر وہ باز نہیں آئے۔ لہٰذا ان کے پاس نہ جانا۔"

خیال فرمایئے! ذہلی نے لوگوں کو امام بخاری کے نزدیک جانے سے منع کر دیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ بھی کہہ دیا:

"من زعم ان لفظى بالقران مخلوق فهو مبتدع لايجالس ولا يكلم"

(طبقات ج۲ ص۱۲)

"جو یہ سمجھے کہ میرے منہ سے نکلنے والے الفاظ قرآنی الفاظ مخلوق ہیں تو وہ بدعتی ہے۔ نہ اس کے پاس بیٹھا جائے اور نہ اس سے بات کی جائے۔"

ذہلی کے اس کلام کا لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ اکثر لوگوں نے بخاری سے ملنا چھوڑ دیا۔

تاریخ ابن خلکان ج۲ ص۱۲۳ میں ہے:

"فلما وقع بين محمد بن يحيى والبخارى ما وقع فى مسئلة اللفظ ونادى عليه منع الناس من الاختلاف اليه حتى هجر وخرج من نيشا

ہور في تلك المحنة وقطعه اكثر الناس غير مسلم"

''جب محمد بن یحییٰ اور امام بخاری کے درمیان الفاظ قرآن کے سلسلہ میں اختلاف ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ان کے (بخاری کے) پاس جانے سے روک دیا یہاں تک کہ اس آزمائش کے وقت میں امام بخاری کو نیشاپور سے ہجرت کرنا پڑی اور امام مسلم کے علاوہ اکثر لوگوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔''

دوم: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اس رفاقت کے بخاری سے اپنی صحیح مسلم میں ایک حدیث بھی نہیں روایت کی بلکہ حدیث معنعن کی بحث میں بعض منتحلی الحدیث میں عصرنا کے لفظ سے بخاری کو یاد کیا ہے اور بہت درشت اور ناملائم الفاظ کہے گئے۔ دیکھو مسلم ج ا ص ۲۱۔

سوم: ابوزرعہ اور ابوحاتم نے بخاری کو چھوڑ دیا۔ طبقات شافعیہ ص ۱۹۰ ج ا میں ہے:

"تركه (اى البخارى) ابو ذرعة و ابو حاتم من اجل مسئلة اللفظ"

''ابوزرعہ اور ابوحاتم نے الفاظ قرآن کے اختلاف کی وجہ سے بخاری کو چھوڑ دیا۔''

اور میزان الاعتدال میں ہے:

"كما امتنع ابو ذرعة وابو حاتم من رواية عن تلميذه (اى ابن المدينى) محمد (اى البخارى) لاجل مسئلة اللفظ"

''جیسا کہ ابوزرعہ اور ابوحاتم نے ان (علی بن المدینی) کے شاگرد (امام بخاری) سے الفاظ قرآن کے اختلاف کی بنا پر روایت کرنا ترک کر دیا۔''

"وقال عبدالرحمن بن ابى حاتم كان ابو ذرعة تركه الرواية عنه من اجل ما كان منه فى تلك المحنة"

''عبدالرحمٰن بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ اس آزمائش کی بنا پر ابوزرعہ نے امام بخاری سے روایت کرنا ترک کر دیا۔''

چہارم: ابن مندہ نے بخاری کو مدلسین میں شمار کیا ہے۔ شرح مختصر جرجانی ص ۲۱۵ میں ہے:

"عده ابن منده في رسالة شروط الائمة من المدلسين حيث قال اخرج البخاري في كتبه قال لنا فلان وهي اجازة وقال فلان وهي تدليس"

"ابن مندہ نے بخاری کو اپنے رسالہ "شروط الائمہ" میں مدلسین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ بخاری نے اپنی کتابوں میں اس طرح روایتیں بیان کی ہیں کہ ہم نے فلاں سے کہا" یہ اجازت ہے" اور فلاں نے کہا یہ "تدلیس ہے۔""

ظاہر ہے کہ تدلیس سوء حفظ سے بڑھ کر عیب ہے۔ کیوں کہ یہ فعل اختیاری ہے اس میں مکر ومغالطہ وفریب ہے۔ اسی لیے شمسی نے کہا ہے کہ التدليس حرام عند الائمة (تدلیس ائمہ کے نزدیک حرام ہے)

(مقدمہ اصول الشیخ المحدث الدہلوی علی المشکوٰۃ ص ۲)

غور فرمایئے! بخاری نے ذہلی سے تقریباً ۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں۔ مگر جس نام سے وہ مشہور تھے کہیں نہیں ذکر کیا کیوں کہ بخاری و ذہبی میں سخت خشونت ومنافرت تھی۔ تاریخ ابن خلکان ص ۱۳۴ ج ۲ میں ہے:

"وروى (اى البخاري) عنه (ذهبي) مقدار ثلثين موضعًا ولم يصرح باسمه فيقول حدثنا محمد بن يحيىٰ الذهبي بل يقول حدثنا محمد ولا يزيد عليه ولا يقول محمد بن عبد الله ينسبه الى جده وينسبه ايضًا الى جد ابيه"

"امام بخاری نے امام ذہلی سے تیس مقامات پر روایات بیان کی ہیں اور کہیں بھی ان کا نام نہیں لیا کہ یوں کہتے کہ ہم سے محمد بن یحیٰ ذہلی نے بیان کیا بلکہ صرف اس طرح کہتے ہیں کہ ہم سے محمد نے حدیث بیان کی۔ کہیں کہیں محمد بن عبداللہ ان کے دادا کی جانب منسوب کر کے کہتے ہیں اور بعض جگہ پردادا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔"

پنجم: دار قطنی اور حاکم نے کہا ہے کہ اسحٰق بن محمد بن اسماعیل سے بخاری کا حدیث روایت کرنا معیوب سمجھا گیا ہے۔

مقدمہ فتح الباری ص ۴۵۱ میں ہے:

"قال الدار قطنی والحاکم عیب علی البخاری اخراج حدیثه"

''دارقطنی اور حاکم نے فرمایا کہ روایت حدیث میں بخاری پر الزام لگایا گیا ہے۔''

دارقطنی اور حاکم کا مطلب یہ ہے کہ اسحاق بن محمد کو بخاری نے ثقہ خیال کر لیا حالانکہ وہ ضعیف ہیں۔ ثقہ اور ضعیف میں امتیاز نہ کر سکے اور اسماعیل نے بخاری کے اس فعل پر تعجب کیا ہے کہ ابوصالح جہنی کی منقطع روایت کو صحیح سمجھتے ہیں اور متصل کو ضعیف مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۳ میں ہے:

"وقد عاب ذالك الاسماعيل على البخاری وتعجب منه كيف يحتج باحاديثه حيث يعلقها

فقال هذا اعجب يحتج به اذا كان منقطعا ولا يحتج به اذا كان متصلا"

''اسماعیل نے بخاری پر اس کا الزام لگایا اور تعجب کیا کہ ابوصالح جہنی کی احادیث سے کیونکر استدلال کرتے ہیں جب کہ وہ متصل نہیں ہیں۔

فرمایا یہ اور زیادہ عجیب بات ہے کہ حدیث منقطع کو قابل حجت اور متصل کو ضعیف سمجھتے ہیں۔''

ششم: ذہبی نے بخاری کے بعض امور پر استعجاب ظاہر کیا ہے۔ اسید بن زید الجمال کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"والعجب ان البخاری اخرج له وذكره فی كتاب الضعفاء"

''تعجب ہے کہ بخاری اس سے روایت بھی کرتے ہیں اور اس کو ضعیف بھی کہتے ہیں۔''

جو کسی راوی کو خود ضعیف بتلا دے اور پھر اصح الکتب میں اس سے روایت بھی کرے۔ غور کرو اس سے قائل کے حافظہ پر کیا اثر پڑتا ہے۔ معترضین ذرا انصاف کریں کہ اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح کی وجہ سے ضعیف ہیں تو

بخاری ابن مندہ اور ذہلی وغیرہ کی جرح کے سبب سے کیوں مجروح نہ ہوں گے۔
بلفظم: حسب قاعدہ معترضین جب بخاری خود مجروح ثابت ہوئے تو مجروح کی جرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر کیا اثر ڈال سکتی ہے؟ افسوس ہے کہ غیر مقلدین محض حسد سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر حملہ کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہم اپنا گھر ڈھاتے ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ضعیف کہے جائیں گے تو دنیا کے تمام محدثین ضعیف اور متروک الحدیث ہوجائیں گے۔

تنبیہ:
واضح ہو کہ محض اسکات خصم کے لیے یہ جرحیں نقل کی گئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تحفہ میں بمقابلہ شیعہ الزامی پہلو اختیار فرمایا ہے ورنہ صداقت کے ساتھ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ دونوں ثقہ، صدوق، عادل، ضابطہ، جید الحافظہ، عابد، زاہد اور عارف تھے۔ کوئی ان میں مجروح نہیں اور کسی کی حدیث قابل ترک نہیں۔ جن احوال سے امام بخاری رحمہ اللہ کی جرحیں موضوع ہیں انہی احوال سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جرحیں مدفوع اور ساقط اعتبار ہیں۔

ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین أمنوا ربنا انک رؤف رحیم

اعتراض نمبر۵:

(۵) دار قطنی اپنی سنن ص ۱۲۳ میں لکھتے ہیں:

"لم یسندہ عن ابن ابی عائشۃ غیر ابی حنیفۃ والحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان"

"ابن ابی عائشہ سے سوائے ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کسی نے روایت نہیں کی اور وہ دونوں ضعیف ہیں۔"

جواب:

اولاً: یہ جرح مبہم ہے اور تعدیل مفسر کے ہوتے ہوئے جرح مقبول نہیں۔ کما مرّ مراراً

ثانیاً: دار قطنی شافعی المذہب ہیں، بوجہ منافرت مذہبی کے ان سے یہ جرح صادر ہوئی۔ عینی نے عمدۃ القاری ص ۲۶ ج ۸ میں تحریر فرمایا ہے:

"لو تادب دار قطني واستحيٰ لما تلفظ عنده اللفظ في حق ابي حنيفة فانه امام طبق علمه المشرق والمغرب"

"اگر دار قطنی ادب اور حیا سے کام لیتے تو امام اعظم کے بارے میں اس قسم کے الفاظ منہ سے نہ نکالتے کیوں کہ ان کی امامت اور ان کا علم دنیا میں مسلم ہے۔"

اس کے بعد عینی نے یحییٰ بن معین وشعبہ وعبداللہ ابن المبارک وسفیان بن عیینہ وسفیان ثوری وحماد بن زید وعبدالرزاق ووکیع ومالک وشافعی اور احمد سے امام ابوحنیفہ کی توثیق اور مناقب ذکر کر کے لکھا ہے:

"وقد ظهرت من هذا تحامل الدار قطني علي و تعصب الفاسد وليس له بانسبة الى هؤلاء حتى يتكلم في امام متقدم على هؤلاء في الدين و التقوىٰ والعلم ويتضعفه اياه وهو يستحق التضعيف.

الا يرضي بسكوت اصحابه عنه وقد روىٰ في سننه احاديث سقيمه ومعلولة ومنكرة وغريبة وموضوعة"

"اور اس سے دار قطنی کا امام صاحب پر ظلم اور بے بنیاد تعصب ظاہر ہو گیا۔ دار قطنی کی ان حضرات کے سامنے کوئی حیثیت نہیں کہ وہ ایسے امام پر کلام کرتے ہیں جو دین، تقویٰ اور علم میں ان سب پر مقدم ہیں اور وہ ایسے امام کو ضعیف کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اس کے مستحق ہیں۔

کیا وہ امام صاحب کی بابت اپنے اصحاب کے سکوت پر راضی نہیں، حالانکہ خود انہوں نے اپنی سنن میں ضعیف، معلول، منکر، غریب اور موضوع حدیثیں بیان کی

ہیں۔"

"وقد روی ضعیفه فی کتاب الجهر بالبسملة واحتج بها مع علمه بذالك حتى ان بعضهم استحلفه على ذالك فقال ليس فيه حديث صحيح"

"اور انہوں نے جہر بسم اللہ کے سلسلہ میں ایک ضعیف روایت بیان کی اور ضعف کا علم ہونے کے باوجود اس سے استدلال کیا۔ یہاں تک کہ بعض حضرات نے ان سے حلف لیا تو خود کہا کہ واقعی اس میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔"

اور واقعی دار قطنی نے بہت سے ثقہ کو ضعیف اور ضعیف کو ثقہ کہہ دیا ہے۔ سنن دار قطنی ص ۱۴ میں ہے:

"ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ كان يسخن له ماء فی قمقمة ويغتسل به فلهذا اسناد صحيح"

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے برتن میں پانی گرم کیا جاتا تھا اور وہ اس سے غسل کیا کرتے تھے۔"

اس کی سند کو صحیح لکھ دیا۔ حالانکہ اس کی سند میں علی بن غزام اور ہشام بن سعد واقع ہیں جو مجروح ہیں۔ (الجوہر النقی)

ثالثاً: دار قطنی نے امام بخاری پر بھی یہی عیب لگا دیا۔ اسحٰق بن محمد جو بخاری، ابوداؤد اور نسائی کے راوی ہیں۔ ان کی روایت کی وجہ سے کہہ دیا ہے۔ عیب علی البخاری مقدمة فتح الباری ص ۴۱۵ دار قطنی کے بیان سے تو بخاری بھی معیوب ٹھہرے۔

پس جس طرح اسحٰق بن محمد کے باب میں دار قطنی کا کلام غلط سمجھا جاتا ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے باب میں بھی غلط سمجھنا چاہیے۔

رابعاً: دار قطنی نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔ (فتح المغیث ص ۳۴ وزہر الربی ص ۳)

اور پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نسائی کے راوی ہیں پس دار قطنی کے دونوں کلاموں میں تعارض ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

(۶) بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں لکھتے ہیں:

"ولم یتابعهما علیه الا من هو اضعف منهما"

"اس حدیث میں ان دونوں کی متابعت صرف اس شخص نے کی ہے جو ان دونوں سے زیادہ ضعیف ہے۔"

جواب:

اولاً: یہ جرح مبہم ہے۔ خلاف قاعدہ اصول غیر مقبول۔ کما مر

ثانیاً: بیہقی کے نزدیک امام ابوحنیفہ کیوں ضعیف ہیں۔ اگر حدیث:

"من کان له امام......"

"جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے۔"

مرفوع روایت کرنے کی وجہ سے ضعیف ہیں تو محض غلط ہے کیوں کہ اس حدیث کو فقط امام صاحب نے مرفوعاً نہیں بیان کیا بلکہ دوسرے ثقات جیسے سفیان ثوری اور شریک نے بھی بسند صحیح مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کما سیاتی تفصیله فی موضعه اور اگر کوئی دوسری وجہ ہو تو امام بیہقی کے مقلد اس کو بیان کریں اور بیہقی کی کتاب میں اس کی تصریح دکھادیں۔

ثالثاً: بیہقی متاخرین میں سے ہیں۔ شافعی المذہب اور شافعی کے دلائل جوئندہ ہیں۔ بستان المحدثین ص ۵۱ میں ہے۔:

"در تصانیف خود نصرت مذهب او نموده و بتائید و نصرت او رواج این مذهب دو بالا گشته وهکذا فی الطبقات الشافعیه ج۲ ص۴"

"علامہ بیہقی نے اپنی تصانیف میں مذہب شافعی کی تائید فرمائی ہے اور ان کی تائید و نصرت سے اس مذہب کا رواج دوبالا ہو گیا اور یہی طبقات الشافعیہ میں ہے۔"

تاریخ ابن خلکان ص ۲۹ ج ۱ میں ہے کہ باوجود محدث ہونے کے حدیث کی بہت سی کتابیں مثلاً نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ ان کے پاس نہ تھیں اور ان کتابوں کی

احادیث سے بہت کم واقفیت رکھتے تھے۔ بستان المحدثین ص ۵۱ میں ہے:

"وسنن نسائی وجامع ترمذی وسنن ابن ماجة ترداد ونبود بر احادیث ایں سہ کتاب کما ینبغی اطلاع ندارد"

"سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ ان کے پاس نہیں تھیں اور ان تین کتابوں کی احادیث پر کما حقہ واقفیت نہیں رکھتے تھے۔"

اور طبقات شافعیہ ص ۲ ج ۳ میں ہے ولم تقع الترمذی ولا النسائی ولا ابن ماجة الخ اور ان کی حدیث اور ان کا دائرہ حدیث وسیع نہ تھا۔

طبقات الشافعیہ ص ۲ ج ۳ میں ہے:

"وقال الذهبي دائرته في الحديث ليست كبيرة"

"ذہبی نے فرمایا کہ بیہقی کا دائرہ حدیث وسیع نہیں تھا۔"

بیہقی کے مسامحات جس کو دیکھنے ہوں وہ الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی دیکھے۔ پس بیہقی کی جرح اس اعتبار سے بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۷:

(۷) ان جوزی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے والے لوگ ابن جوزی کی کتاب المنتظم کی تین روایتیں تخریج ہدایہ کے حاشیہ سے نقل کرتے ہیں۔

"(الف) قال صاحب المنتظم عبد الله بن المديني قال سالت عن ابي حنيفة فضعفه جدا وقال خمسين حديثا اخطا فيه"

"صاحب منتظم کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن علی المدینی سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے ان کی بہت تضعیف کی اور کہا کہ امام ابوحنیفہ نے پچاس حدیثوں میں غلطی کی ہے۔"

"(ب) عن ابي حفص عمر بن علي قال ابو حنيفة ليس بحافظ مضطرب الحديث ذاهب الحديث"

"ابوحفص عمر بن علی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ حافظ حدیث نہیں تھے اور ذاہب

الحدیث یعنی ضعیف تھے۔"

"(ج) قال ابوبکر بن داؤد جمیع ما روی ابو حنیفة الحدیث مائة وخمسون اخطأ او قال غلط فی نصفها انتھٰی"

"ابوبکر بن داؤد کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ سے صرف ۱۵۰ حدیثیں مروی ہیں اور نصف یعنی پچھتر حدیثوں میں غلطی کی ہے۔"

جواب:

ابن جوزی تضعیف حدیث اور روات کے بارے میں غایت درجہ متعنت اور متشدد ہیں۔ حتیٰ کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کر دیا ہے اور ان کے بعض راویوں کو بھی وضاع اور کذاب کہہ دیا ہے۔ اسی وجہ سے اکثر محدثین نے ان کی تنقید پر اعتماد نہیں کیا اور ان کی تنقید کو لا یعبأ بہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ سیوطی تعقبات علی الموضوعات میں اس میں لکھتے ہیں:

"قد نبہ الحفاظ قدیما وحدیثا علی ان فیہ (ای فی کتاب الموضوعات) تساھلا کثیرا واحادیث لیست بموضوعة بل ھی من راوی الضعیف وفیہ احادیث حسان واخری صحاح بل فیہ حدیث من صحیح مسلم بنہ علیہ الحافظ ابن حجر و وجدت فیہ حدیثا من صحیح البخاری.

وقال ابن حجر تساھلہ وتساھل الحاکم فی المستدرک اعدم النفع بکتابیھما"

"قدیم اور جدید محدثین نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ کتاب الموضوعات میں بہت تساہل اور کمزوری ہے اور اس میں وہ احادیث بھی ہیں جو موضوع نہیں ہیں بلکہ ضعیف راویوں سے مروی ہیں۔ اور بعض حدیثیں حسن اور صحیح بھی ہیں۔ بلکہ ایک حدیث مسلم کی بھی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بتلایا کہ میں نے ایک حدیث اس میں بخاری کی بھی پائی ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں، ابن جوزی اور مستدرک میں حاکم کے تساہل نے دونوں کتابوں کے نفع کو کالعدم کردیا۔"

اور سید علی نشر العلمین المنیفین کے خاتمہ ص ۷ا میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی کے تساہل کو بہت سے محدثین نے ذکر کیا ہے۔ ازاں جملہ ابن صلاح حافظ زین الدین العراقی، قاضی بدر الدین بن جماعہ، سراج الدین بلقینی، حافظ صلاح الدین العلائی زرکشی وقاضی ابو الفرج نہروانی وحافظ ابن حجر وغیرہم ہیں۔

پس معترضین کو چاہیے کہ پہلے بخاری ومسلم وسنن اربعہ کے راویوں کے وضاع و کذاب ہونے کا اقرار کریں۔ اس کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ پر اعتراض پیش کریں۔

فائدہ: کتاب المنتظم نہایت غیر معتبر کتاب ہے۔ اس میں صریح صریح غلطیاں اور بہت سے اوہام ہیں۔

کشف الظنون ص ۵۳۶ ج ۲ میں ہے:

"منتظم فی تاریخ الامم لابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی البغدادی المتوفی ۵۹۷ھجری ذکر فیہ من ابتداء العالم الی الحضرت النبویۃ قال المولیٰ علی بن الحنائی و فیہ اوہام کثیرۃ واغلاط صریحۃ اشرت الی بعضھا فی ھامشی علی نسخۃ بخطہ مختصراً"

"ابو الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی بغدادی کی کتاب المنتظم جس میں ابتدائے عالم سے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ تک کے حالات وواقعات بیان کیے گئے ہیں (اس کے متعلق) مولیٰ بن الحنائی کہتے ہیں کہ اس میں بہت اوہام اور صریح غلطیاں ہیں۔ بعض کی طرف میں نے ہاشیہ میں اشارہ کیا ہے۔"

چونکہ کتاب منتظم دفتر اغلاط ہے تاوقتیکہ روایات منقولہ کو معتبر سند سے معترض ثابت نہ کریں ہرگز جرح قابل اعتبار نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ نہ مولف قابل وثوق ہیں اور نہ ان

ل کتاب۔

اگر معترض کو دعویٰ ہو تو اصل کتاب سے کوئی ایک روایت مع سند کے نقل کر کے پھر اس سند کو صحیح ثابت کرے۔

ثالثاً: ان روایت میں فقط ابوحنیفہ کا لفظ ہے۔ ابن جوزی چونکہ کثیر الاوہام ہیں۔ کما قال المولی علی بن الحنائی۔ اگرچہ انہوں نے ابوحنیفہ سے امام ابوحنیفہ کا ارادہ کیا ہے۔ مگر بغیر دلیل کے محض ان کی سمجھ حجت نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ ان روایات میں دوسرے ابوحنیفہ مراد ہوں۔ کیوں کہ ابوحنیفہ پانچ شخصوں کی کنیت ہے۔ کما فی کتاب الاسماء والکنی للدولابی ص ۱۵۹ ج ۱ بلکہ علامہ مجی الدین فیروز آبادی نے "قاموس" میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ بیس فقہاء کی کنیت ہے۔

"قال فی ذکر لفظ الحنیف ابو حنیفة کنیة عشرین من الفقهاء اشهرهم امام الفقهاء النعمان"

"لفظ حنیف کے ضمن میں انہوں نے فرمایا کہ ابوحنیفہ بیس فقہاء کی کنیت ہے ان میں سب سے زیادہ مشہور امام الفقہاء نعمان بن ثابت ہے۔"

اور منتہی العرب میں ہے:

"ابو حنیفة کنیت بست فقیه است اشهر آنهما نعمان بن ثابت کوفی است وهو الامام الاعظم"

"ابوحنیفہ بیس فقہاء کی کنیت ہے ان میں سب سے زیادہ مشہور امام الفقہاء نعمان بن ثابت کوفی ہے اور وہ امام اعظم ہیں۔"

از اں جملہ ابوحنیفہ سماک بن فضل امام شافعی کے استاد ہیں۔ جن کی روایت مسند امام شافعی ص ۱۴۳ میں موجود ہیں۔ اور ابوحنیفہ عدوی سلیمان بن حیان ہیں جن کی روایت اسماء کنی دولابی ص ۱۶۰ ج ۱ میں موجود ہے۔

پس بغیر حجت کے محض ابن جوزی کے کہنے سے کیوں یقین کیا جائے کہ روایات مذکورہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کوفی مراد ہیں۔ کیوں کہ کنیتوں کے اشتراک سے دھوکہ

میں آجانا ممکن ہے۔ ملاحظہ ہو طبقات شافعیہ ص ۱۸۷ ج ا۔

مذکور ہے ابن معین نے احمد بن صالح کو کہا کہ

"رایته کذابا یخطب فی جامع مصر"

''میں اس کو کذاب جانتا ہوں وہ مصر کی جامع مسجد میں تقریر کرتا ہے۔''

اس عبارت سے بعض نے یہ سمجھ لیا کہ اس سے احمد بن صالح مصری مراد ہیں۔ جو کہ بڑے ثقہ، حافظ اور رجال بخاری سے ہیں اور ان کو ضعیف سمجھ لیا۔ حالانکہ ابن معین نے دوسرے احمد بن صالح کو کہا تھا۔ اسی طبقات شافعیہ میں ہے:

"قلت وقد ذکر ان الذی ذکر فیه ابن معین هذه المقالة هو احمد بن صالح الشمونی وها شیخ بمکة یضع الحدیث وانه لم یعن احمد بن صالح هذا وهکذا فی مقدمة فتح الباری ص ٤٤٧"

''میں کہتا ہوں کہ یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ ابن معین نے اپنے رسالہ میں جس کا تذکرہ کیا ہے وہ احمد بن صالح شمونی ہے۔ یہ مکہ کا ایک بوڑھا تھا جو حدیثیں گھڑتا تھا اور انہوں نے احمد بن صالح مصری مراد نہیں ہے یہی مقدمہ فتح الباری ص ۴۴۷ میں بھی لکھا ہے۔''

پس معترضین کو چاہیے کہ نقل شدہ روایات کو تصحیح کے بعد ابوحنیفہ کی تعیین دلیل سے بیان کریں۔ اس کے بعد ثبوت جرح کا دعویٰ کریں۔

رابعاً: ان روایات میں یہ مباحث بھی قابل ملاحظہ ہیں۔

(الف) پہلی روایت ابن جوزی نے بواسطہ عبداللہ بن علی بن المدینی نقل کی ہے تاوقتیکہ عبداللہ کی توثیق وتعدیل ثابت نہ ہو جائے یہ روایت کیوں کر معتبر ہو سکتی ہے پہلے معترض کو چاہیے کہ عبداللہ کی توثیق ثابت کریں۔ اس کے بعد ثبوت جرح کا دعویٰ کریں۔ کیوں کہ معتبر ناقلین سے ثابت ہے کہ علی بن المدینی نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے۔ کما مرّ سابقًا

اور حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں حافظ موصلی ازدی کی

کتاب سے امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعدیل یحییٰ بن معین، شعبہ وشبابہ وغیرہم سے نقل کر دی ہے کہ لکھا ہے:

"وقال ابن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارك وحماد وهشیم و وکیع وعباد و جعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به"

"ابن مدینی نے فرمایا کہ ابوحنیفہ سے ثوری، ابن مبارک، حماد، ہشیم، وکیع، عباد، جعفر بن عون جیسے نے روایت کی ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

(ب) دوسری روایت میں یہ کلام ہے ہے کہ برتقدیر ثبوت وہ جرح مبہم ہے اور تعدیل مفسر کے مقابلہ میں جرح مبہم غیر مقبول ہے۔

(ج) تیسری روایت میں یہ کلام ہے کہ ابوبکر بن ابوداؤد جو ابوحنیفہ کے جارح ہیں وہ خود مجروح اور کثیر الخطاء ہیں بلکہ ان کے والد ابوداؤد سجستانی نے ان کو کذاب تک کہہ دیا ہے اور خود ابوبکر نے اپنے خطا اور وہم کا بھی اعتراف کیا ہے۔

تذکرہ ص ۳۳۱ ج ۲ اور میزان ص ۳۹ ج ۲ میں ہے:

"قال السلمی سألت الدار قطنی عن ابن ابی داؤد فقال ثقة کثیر الخطأ فی الکلام علی الحدیث"

"سلمی کہتے ہیں کہ میں نے دار قطنی سے ابن ابی داؤد کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں لیکن حدیث پر کلام کرنے میں بہت غلطی کرتے ہیں۔"

"وفی التذکرة اخطاء فی ستة احادیث منها ثلثة حدثت بها کما حدثت وثلثة اخطئت"

"اور تذکرہ میں ہے میں نے چھ احادیث میں غلطی کی ان میں سے تین میں نے ویسے ہی بیان کیں جس طرح بیان کی گئیں اور تین میں غلطی کی۔"

علی بن حسین بن جنید کہتے ہیں:

"سمعت ابا داؤد یقول ابنی عبد الله کذاب قال ابن الصاعد کفانا ما

قال ابوہ فیہ"

"میں نے ابوداؤد کو کہتے سنا کہ میرا بیٹا عبداللہ کذاب ہے ابن صاعد نے کہا کہ جو کچھ اس بارہ میں اس کے باپ نے کہا ہے وہ وہی کافی ہے۔"

اور میزان ص ۳۹ ج ۳ میں ہے:

"ثم قال ابن عدی سمعت موسٰی بن القاسم الاشیب یقول حدثنی ابو بکر سمعت ابراھیم الاصبحانی یقول ابو بکر بن داؤد واللہ کان عندی منسلخًا من العلم"

"پھر ابن عدی نے فرمایا کہ موسٰی بن قاسم الاشیب سے سنا فرماتے تھے کہ مجھ سے ابوبکر نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم اصبہانی کو فرماتے سنا کہ اللہ کی قسم! ابوبکر بن داؤد میرے نزدیک علم سے کورا ہے۔"

اور تذکرہ ص ۲۳۳ ج ۲ میں ہے:

"وقد تکلم فیہ ابوہ وابراھیم" "اس پر اس کے والد اور ابراہیم نے کلام کیا۔"

علاوہ بریں ابوبکر بن ابوداؤد کا یہ کہنا کہ امام ابوحنیفہ نے ڈیڑھ سو حدیثیں روایت کی ہیں صریح البطلان اور محض غلط ہے اس لیے کہ کتب متداولہ جیسے مسند امام اعظم وعقود الجواہر المنیفہ وموطا امام محمد وآثار امام محمد وغیرہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایات کئی ہزار ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر بن ابوداؤد امام ابوحنیفہ کے تبحر فی الحدیث سے ناواقف تھے۔ پس ایسے ناواقف کی جرح ایسے ثقہ حافظ حدیث کے حق میں کہ جس کی تعدیل ابن معین، شعبہ اور ابن مدینی وغیرہم کر چکے ہوں کیا مؤثر ہو سکتی ہے۔

خامسًا: علی سبیل التنزل بالفرض چند روایتوں میں اگر امام صاحب سے خطا ہو گئی ہو تو اس وجہ سے وہ غیر ثقہ اور سیئ الحافظہ نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ امام صاحب دوسرے محدثین اور حفاظ حدیث کی طرح حافظ حدیث تھے ان کے سینے میں لاکھوں

احادیث موجود تھیں۔ چند روایتوں اور راویوں میں مساہلت ہو جانے سے ان پر غیر ثقہ ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

ملاحظہ فرمایئے محمد بن یوسف فریابی نے جن کو ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری ص ۵۱۹ میں لکھا ہے: "من کبار شیوخ البخاری و ثقة الجمهور"

"بخاری کے بڑے شیوخ میں سے ہیں اور جمہور نے ان کی توثیق فرمائی ہے۔"

ان کے متعلق اسی مقدمہ فتح الباری میں یہ بھی لکھا ہے:

"قال العجلی ثقة وقد اخطأ فی مائة وخمسین حدیثًا وذکر له ابن معین حدیثًا اخطأ فیه فقال هذا باطل"

"عجلی نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں اور انہوں نے ایک سو پچاس حدیثوں میں غلطی کی ہے ابن معین کے سامنے وہ حدیث بیان کی گئی جس میں انہوں نے غلطی کی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ باطل ہے۔"

اب ذرا بنظر انصاف غور کیا جائے کہ امام صاحب کی طرف تو پچاس یا پچھتر احادیث کی خطا کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی ثابت نہیں اور امام بخاری کے شیخ کی نسبت ایک سو روایتوں میں غلطی کرنا حافظ ابن حجر کی معتبر کتاب سے ثابت ہوتا ہے۔ باوجود اس کے جمہور نے نہ ان کو غیر ثقہ کہا اور نہ بخاری نے ان کو غیر ثقہ سمجھا اور نہ ان کی حدیث چھوڑی اور نہ ان کے حق میں سکتوا عن حدیثہ لکھا اور نہ محدثین نے بخاری کے اصح الکتب ہونے سے انکار کیا۔ پس کیا وجہ ہے کہ بخاری کے استاد ڈیڑھ سو غلطیاں کرنے سے غیر ثقہ وسئی الحافظہ نہ کہے جائیں اور امام ابو حنیفہ خواہ مخواہ غیر ثقہ وسئی الحافظہ بتائے جائیں۔ کیا انصاف و دیانت اسی کا نام ہے۔ یہ محض ضد و حسد نہیں تو اور کیا ہے۔

"نعم ما قال ابن المبارك فلعنه ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابو حنیفة"

"ابن مبارک نے کیا عمدہ فرمایا، ہمارے پروردگار کی بے شمار لعنتیں ہوں اس شخص پر

جوامام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے۔"

سادساً: ابن جوزی کے خیالات کو خود ان کے خاندان کے دانش مند، انصاف پسند شخص نے رد کردیا ہے تنویر الصحیفہ میں ہے:

"اما ابن الجوزی فقد تابع الخطیب وقد عجب سبطه منه حیث قال فی مرأة الزمان ولیس العجب من الخطیب فانه طعن فی جماعة من العلماء وانما العجب من الجد کیف سالك اسلوبه وجاء بما هو اعظم"

"رہے ابن جوزی تو انہوں نے خطیب کی پیروی کی ہے اور ان کے نواسے نے اس پر بہت تعجب کیا چنانچہ مراۃ الزمان میں فرماتے ہیں، خطیب پر تعجب نہیں ہے وہ جماعت علماء میں مطعون ہیں، تعجب تو نانا جان پر ہے کہ انہوں نے خطیب کا راستہ کیوں اختیار کیا اور ان سے بھی بڑھ گئے۔"

"قال فی المیزان ص ۱۰ فی ترجمة ابان بن زید وقد اورده ایضاً العلامة ابو الفرج بن الجوزی فی الضعفاء ولم یذکر فیه اقوال من وثقه وهذا من عیوب کتابه یسر والجرح ویسکت عن التوثیق"

"میزان ص ۱۰ میں فرماتے ہیں اور ایسے ہی ابان بن زید کے ترجمہ میں بھی آیا ہے کہ علامہ ابوالفرج جوزی نے ابان بن زید کو ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے اور ان کی توثیق کرنے والوں کا بالکل تذکرہ نہیں کیا یہ ان کی کتاب کا بہت بڑا عیب ہے کہ جرح کو بہت اچھی طرح بیان کرتے ہیں اور توثیق کا بالکل تذکرہ نہیں کرتے۔"

تنبیہ:

جارحین کی فہرست میں علی بن المدینی، ابوبکر بن ابوداؤد اور ابوحفص عمر بن علی کا نام لکھا گیا ہے۔ ہم نے ابن جوزی کے جواب میں ایسی تقریر لکھ دی ہے کہ ان حضرات کی جرح کا جواب بھی معلوم ہو گیا ہے۔ لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

نوٹ:

ابن جوزی کی کتاب المنتظم ہندوستان میں نایاب ہے، پٹنہ وغیرہ کے مشہور کتب خانوں میں بھی یہ کتاب موجود نہیں ہے اور نہ کسی دوسری کتاب میں یہ روایتیں پائی جاتی ہیں۔ البتہ درایہ تخریج ہدایہ کے حاشیہ پر سے بحوالہ منتظم یہ روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ بہرحال اصل کتاب اور ان رواتیوں کی سند کا کچھ پتہ نہیں۔ لہٰذا ان روایات سے استدلال کرنا غلط اور محض غلط ہوگا۔ تفتیش اور جستجو سے معلوم ہوا کہ کتاب المنتظم جامع ازہر قاہرہ اور مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ میں موجود ہے۔ (محمد اسماعیل سنبھلی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ (۱)

اعتراض و جواب نمبر ۸:

(۸) خطیب بغدادی: خطیب بغدادی کی کوئی خاص عبارت ایسی نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ امام صاحب کے متعلق خود ان کا خیال کیا ہے؟ وہ تو بحیثیت ایک مورخ کے مختلف روایات واقوال کو اپنی کتاب میں جمع کر دیتے ہیں۔ علاوہ بریں جو روایتیں تاریخ خطیب سے نقل کی جاتی ہیں ان کی صحت بھی ثابت نہیں ہے۔

ابن جزلہ حکیم بغدادی نے مختصر تاریخ خطیب میں امام ابو حنیفہ کی خوب مدح وثنا کی ہے اور خطیب بغدادی کو نہایت درجہ کا متعصب اور ناانصاف بتلایا ہے۔

خطیب بغدادی نے فقط امام ابو حنیفہ کی رد وقدح پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ امام احمد بن حنبل وغیرہ کی شان میں بھی رطب و یابس روایات نقل کی ہیں۔

پس جس طرح سے حضرت امام احمد وغیرہ حضرات کے بارے میں خطیب کا قول غیر معتبر اور مدفوع تصور کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں نامعتبر اور غلط خیال کرنا چاہیے۔

---

(۱) یہ اس زمانہ کی بات ہے جب یہ مضمون لکھا گیا تھا۔ یعنی تقریباً آج سے ۳۹ سال قبل۔ اب المنتظم شائع ہو چکی ہے۔ (سید مشتاق علی شاہ)

نوٹ:

تاریخ بغداد (قلمی) (۱) مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (محمد اسماعیل غفرلہ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ)

اعتراض نمبر ۹:

(۹) حافظ ابن عبدالبر: معترضین کی طرف سے تمہید شرح موطا ص ۲۷۷ ج ۲ سے یہ عبارت نقل کی جاتی ہے:

"لم یسندہ غیر ابی حنیفۃ وھو سئی الحفظ عند اھل الحدیث"

جواب:

اولاً: حافظ ابن عبدالبر نے نہایت صراحت کے ساتھ اپنی کتاب "العلم" میں امام ابوحنیفہ کی توثیق وتعدیل ائمہ فن رجال، جیسے یحییٰ بن معین، شعبہ، حافظ موصلی ازدی اور علی بن المدینی وغیرہم سے نقل کی ہے اور جارحین کو مفرط اور متجاوز الحد قرار دیا ہے۔

کتاب العلم ص ۱۹۲ میں ہے:

"قال ابو عمر افرط اصحاب الحدیث فی زم ابی حنیفۃ وتجاوز والحد فی ذالک" وایضاً ص ۱۹٤

"ابوعمر نے فرمایا کہ اہل حدیث نے امام ابوحنیفہ کی برائی میں بہت مبالغہ سے کام لیا اور حد سے تجاوز کر گئے۔"

"الذین رووا عن ابی حنیفۃ ووثقوہ واثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیہ"

"جنہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی اور ان کی توثیق وتعریف کی ان کی تعداد کلام کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔"

---

(۱) تاریخ بغداد اب طبع ہو چکی ہے۔ (مشتاق)

ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان ص ۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

قال الحافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بعد کلام ذکرہ واھل الفقہ لا یلتفتون من طعن علیہ ولا یصدقون بشیء من السوء ینسب الیہ"

"حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ کلام کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ فقہاء امام صاحب پر طعن کرنے والوں کی طرف بالکل التفات نہیں کرتے اور ان کی جانب منسوب کی جانے والی کسی برائی کی تصدیق نہیں کرتے۔"

اب کہ خود ابن عبدالبر کی تصریح سے امام صاحب کی توثیق ثابت ہے تو اب سمجھنا چاہیے کہ "ھو سئی الحفظ عند اھل الحدیث" "اہل حدیث کے نزدیک ان کا حافظہ خراب تھا۔"

سے کیا مراد ہے، کیا کل اہل حدیث مراد ہیں؟ یا بعض؟ کل تو مراد نہیں ہو سکتے کیوں کہ وہ خود لکھ چکے ہیں:

"والذین وثقوہ اثنوا علیہ اکثر من الذین تکلموا فیہ"

"امام صاحب کی توثیق وتعریف کرنے والے کلام کرنے والوں سے زیادہ ہیں۔"

پس لامحالہ بعض مراد ہیں پھر وہ بعض بھی بہت تھوڑے سے ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر کے کلام سے نتیجہ صاف یہ نکلا:

"ھو سئی الحفظ عند قل اھل الحدیث الذین ھم مفرطون ومتجاوزون عن الحد فیہ ذمہ وغیر مصدقین عنہ اھل الفقہ فی نسبۃ السوء الیہ"

"کہ امام صاحب بعض ان اہل حدیث کے نزدیک سئی الحفظ تھے جو امام صاحب کی برائی میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں اور جو فقہاء کے نزدیک امام صاحب کی طرف برائی کی نسبت کرنے میں بالکل جھوٹے ہیں"

اب مقام غور ہے کہ کیا اس جرح سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سئی الحفظ ہو سکتے ہیں؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں، بلکہ حسب تحریر حافظ ابن عبدالبر خود جارح مفرط اور متجاوز عن الحد کہے

جائیں گے۔

ثانیاً: بخاری کے ثقہ راوی ایوب بن سلیمان کو حافظ ابن عبدالبر نے ضعیف لکھا ہے۔ مگر محدثین نے اسے افراط قرار دیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۳۵۲) اور صحاح کے راوی زہیر بن محمد کو بھی ابن عبدالبر نے ضعیف بتلایا ہے۔ مگر محدثین نے افراط پر محمول کیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۶۸)

غور کیا جائے بخاری کے راویوں پر ابن عبدالبر کی جرح افراط پر محمول کی جاتی ہے تو امام ابوحنیفہ کے حق میں کیوں نہ محمول ہوگی۔

ثالثاً: تمہید شرح مؤطا حافظ ابن عبدالبر کی اوائل تالیفات میں سے ہے اور کتاب جامع البیان العلم بعد تصنیف ہے۔ چنانچہ مختصر جامع بیان العلم ص ۲۰۴ میں ہے:

"واوضحنا فی کتاب التمهید" "اور ہم کتاب التمہید میں وضاحت کر چکے تھا"

پس پہلی تحریر پچھلی تحریر (جس میں امام صاحب کی توثیق کی گئی ہے) کے معارض نہیں ہو سکتی۔

اعتراض و جواب نمبر ۱۰:

(۱۰) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام صاحب کی توثیق کی ہے اور تقریب التہذیب، و تہذیب التہذیب میں کوئی کلمہ تضعیف کا نہیں لکھا اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں کتابیں خاص فنِ رجال کی ہیں جس کا موضوع بجز تنقید رجال کے اور کچھ نہیں۔

پس ابن حجر کی طرف تضعیف کا انتساب قابلِ بحث ہے۔ باقی درایہ تخریج ہدایہ میں جو حافظ بن حجر نے بیہقی اور دار قطنی کی تضعیف نقل کی ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ حکایت نہیں ہے تب بھی اس میں شک نہیں کہ وہ جرح مبہم ہے اور اصول میں مذکور ہے کہ تعدیل و جرح جب دونوں مبہم ہوں تو تعدیل مقدم ہوگی۔ خود حافظ ابن حجر نے شرح نخبۃ الفکر میں اسی اصول کو لیا ہے۔

ان اصول کے مطابق یہی کہنا ہو گا کہ ابن حجر کی تعدیل ان کی جرح پر مقدم ہو گی۔
اور یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا کہ ابن حجر نے ابوحنیفہ کو ضعیف اور سئی الحافظہ کہا ہے۔ جیسا
معترضین کا خیال فاسد ہے۔ دیکھو حافظ ابن حجر نے خود لسان المیزان کے دیباچہ
میں لکھا ہے:

"فوجه قولهم ان الجرح لا يقبل الا مفسرا هو فيمن اختلف فيه
في توثيقه وتجريحه"

"پس ان کے قول جرح جب تک مفسر نہ ہو قابل قبول نہیں، ان کی توجیہ یہ ہے کہ یہ
ان حضرات کے بارے میں ہے جن کی توثیق وتجریح میں اختلاف ہو۔"

اعتراض نمبر ۱۱:

(۱۱) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کوئی بھی عربی عبارت کسی بھی معتبر کتاب سے حضرت
امام احمد کی پیش نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا حضرت امام احمد بن حنبل کی جانب تضعیف اور سئی
الحفظ کی نسبت کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور بحوالہ مختصر تاریخ خطیب جو عبارت نقل کی
جاتی ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے روایت نہیں لینی چاہیے۔

جواب:

اولاً: برتقدیر ثبوت عبارت یہ جرح مبہم ہے۔

ثانیاً: حسب تصریح ابن حجر مکی شافعی خطیب بغدادی نے جو قدح میں امام ابوحنیفہ کی
روایتیں نقل کی ہیں وہ غیر معتبر اور ضعیف الاسناد ہیں۔ (خیرات حسان ص ۷۶)

پس معترضین کو چاہیے کہ اس روایت کی سند نقل کر کے اس کی صحت بھی ثابت کریں۔

ثالثاً: حسب قاعدہ معترضین جب کہ امام احمد خود مجروح ہیں تو ان کی جرح امام
صاحب کے حق میں معتبر نہیں ہو سکتی۔ تنویر الصحیفہ میں خطیب نے امام احمد پر جرح کی
روایات کو نقل کیا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۲:

(۱۲) قاضی ابویحییٰ زکریا الفقیہ عراقی کے حاشیہ ص ۲۵ سے نہ کہ اصل کتاب سے فتح

الباقی کی یہ عبارت نقل کی جاتی ہے۔ (فتح الباقی مدینہ منورہ کے کتب خانہ شیخ الاسلام میں موجود ہے)

"فیکون قادحا کما قد الذهبی وابن عبدالبر وابن عدی ونسائی والدار قطنی فی ابی حنیفة انه ضعیف من قبل حفظه"

"پس وہ قادح ہوگا امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہ ان کا حافظہ کمزور تھا جیسا کہ ذہبی، ابن عبدالبر، ابن عدی، نسائی اور دار قطنی نے تفسیر فرمائی۔"

جواب:

قاضی ابویحیٰ زکریا متاخرین سے ہیں۔ انہوں نے ۸۹۲ھ میں فتح الباقی تصنیف کی ہے۔ بعض حضرات نے ان کو ابن ہمام اور ابن حجر کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی وفات ۹۲۸ھ میں ہوئی ہے۔ یہ کوئی امام فن نہیں ہیں بلکہ متقدمین سے ناقل ہیں۔ اب یہ امر قابل تحقیق ہے کہ انہوں نے جو فتح الباقی میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ فیکون قادحا الخ نفس الامر کے مطابق ہے یا نہیں؟ حقیقت الامر یہ ہے کہ یہ اجتہادی قول ان کا مسامحہ سے خالی نہیں۔ کیوں کہ امام ذہبی سے امام صاحب کی توثیق بخوبی ثابت ہے چہ جائیکہ جرح مفسر اور ابن عدی اور دار قطنی سے بھی جرح مفسر منقول نہیں، باقی رہے نسائی سو وہ متعصب اور متشدد ہیں۔

"کما بیناه مدللاً" "جیسا کہ ہم مدلل بیان کر چکے ہیں۔"

پس ان کی جرح کس قدر قادح ہوگی اور حافظ ابن عبدالبر خود امام صاحب کے معدل اور موثق ہیں اور تمہید میں جو لکھا ہے سئی الحفظ عند اہل الحدیث ہم نے ان ہی کے کلام سے ثابت کر دیا ہے کہ اہل حدیث سے بعض اہل حدیث مفرط اور متجاوز عن الحد مراد ہیں۔

پس یہ جرح بھی قادح نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ صاحب فتح الباقی نے کمال تحقیق سے کام نہیں لیا اور بغیر تعمق نظر کے امام ابوحنیفہ کو مجروح لکھ دیا ہے۔

ثــالثــاً: اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم یہ مان لیں کہ حسب قول صاحب فتح الباقی ان

لوگوں سے جرح مفسر ثابت ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کی عدالت، وثاقت، امانت اور جلالت شان ائمہ سلف صالحین اور ائمہ فن سے ثابت ہو، اس کے حق میں جرح مفسر بھی قادح نہیں ہوتی۔ دیکھو سبکی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی ؒ کے حق میں اگر ہزاروں طریقے سے جرح مفسر بیان کی جائے ہم ہرگز نہیں مانیں گے، فرماتے ہیں:

"ولا یقبل قوله (ابن معین) فی الشافعی ولو فسرونی بالف ایضاح لقیام القاطع انه غیر محقق بالنسبة الیه" (الطبقات الشافعیة ص ۱۹۷)

''اور ابن معین کا قول امام شافعی کے بارے میں قابلِ قبول نہیں، چاہے ہزاروں طریقے سے مفسر ہو، اس لیے کہ عدم ثبوت پر دلیل قاطع قائم ہو چکی ہے۔''

پس ثابت ہوا کہ صاحب فتح الباقی کا قول خلاف تحقیق اور غیر ثابت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳:

(۱۳) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب مصفّٰی شرح مؤطا سے ایک مضمون نقل کر کے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مولانا دہلوی نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف اور سئی الحفظ قرار دیا ہے۔

جواب:

حضرت شاہ صاحب کی طرف تضعیف کا انتساب محض غلط اور فریب ہے۔ ملاحظہ فرمائیے مصفّٰی شرح مؤطا کی عبارت یہ ہے:

''بالجملہ ایں جبار اماماں کہ عالم را علم ایشاں احاطہ کردہ است امام ابو حنیفہ و امام مالک و امام شافعی و امام احمد ایں دو امام متاخر شاگرد امام ابو حنیفہ و امام مالک بودند و مستمند ان از علم او و عصر تبع تابعین بودند مگر ابو حنیفہ و امام مالک آں یک شخصے کہ رؤس محدثین مثل احمد و بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی یک حدیث از وے در کتاب ہائے خود روایت نہ کردہ اند و رسم روایت حدیث از وے بطریق ثقات جاری نہ شد و آں دیگر شخصے ست کہ اہل نقل اتفاق دارند برآنکہ چوں حدیث روایت او ثابت شد بدرجہ اعلیٰ صحت رسید''

"حاصل کلام یہ ہے کہ عظیم المرتبت امام کہ ان کے علم نے تمام عالم کا احاطہ کر لیا ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد۔ یہ بعد کے دو امام، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے شاگرد اور ان کے علوم سے فیض یاب ہونے والے ہیں۔ اور تبع تابعین کے دور کے صرف امام ابوحنیفہ اور امام مالک ہیں۔ وہ امام کہ جن سے رؤس المحدثین، مثلاً احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے اپنی کتابوں میں ایک روایت بھی نقل نہیں کی ہے اور ثقات کی طرح روایت حدیث کا طریقہ ان سے جاری نہ ہوا اور دوسرے امام وہ ہیں جن پر اہل نقل کا اتفاق ہے کہ جو حدیث ان سے ثابت ہے وہ صحت کے بلند ترین مقام تک پہنچ گئی ہے۔"

شاہ صاحب کی عبارت میں دو مضمون قابل غور اور لائق توجہ ہیں۔ ایک یہ کہ امام ابوحنیفہ سے رؤس محدثین نے ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ معتبر راویوں سے ان کی روایت جاری نہیں ہوئی۔

اول مضمون اگر صحیح بھی ہو "وعندی فیہ نظر کما استعرفہ"

"میرے نزدیک یہ قابل غور ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا۔"

تو اس سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تضعیف ہرگز لازم نہیں آتی۔ ہزاروں ثقہ راوی ہیں کہ بعض نے ان سے روایت کی ہے اور بعض نے نہیں کی ہے۔ کسی ایک کی ترک روایت سے تضعیف کا اثبات محض ایک غلط خیال ہے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی جا سکتی اور اگر دوسرا مضمون صحیح مان لیا جائے تو اس سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایت معتبر واسطہ سے جاری نہیں ہوئی۔ نہ یہ کہ خود وہ ضعیف تھے۔ دیکھیے صدہا سنن و مسانید و معاجم ہیں جن کے مؤلف خود ثقہ ہیں مگر مثل مؤطا کے ان کی حدیثیں معتبر واسطہ سے مروی نہیں تو کیا اس وجہ سے وہ ضعیف کہے جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔

مسند امام شافعی، مسند امام احمد، مسند ابویعلی، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن دارمی، معجم طبرانی، صغیر و کبیر وغیرہا کو دیکھو طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی کتابیں ہیں۔ ان میں ضعاف

روایتیں بھری ہیں۔ مگر باوجود اس کے ان کے موثقین غیر ثقہ نہیں سمجھے جاتے۔ در حقیقت شاہ صاحب کی عبارت سے غلط مضمون اخذ کیا گیا ہے ورنہ مولانا دہلوی کی عبارت سے ہرگز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی۔

ثانیا: تقریب وتہذیب التہذیب اور خلاصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نسائی وترمذی کے راوی ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں۔

پس یہ دعویٰ کہ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت نہیں کی سرے سے غلط ہے۔

تنبیہ:

واضح ہو کہ مصفی کی ترتیب وتہذیب حضرت شاہ صاحب نے خود نہیں کی تھی بلکہ مسودات غیر مرتب چھوڑ کر مولانا نے رحلت فرمائی۔ وفات کے پانچ چھ ماہ بعد آپ کے تلمیذ خاص مولانا محمد عاشق صاحب نے اس کو مرتب کیا ہے جیسا کہ اس امر کو خود مولوی صاحب موصوف نے کتاب کے اخیر میں لکھ دیا ہے۔

لہٰذا یہ مضمون کہ اصحاب صحاح ستہ نے امام صاحب سے روایت نہیں کی اگرچہ مصفی میں موجود ہے چونکہ معنی غلط ہے ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ مولانا دہلوی کے قلم سے نہ نکلا ہوگا شاید مرتب کتاب سے غلطی ہوگئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ثالثا: مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب فیوض الحرمین ص ۴۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

"عرفني رسول الله ﷺ ان المذهب الحنفي طريقة انيقة هي اوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونقحت في زمان البخاري واصحابه"

" مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایسا عمدہ طریقہ ہے جو سنت معروفہ سے بہت موافق ہے جس کو امام بخاری وغیرہ کے زمانہ میں وضاحت کے ساتھ جمع کیا گیا۔"

مقام غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مولانا ممدوح کو یوں تلقین فرمائی کہ مذہب حنفیہ

میں ایسا عمدہ طریقہ ہے جو سنت معروفہ کے ساتھ موافق تر ہے۔ باوجود اس کے مولانا ممدوح امام صاحب کو متروک الحدیث کیوں فرمائیں گے۔ کھینچ تان کر جس قدر جرحیں امام ہمام ابوحنیفہ پر نقل کی جاتی ہیں ان کا تفصیلی جواب ہم لکھ چکے ہیں۔

باقی ان کے علاوہ مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، وکیع بن الجراح، عمرو الناقد ابن القطان، ابواسحاق الفرازی، طاؤس، زہری، ہشام بن عروہ، جلال الدین سیوطی اور عبدالرؤف منادی کے نام فہرست میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ کے سئ الحفظ اور ضعیف کہنے والوں کی تعداد بڑھائی جاتی ہے۔ یہ بجز اظہار حسد اور مغالطہ دہی کے اور کچھ نہیں ہے۔

اب ہم معترضین کے چند مشہور اقوال نقل کر کے ان کا بھی رد کرتے ہیں تاکہ معترضین کی عبادت تعصب اور حسد امام صاحب کے ساتھ ظاہر ہو جائے۔

اعتراض نمبر ۱۴:

کہا جاتا ہے کہ ابوداؤد ص ۳۵ ج ۲ میں ہے:

"قال ابو علی سمعت ابا داؤد یقول لیس بحدیث اهل الکوفة نور"

"ابوعلی نے فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سے سنا کہ وہ فرماتے تھے اہل کوفہ کی حدیث میں نور نہیں ہے۔"

جواب:

اس عبارت سے نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تضعیف ثابت ہوتی ہے اور نہ کسی کوفی کی۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام احمد ایک خاص حدیث من ادعی الی غیر ابیہ جو بواسطہ ابوعثمان مروی ہے۔ اس میں سماع کی تصریح ہے کیوں کہ یہ حدیث بلفظ حدثنی مروی ہے اور کوفہ کے لوگوں نے اس حدیث میں سماع کی تصریح نہیں کی ہے۔ امام احمد اسی کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں کی یعنی کوفیوں کی یہ حدیث من حیث السماع روشن اور واضح نہیں ہے بھلا اس عبارت کو جرح سے کیا تعلق ہے؟

ثــانیــاً: اگر اس خیال کو صحیح فرض کر لیا جائے تو پھر اس عبارت سے تمام اہل کوفہ کی

تضعیف ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ بخاری، مسلم، مسند احمد، سنن اربعہ، دار قطنی، مسند شافعی اور موطا امام مالک میں کوئی ہزار راوی کوفی ہیں جیسا کہ اسماء الرجال سے ثابت ہے۔ پس تمام کتابیں حدیث کی حسب خیال معترضین ردی اور ضعیف ٹھہریں گے۔

ثالثاً: اگر معترضین کے نزدیک اہل کوفہ کے سب کے سب ضعیف ہیں، تو امام احمد نے اہل کوفہ کی بعض اسانید کو اصح الاسانید کیوں فرمادیا، ملاحظہ ہو۔ تدریب الراوی ص ۳۳۔

"قال عبد الله بن احمد عن ابيه ليس بالكوفة اصح من هذا الاسناد يحيى بن سعيد القطان عن سفيان الثوری عن سليمان التيمی عن الحارث بن سويد عن علی رضی اللہ عنہ"

"عبداللہ بن احمد نے اپنے والد کا قول نقل فرمایا ہے کہ اسناد اہل کوفہ میں یہ سند سب سے زیادہ صحیح ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان نے روایت کیا کہ سفیان ثوری سے، انہوں نے سلیمان تیمی سے، انہوں نے حارث بن سوید سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے"

رابعاً: حدیث نبوی سے امام ابوحنیفہ اور اویس قرنی کی تعریف ثابت ہے حالانکہ یہ لوگ کوفی تھے۔ چنانچہ حافظ سیوطی تبییض الصحیفہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"قد بشر ﷺ بالامام ابی حنيفة فی الحديث الذی اخرجه ابو نعيم فی الحلية عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس فهذا اصل صحيح يعتمد عليه فی البشارة والفضيلة"

"رسول اللہ ﷺ نے امام ابوحنیفہ کے لیے اس حدیث میں بشارت سنائی ہے جس کو ابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر بھی ہوگا تو اس کو فارس کے بعض لوگ حاصل کرلیں گے۔ یہ بشارت وفضیلت کے سلسلہ میں بہت صحیح اصل ہے اور قابل اعتماد ہے۔"

اور سیوطی کے شاگرد محمد بن یوسف دمشقی شافعی نے لکھا ہے:

"وما جزم به شيخنا من ان ابا حنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس مبلغه احد"

"ہمارے شیخ نے جو اس حدیث سے امام ابو حنیفہ کو مراد لیا ہے وہ بلاشبہ بالکل صحیح ظاہر ہے اس لیے کہ ابناء فارس میں امام ابو حنیفہ کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچا"

اور حافظ ابن حجر شافعی خیرات حسان ص ۱۶ میں لکھتے ہیں:

"ومما يصح الاستدلال به على عظم شان ابي حنيفة رحمه الله ما روى عنهﷺ قال ترفع زينة الدنيا سنة خمسين و مائة"

"وہ روایت جس سے امام ابو حنیفہ کی عظمت شان پر استدلال کیا جا سکتا ہے، وہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی زینت ایک سو پچاس سال تک بلند ہوتی رہے گی۔"

اب حضرت اویس قرنی کی مدح میں روایت ملاحظہ ہو "الفیہ" میں ہے:

"والقرني اولياء اهل الكوفة" "حضرت اویس قرنی کوفہ کے ولی تھے"

سخاوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وصوب المصنف القائلين باويس بحديث عمر رضی اللہ عنہ سمعت رسول الله ﷺ يقول ان خير التابعين رجل يقال له اويس"

"حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے قائلین اویس کی مصنف نے تصدیق کی ہے۔ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ تابعین میں بہترین شخص وہ ہیں جن کا نام اویس ہے۔"

اور خود امام احمد نے بھی اپنی مسند میں اس حدیث کا اخراج کیا ہے۔

اب بنظر انصاف دیکھا جائے کہ خود امام احمد اپنی مسند میں حدیث نبوی ﷺ سے بعض اہل کوفہ کی مدح و تعریف ثابت کر رہے ہیں تو پھر وہ تمام اہل کوفہ کو ضعیف اور غیر معتبر کیونکر کہیں گے۔ ایسے اعتراضات سے شرم کرنی چاہیے کسی نے خوب کہا ہے:

رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم
کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

اعتراض نمبر ۱۵:

کہا جاتا ہے کہ تدریب الراوی میں ص ۳۳ پر ہے:

"قال المالك اذا خرج الحديث من الحجاز انقطع نخاعه"

''امام مالک نے فرمایا کہ حدیث جب حجاز سے نکل جاتی ہے تو اس کا مغز منقطع ہو جاتا ہے۔''

اعتراض نمبر ۱۶:

اور امام شافعی کا قول ہے:

"اذا لم يوجد للحديث من الحجاز اصل ذهب نخاعه"

''جب کسی حدیث کا ثبوت حجاز سے نہ ملے تو اس کا مغز جاتا رہتا ہے۔''

اعتراض نمبر ۱۷:

اور طاؤس نے کہا ہے:

"از حدثك العراقى مائة حديث فاطرح تسعة و تسعين و كن من الباقى فى شك"

''اگر تجھ سے کوئی عراقی سو حدیثیں بیان کرے تو اس میں سے ننانوے حدیثوں کو پھینک دے اور ایک میں مشکوک رہ''

اعتراض نمبر ۱۸:

اور زہری نے کہا ہے:

"ان فى حديث اهل الكوفة زغلا كثيرا"

''اور اہل کوفہ کی حدیث میں بہت دھوکہ ہے۔''

اعتراض نمبر ۱۹:

اور خطیب نے کہا ہے:

"ان رواياتهم كثيرة الزغل قليلة السلامة من العلل"

"اہل کوفہ کی روایتیں دھوکے سے بھری ہوتی ہیں اور کمزوری سے بہت کم محفوظ ہوتی ہیں۔"

جواب:

ان پانچ اعتراضات کا اکٹھا جواب ملاحظہ فرمائیں:

ان اقوال سے نہ ابوحنیفہ کی تضعیف ثابت ہوتی ہے اور نہ کسی عراقی اور نہ کوفی کی اور نہ باقاعدہ اصول یہ جرح کے اقوال ہیں۔ خاص خاص مواقع پر خاص وجوہ کی بنا پر ان حضرات نے یہ باتیں لکھی ہیں۔

اگر حسب خیال معترض یہ جرح کے کلمات ہیں تو دنیا سے حدیث کا نام مٹ جائے گا۔ کیوں کہ حسب قول امام مالک و امام شافعی ہر حدیث کی اصل مکہ مدینہ سے ملنی چاہیے اور حسب قول زہری عراقی یعنی بصری و کوفی اور بغدادی وغیرہم کی روایات فی صدی ایک ہی قابل اعتبار ہوگی اور حسب قول ہشام بن عروہ عراقی کی فی ہزار نو سو نوے احادیث متروک اور دس احادیث محتمل الصحۃ ہوں گی کمافی تدریب الراوی

"وقال هشام بن عروة اذا حدثك العراقي بالف حديث فالق تسع مائة و تسعين و كن من الباقي في شك"

"ہشام بن عروہ نے کہا کہ اگر تجھ سے کوئی عراقی ایک ہزار حدیثیں بیان کرے تو ان میں نو سو نوے کو ترک کر دے اور دس حدیثوں میں مشکوک رہ۔"

اب معترضین اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر احادیث کی جانچ کریں جتنی کتابیں احادیث کی موجود ہیں۔ مثلاً بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی، موطا امام مالک اور سنن دارمی وغیرہا میں سے خاص حجاز کی روایات انتخاب کریں اور سب روایات چھوڑ دیں۔ پھر حجاز کی روایتوں میں اگر کوئی راوی بصری، کوفی، بغدادی ہو تو اس کو چھوڑ دیں۔

پھر ان احادیث میں اگر کوئی ایسا راوی ہو کہ اس پر کسی قسم کی جرح کسی سے منقول ہو تو اس کو بھی چھوڑ دیں۔ اس کے بعد دیکھیں کہ ان کے ہاتھ میں کتنی حدیثیں صحیح باقی رہتی

ہیں؟
ہمارے خیال میں نماز روزہ کی احادیث بھی ان کے پاس باقی نہ رہیں گی تو پھر اہل حدیث کا لقب بھی کذب صریح اور غلط ہوگا۔ نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عراق میں ہزاروں صحابہ موجود تھے۔
"کما قال ابن الهمام لان الصحابة انتشرت فی البلاد خصوصًا العراق"
''ابن ہمام نے فرمایا کہ صحابہ مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے تھے خصوصاً عراق میں۔''
"قال العجلی فی تاریخه نزل الکوفة الف و خمسین مائة من الصحابة"
''عجلی نے اپنی تاریخ میں فرمایا ہے کہ کوفہ میں پندرہ سو صحابہ قیام پذیر ہو گئے تھے۔''
انصاف کرنا چاہیے کہ جس جگہ ڈیڑھ ہزار صحابہ موجود ہوں اور شب و روز قال اللہ و قال الرسول کا ذکر ہو وہاں کے لوگ حدیث سے ناواقف کیونکر ہو سکتے ہیں اور ان کی روایت محض عراقی و کوفی ہونے کی وجہ سے کیوں متروک ہوگی؟

اعتراض نمبر ۲۰:

کہا جاتا ہے کہ قیام اللیل ص ۱۲۳ میں ہے:
"قال ابن المبارك كان ابو حنيفة يتيما فی الحديث"
''ابن المبارک نے کہا امام ابوحنیفہ حدیث میں یتیم تھے۔''

جواب:

یہ کوئی کلمہ جرح کا نہیں ہے اور نہ امام صاحب کی اس سے تضعیف ثابت ہوتی ہے کیوں کہ یتیم کے معنی محاورہ میں یکتا اور بے نظیر کے بھی آتے ہیں۔
صحاح ص ۳۳۹ ج ۲ میں ہے:
"و كل شیء مفرد بغير نظيره فهو يتيم فقال درة يتيمة"
''ہر وہ چیز جس کا ثانی نہ ہو وہ یتیم کہلاتی ہے اس لیے درۃ یتیمہ کہا جاتا ہے۔''
"قال الاصمعی اليتيم الرملة المنفردة قال و كل منفرد و منفردة عند

العرب يتيم و يتيمة"

"اصمعی نے کہا: یتیم ریت کے ایک اکیلے ذرہ کو کہتے ہیں اور کہا ہر اکیلی چیز کو یتیم کہا جاتا ہے۔"

پس عبداللہ بن مبارک کے قول کا یہ مطلب ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں یکتا اور بے نظیر تھے چنانچہ اس کی تائید خود ابن مبارک کے دوسرے قول سے ہوتی ہے۔

مناقب کردری ص ۲۲۹ ج ۱ میں ہے:

"عن المبارك قال اغلب على الناس بالحفظ و الفقه و الصيانة و الديانة وشدة الورع"

"ابن مبارک نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ حافظہ، فقہ، علم، پرہیزگاری اور دیانت اور تقویٰ میں سب لوگوں پر غالب تھے۔"

عبداللہ بن مبارک امام صاحب کے شاگرد تھے۔ انہوں نے حضرت امام اعظم کی بہت زیادہ تعریفیں کی ہیں۔ مناقب موفق ابن احمد مکی ص ۵۱ ج ۲ میں ہے۔ سوید بن نصر کہتے ہیں:

"سمعت ابن المبارك يقول لا تقولوا رأى ابى حنيفة و لكن قولوا تفسير الحديث"

"ابن مبارک فرماتے تھے یہ نہ کہو کہ یہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث تفسیر ہے۔"

"وايضا فيه قال المحروم من لم يكن له حظ من ابى حنيفة"

"نیز فرمایا جس نے امام صاحب سے کچھ حاصل نہیں کیا وہ محروم ہے۔"

"وايضا قال عبد الله بن المبارك هاتوا فى العلماء مثل ابى حنيفة و الا دعونا ولا تعذبونا"

"عبداللہ بن مبارک نے فرمایا تمام علماء میں امام ابوحنیفہ جیسا کوئی عالم پیش کرو ورنہ ہمیں چھوڑ دو اور ہمیں نہ ستاؤ۔"

"وایضا قال علیکم بالاثر ولابد للاثر من ابی حنیفۃ، یعرف بہ تاویل الاحادیث ومعناہ"

"نیز فرمایا: تمہارے اوپر حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اور حدیث کے سمجھنے کے لیے امام ابو حنیفہ کا قول ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعہ حدیث کی صحیح تاویل اور معنی معلوم ہو جائیں گے۔"

اور بہت سے اقوال عبداللہ بن مبارک کے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں شائع اور کتابوں میں مذکور ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ معترض نے جو عبداللہ بن مبارک کو جارح امام صاحب سمجھا ہے یہ محض نفس پرستی اور غلط فہمی ہے۔

ثانیاً: بر تقدیر تسلیم ممکن ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے یہ کلمہ اس وقت فرمایا ہو جب امام صاحب علم کلام کی طرف زیادہ مائل تھے اور علم حدیث وفقہ کا زیادہ اشتغال نہ رہا ہو۔ اور امام صاحب کی تعریفیں اور ان کی تعدیل وتوثیق جو عبداللہ بن مبارک نے کی ہے وہ اس وقت کی ہوں جب کہ امام صاحب محدث وفقیہ ہو چکے تھے۔ لہٰذا عبداللہ بن مبارک کے دونوں قول صحیح ہو سکتے ہیں اور امام صاحب پر کوئی حرف بھی نہیں آتا۔

اعتراض نمبر۲۱:

کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کو حدیث میں چنداں دخل نہ تھا۔ کل سترہ حدیثیں جانتے تھے۔ تاریخ ابن خلدون میں ہے فابو حنیفۃ یقال بلغت روایتہ الی سبع عشرۃ حدیثا.

جواب:

ابن خلدون نے کسی مجہول شخص کا قول نقل کیا ہے جو غلط اور بدیہی البطلان ہے۔ جیسا کہ تعبیر لفظ یقال ضعف مقولہ پر دال ہے۔ اور اسی جگہ صراحتاً یہ بھی مذکور ہے۔

"وقد تقول بعض المتعصبین ان منہم من کان قلیل بضاعۃ فی الحدیث ولا سبیل ہذا المعتقد فی کبار الائمۃ لان الشریعۃ انما

تو خذ من الکتاب والسنۃ. الخ"

درحقیقت امام صاحب کو ہزاروں احادیث اور ہزاروں آثار صحابہ معلوم تھے۔ مگر آپ نے چونکہ اشرف علم فقہ کو زیادہ اپنایا۔ اس میں انہوں نے تدوین فرمائی اور وہ مقنن اور مدون تھے اس لیے فقیہ مشہور ہوئے اور چونکہ محدث الفاظ حدیث کا ذمہ دار ہوتا ہے اور فقیہ معانی احادیث کو زیادہ جانتا ہے۔ اور استنباط مسائل کرتا ہے اس لیے اس کا مرتبہ زیادہ ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے باب غسل میت میں لکھا ہے "اور یہی فقہاء نے فرمایا اور وہ حدیث کے معانی کو زیادہ جانتے ہیں" امام صاحب کو امام ذہبی نے حفاظت حدیث اور محدثین کے طبقہ خامسہ میں شمار کیا ہے جس طرح بہت سے صحابہ و تابعین اور محدثین حدیث کو بشکل حدیث بہت کم بیان کرتے تھے۔ بلکہ بشکل مسئلہ بیان کرتے تھے۔ اسی طرح امام صاحب نے بھی احادیث کو بشکل حدیث بیان نہیں کیا۔ البتہ مسائل مستنبط من الاحادیث کو بکثرت بیان کیا ہے۔ دوسرے قلیل الروایت ہونا قلیل العلم پر ہرگز دال نہیں۔ دیکھیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق نواب صدیق حسن خاں صاحب تقصار میں لکھتے ہیں کہ:

"ہشت حدیث از وے مروی است"

"ان سے صرف آٹھ حدیثیں مروی ہیں"

اعتراض نمبر۲۲:

کہا جاتا ہے کہ امام صاحب حدیث صحیح پر قیاس کو مقدم کر دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے محدثین ائمہ فن نے ان کو امام اصحاب الرائے لکھا ہے۔

جواب:

اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ حدیث کو بالائے طاق رکھ کر محض قیاس سے کام لیتے تھے تو یہ محض غلط ہے۔ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین کا مصداق کامل بنایا تھا اس لیے آپ کتاب و سنت کے معانی و مطالب کے سمجھنے میں عقل و قیاس کو بہت زیادہ دخل دیتے تھے اور ہر

پہلو اور اسلوب اچھی طرح دیکھ لیتے تھے۔ دین کے بارے میں عقلاء زمانہ کے امام تھے۔
علامہ ابن الاثیر نے ان کی تعریف میں امام اصحاب الرائے لکھا ہے۔
آپ کے احسن الرائے ہونے میں تو کچھ کلام ہی نہیں ہے۔ بڑے بڑے نقاد رجال نے آپ کی رائے کی تعریف کی ہے۔ علامہ ذہبی نے اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اور دوسرے علماء نے اپنی تالیفات میں یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے:
"سمعت یحیی بن سعید القطان یقول لانکذب علی اللہ ما سمعنا احسن من رائی ابی حنیفۃ"
"یحییٰ بن سعید القطان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہرگز جھوٹ نہیں بولوں گا حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی رائے سے بہتر ہم نے کسی کی رائے نہیں دیکھی۔"

اعتراض نمبر ۲۳:

قلت عربیت: مخالفین نے امام ہمام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کو عربی بہت کم آتی تھی۔ چنانچہ اس میں ابن خلکان کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ جب ابو عمر نحوی نے امام صاحب سے پوچھا کہ کیا قاتل بالقتل پر قصاص ہے۔ تب امام صاحب نے فرمایا "لا لو رماہ باباقبیس" کہنا چاہیے تھا "بابی قبیس بالجر ذکر باباقبیس بالنصب۔

جواب:

غور فرمایئے کہ عراق کوفہ کا مرکز رہا ہے بڑے بڑے تمام نحوی وہیں ہوئے ہیں۔ ہزار ہا صحابہ وہاں وارد ہوئے جو فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کا نشو و نما ان کی تربیت و تعلیم سب اسی ماحول میں ہوئی۔ بڑے بڑے نحو و لغت کے ائمہ خود امام صاحب کے تلامذہ میں تھے۔ پھر نہ معلوم کس طرح امام صاحب کی قلت عربیت کو منسوب کر دیا گیا۔
درحقیقت امام صاحب عربیت کے بھی پیشوا اور امام تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابو سعید سیرافی، ابو علی قاری اور ابن جنی جیسے ماہرین عربیت نے باب الایمان میں امام

صاحب کے الفاظ کی شرح کے لیے کتابیں تالیف فرمائی ہیں اور لغتِ عربیہ پر آپ کی وسعت نظر اور وافر اطلاع پر اظہار تعجب کیا ہے۔

امام ابوبکر رازی نے لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے اشعار حضرت امام شافعی کے مقابلے میں زیادہ لطیف اور فصیح ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جودت شعر بغیر بلاغت کے ممکن نہیں۔ (مناقب کردری ج ص ۹)

امام صاحب پر قلت عربیت کا اعتراض کرنے والوں نے آپ کی طرف جو کلمہ رماہا ابا قبیس منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ بابی قبیس بالجر ہونا چاہیے تھا اور امام صاحب نے بابا قبیس بالنصب کہا جو قاعدہ کے بالکل خلاف ہے۔ کیوں کہ با حروف جارہ میں سے ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ کلمہ امام صاحب سے کسی کتاب میں قابل اعتماد سند سے ثابت نہیں اور بالفرض صحیح بھی ہو تو بعض قبائل عرب کی وجہ سے کوفیوں کی لغت میں اب کا استعمال جب غیر ضمیر متکلم کی طرف ہو تو تمام احوال میں الف کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی قبیل سے یہ مشہور شعر بھی ہے:

ان اباھا وابا اباھا

قد بلغا فی المجد غایتاھا

بے شک اس کے والد اور دادا دونوں

بزرگوں کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گئے

ظاہر ہے کہ امام صاحب بھی کوفی تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی لغت بھی یہی ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ انہوں نے انت ابا جہل فرمایا نیز ابا قبیس اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے۔ اور ابو سعید سیرافی نے کہا کہ یہاں امام صاحب کی مراد یہی ہو سکتی ہے نہ کہ جبل ابی قبیس جیسا کہ معترضین نے سمجھا ہے۔

(ماخوذ تقلید ائمہ اور مقام امام ابو حنیفہ)

اجوبة اللطيفه

عن بعض ردود

ابن ابی شیبۃ علیٰ ابی حنیفۃؒ

مصنف

حضرتِ مولانا سید احمد حسن سنبھلیؒ

ناشر

بیرجی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

برادران اسلام! ملت حنیف کی تکمیل کا اعلان آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور اس کی تمکین خلافت راشدہ کے ذریعہ ہوئی اور اس کی تدوین ائمہ اربعہ نے فرمائی۔ تدوین میں اولیت کا سہرا اور باب ہونے کا شرف حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کو نصیب ہوا۔ اسی لیے آپ ابوحنیفہ کہلائے۔ باقی ائمہ آپ کے خوشہ چین بنے۔ خیر القرون میں ہی آپ کی فقہ کو شہرت عام بجائے دوام کی دولت ملی۔ آپ کے مقلدین نے فتوحات کے ذریعہ اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع تر بنایا۔ ساری دنیا میں قرآن وحدیث اور اسلامی احکام آپ کے مقلدین ہی ذریعے پہنچے۔ آپ کے فقہی مسائل میں اختلاف بھی کیا گیا اس سلسلہ میں حافظ ابوبکر بن شیبہ کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ کا ایک باب بھی پیش کیا جاتا ہے۔ اس باب میں ۱۲۵ مسائل درج ہیں۔

(۱) جن میں سے نصف کے قریب تقریباً ۶۵ وہ مسائل ہیں جن میں دونوں طرف احادیث ہیں۔ امام صاحب نے ایک حدیث کو راجح قرار دیا تو حافظ صاحب نے دوسری کو۔ یہ ظاہر ہے کہ امام اعظم نہ صرف فقیہ بلکہ فقہا کے باب ہیں۔ اور حافظ صاحب کو کسی اہل فن نے طبقات فقہاء میں ذکر نہیں فرمایا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ خوش وخرم رکھے اس بندہ کو جس نے میری بات (حدیث) سنی اور خوب یاد کی پھر وہ بات ان لوگوں کو سنائی جنہوں نے (براہ راست مجھ سے) نہیں سنی تھی۔ کیوں کہ بسا اوقات خود حامل فقہ کو فقاہت حاصل نہیں ہوتی۔ اور بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ حامل فقہ اعلیٰ درجہ کا فقیہ نہیں ہوتا اور وہ اس طریقہ سے اس کو پہنچادے گا جو فقیہ تر ہوگا (دارمی ج ۱ ص ۷۵)

اس حدیث سے رہنمائی ملی کہ جب فقیہ اور محدث میں اختلاف ہو تو فقیہ تر کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا۔ چنانچہ امت میں تواتر اور توارث سے امام صاحب کی

تقلید جاری رہی۔ حافظ صاحب کی تقلید کسی نے نہ کی۔

باقی تقریباً ساٹھ مسائل کو ہم پانچ حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱ تقریباً بارہ مسائل وہ ہیں جن میں امام صاحب کی دلیل قرآن کی آیت ہے اور حافظ صاحب نے مقابلہ میں خبر واحد پیش فرمائی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فیصلہ یہ ہے کہ جو حدیث کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ میری طرف سے نہیں۔

(دار قطنی ج ۲ ص ۲۰۸، مفتاح الجنہ ج ۲ ص ۲۱)

۲...... حافظ صاحب نے تقریباً ۱۲ مسائل ایسے لکھے ہیں جن میں امام صاحب کے سنت مشہورہ ہے اور حافظ صاحب کے پاس خبر واحد اور آنحضرت ﷺ کا فیصلہ ہے کہ اگر حدیث میری سنت کے خلاف ہو تو وہ میری طرف سے نہیں۔ (ایضاً)

۳...... تقریباً بارہ مسائل میں امام صاحب اور حافظ صاحب میں اختلاف فہم ہے امام اعمش فرماتے ہیں کہ فقہا طبیب ہیں اور حفاظ پنساری۔ امام ترمذی فرماتے ہیں فقہا معانی حدیث کے زیادہ عالم ہیں۔

۴...... تقریباً بارہ مسائل وہ لکھے ہیں جو امام صاحب سے ثابت ہی نہیں بلکہ بعض میں متداول کتب فقہ میں ان کے خلاف درج ہے حافظ صاحب نے ان مسائل کا کوئی حوالہ یا سند بیان نہیں فرمائی۔

۵...... تقریباً بارہ مسائل وہ ہیں جو کتب فقہ حنفی میں درج تو ہیں لیکن غیر مفتی بہا ہیں۔ ان کے غیر مفتی بہا ہونے کی مختلف وجوہ ہو سکتی ہیں۔ یا امام صاحب سے قوی ثبوت نہیں یا حالات زمانہ کے بدلنے سے دوسرے قول پر فتویٰ دیا گیا یا ضعف دلیل کی وجہ سے اسے غیر مفتی بہ قرار دیا گیا۔

اگر بفرض محال ہم یہ بھی مان لیں کہ ان بارہ مسائل میں امام صاحب کی دلیل کمزور ہے اور آپ سے خطا ہوئی ہے تو بھی امام صاحب کا صواب خطا کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ عنایہ شرح ہدایہ میں امام صاحب کے مسائل کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار درج ہے۔ تو گویا تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار مسائل میں صواب کے بعد ایک مسئلہ میں

خطا ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر مجتہد صواب کو پہنچے تو دو اجر اگر خطا ہو جائے تو ایک اجر ضرور ملتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

معلوم ہوا کہ اگر مجتہد معصوم نہیں لیکن اس پر طعن بھی نہیں ہو سکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں مجتہد کو اجر عطا فرما رہے ہیں اور مقلدین پر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان کے ہاں ان مسائل پر عمل نہیں، کیوں کہ غیر مفتیٰ بہا ہیں۔

یہ حافظ صاحب کے اعتراضات کا مختصر حال تھا اسی لیے حافظ صاحب کے سال وفات ۲۳۵ھ سے ۱۳۳۵ھ تک تقریباً گیارہ سو سال تک حنفیت ہی دنیا بھر میں معمول بہ رہی کسی ایک حنفی کے دل میں بھی شک پیدا نہ ہوا اور حافظ صاحب کا یہ باب گوشہ گمنامی میں پڑا رہا۔

علامہ صالحی، علامہ عبدالقادر قرشی، شیخ قاسم بن قطلو بغا، شیخ زاہد کوثری نے ان اعتراضات کے تفصیلی جوابات تحریر فرمائے۔ ہندوستان میں انگریزی حکومت قائم ہوئی تو ذہنی آوارگی، مادر پدر آزادی دین بیزاری اور دینی بے راہ روی کی تاریک آندھیاں چلیں جنہوں نے غیر مقلدیت کا روپ دھار لیا تو انہوں نے حافظ صاحب کی کتاب کے بارہ میں عجیب متضاد انداز اختیار کیا اس کتاب سے احادیث رسول اللہ ﷺ پیش کی جائیں تو ماننے سے صاف انکار کر دیتے ہیں کہ یہ طبقہ ثالثہ کی کتاب ہے اس کی احادیث غیر معتبر ہیں۔ یہ کتاب رطب و یابس کا مجموعہ ہے اس کتاب سے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ کے ارشادات پیش کیے جائیں تو یہ کہہ کر ٹال جاتے ہیں کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ (معاذ اللہ) خلاف حدیث رسول ﷺ عمل کرتے تھے۔ لیکن اس کتاب کے جس باب میں امام صاحب پر اعتراضات ہیں، اس باب کو وحی آسمانی سمجھتے ہیں۔

امام صاحب پر حافظ نے جو اعتراضات کیے ہیں وہ ان اعتراضات کے مقابلہ میں بہت کم ہیں جو دیگر اکابر پر کیے گئے۔ مثلاً بقول علامہ سیوطی صحیح بخاری میں کل احادیث ۲۵۱۳ ہیں جن میں سے ۲۲۰ پر امام دارقطنی نے اعتراض کیا ہے۔ گویا ہر بارہویں

ـدیث قابل اعتراض ہے۔ امام ابوحاتم نے تاریخ بخاری کے بارہ میں ۷۷۰ راویوں
کے بارہ میں امام بخاری کی خطا بیان فرمائی ہے ایسے علمی مناقشات کو عوام میں لا کر امام
بخاری کی عظمت کے بارہ میں شبہات پیدا کرنا جس طرح کوئی دینی خدمت نہیں ہے۔
ایسے ہی غیر مفتی بہا اور غیر معمول بہا اقوال پر اعتراض کر کے فقہ کے خلاف وساوس
پیدا کرنا بھی کوئی دینی خدمت نہیں ہے۔

ان ۱۲۵ مسائل میں کتاب الطہارات ۱۲، کتاب الصلوٰۃ ۳۳، کتاب الصوم ۸، کتاب
الحج ۸، کتاب النکاح ۹۲، کتاب البیوع ۱۷، کتاب السیر ۲، کتاب الحدود ۸، کتاب
القصاص ۵، کتاب الشہادت ۲، کتاب الکراہیۃ ۸، اور مسائل منثورہ ۱۰ ہیں۔ مسئلہ
رفع الیدین اور قرأت خلف الامام جن پر غیر مقلدین آج کل بہت شور مچاتے ہیں۔
ان کو حافظ صاحب نے خلاف حدیث مسائل میں ذکر نہیں کیا۔

بعض حضرات کا یہ خیال بھی ہے کہ یہ باب حافظ صاحب کا نہیں ہے کسی نے بعد میں
ان کی کتاب میں شامل کر دیا ہے کیوں کہ جن مسائل کو حافظ صاحب نے خلاف
حدیث کہا ہے ان میں سے اکثر مسائل کی احادیث خود مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود
ہیں۔ حافظ صاحب کا حافظہ اتنا کمزور نہ تھا کہ وہ خود حدیث لکھتے پھر اس مسئلہ کو خلاف
حدیث فرماتے۔ نیز حافظ صاحب کی کتاب ابواب فقہیہ کی ترتیب سے مرتب ہے
اب کہ یہ باب نہایت غیر مرتب اور بے ترتیب ہے۔ غیر مقلدین کو امام اعظم سے
اس قدر دشمنی ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے اس باب کو شائع کرنے کے لیے اس کی
تلاش میں سینکڑوں میل کا سفر کر کے اسے لائے اور صرف اسی باب کو ہندوستان میں
شائع کیا۔ حالانکہ ان کا فرض تھا کہ جب حنفی بار بار ان کا جواب دے چکے ہیں تو اب
اس کا جواب الجواب لکھتے۔

سابقہ جوابات چونکہ عربی زبان میں تھے اور غیر مقلدین نے وہ اعتراضات اردو
زبان میں شائع کئے تا کہ اردو خواں حضرات کے دل میں وسوسے پیدا کر کے ان کو
فقہ سے بیزار کیا جائے۔ اس لیے حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ نے

اردو میں جوابات تحریر فرمائے۔ یہ رسالہ عرصہ سے نایاب تھا۔ عزیزم سید مشتاق علی شاہ مالک عمری کتب خانہ گوجرانوالہ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس گوہر شب تاب کو شائع فرمایا تا کہ لوگ وساوس کا شکار ہونے سے بچیں اور فقہ حنفی کی روشنی میں سنت رسول ﷺ پر عمل اور اس کے احیاء کے لیے کوشش کریں۔ سید مشتاق علی شاہ صاحب میں احیاء سنت اور عظمت اسلاف کا جو جذبہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ مزید برکت عطا فرمائیں۔

محمد امین صفدر اوکاڑوی
۳۰/۱۱/۱۹۸۸ء

تقریظ دل پذیر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر نے ان اوراق کو دیکھا تحقیق و
انصاف وادب سے مملو پایا فجزی اللہ تعالیٰ مولفها
وهداه اللہ تعالیٰ الفرقة التی الفت لها و انا العبد
الحقیر اشرف علی عفی عنه الصغیر والکبیر
والیوم سلخ ذی الحجة ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین و آلہٖ واخوانہ من النبیین والملئکۃ المعصومین اما بعد

خادم کتاب اللہ تعالیٰ وسنت رسول اللہ ﷺ سید احمد حسن سنبھلی حال مقیم تھانہ بھون ضلع مظفر نگر اہل اسلام کی خدمت میں عارض مدعا ہے کہ اس زمانہ میں جو آزادی پھیلی ہے اور اس کا جو برا اثر ہوا ہے حاجت بیان نہیں گویا کہ ہر شخص کا جدا مذہب ہے اور ہر متنفس کی مستقل رائے ہے نہ بحکم وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ اقتدا ائمہ حقہ کا خیال ہے اور نہ بحکم مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ علمائے متاخرین کا ادب پاس ہے۔ فیاحسرتی والی اللہ المشتکی آمدم بر سر مطلب شعبان ۱۳۲۳ھ میں ایک رسالہ مسماۃ بکتاب الردّ علی ابی حنیفۃ من المصنف لابی بکر بن ابی شیبۃ نظر سے گزرا جس میں مقتدائے آفاق خادم سنت سید الابرار ﷺ مصداق خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

امام الائمہ حضرت نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ پر اعتراضات کا ہجوم کیا گیا ہے اور تفریق جماعت مسلمین کے لیے اس زمانہ میں اس کو مع ترجمہ شائع کیا ہے حالانکہ حضرت حافظ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کی غرض جن کی طرف یہ رسالہ منسوب ہے یہ ہرگز نہ تھی جو اس زمانہ کے متشددین نے ان کی اشاعت میں مقصود رکھی ہے۔ بلکہ انہوں نے تو سادہ طور پر اظہار حق کے لیے جو ان کے نزدیک راجح تھا بیان کر دیا ہے گو اس راجح کا فی الواقع وعند غیر المعترض راجح اور مسلم ہونا اور نیز حضرت حافظ رحمہ اللہ کا اس اظہار میں خطا ونسیان سے بری رہنا ضرور نہیں۔ چنانچہ اس رسالہ میں جو لغزشیں واقع ہوئی ہیں ان کی تحقیق سے ناظرین پر امر واقعی اور حقانیت امام الائمہ ابوحنیفہ کی بخوبی روشن ہو جاوے گی۔ پس بنظر رفاہ عام اظہار حق احقر نے حسب ارشاد قطب الاقطاب مجدد امت حکیم ملت۔ مرشدی ومولائی

حافظ حاجی قاری مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم اس رسالہ کے جواب کا قصد کیا ہے اور بالفعل بوجہ عدیم الفرصتی اس رسالہ کے دس سوالوں کا جواب بطور نمونہ ہدیہ ناظرین منصفین ہے اور باقی سوالات کا جواب احیاء السنن (۱) میں دیا جاوے گا جو کہ ایک مطول رسالہ احکام ثابتہ بالحدیث میں تحریر کیا جا رہا ہے۔ اس وقت ناظرین بحکم مشتے نمونہ از خروارے اسی پر کفایت فرماویں واللہ المستعان حق تعالیٰ اس رسالہ کو مقبول اور نافع فرماویں۔ واضح رہے کہ فی زمانہ جو طریق مناظرہ کا ہے وہ حقیقت میں مکابرہ ہے احقر اس سے قطع نظر کر کے باتباع سلف صالحین اس رسالہ میں طریق مناظرہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ سے کام لے گا اور چونکہ احقر کو زیادہ مشغولی خدمت حدیث شریف میں رہتی ہے اور حضرات محدثین محققین اور حفاظ ناقدین کے علوم مبارکہ سے مستفید ہوتا رہتا ہوں اس لیے ان حضرات کے ساتھ احقر کو خاص محبت ہے بحکم جبلت القلوب علی حب من احسن الیہا و بغض من اساء الیہا (۲)

اور ان کے ساتھ خاص ادب ملحوظ رکھتا ہوں۔ بحکم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ لیکن اسی طرح اور اسی اعتبار سے حضرات حکمائے ملت فقہائے امت سے بھی یہی تعلق ہے لہٰذا اس رسالہ میں نہایت انصاف و ادب بہر دو فریق ملحوظ رکھوں گا مجھے محض مدافعت فتنہ اور مسلمانوں کی جماعت کو تفریق سے بچانا مقصود ہے نہ کہ نفسانیت سے کینہ کا غبار نکالنا اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا ناظرین بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ اصل رسالہ میں جس ترتیب سے اعتراضات ہیں وہی ترتیب جوابات میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ نیز اصل رسالہ کی عبارت پہلے بقدر ضرورت اس رسالہ میں درج کی جاوے گی

---

(۱) اعلاء السنن سے پہلے اس کا نام احیاء السنن تجویز ہوا تھا۔ یہاں پر اس کا ذکر ہو رہا ہے اس سے مراد اعلاء السنن ہے جو ۲۲ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

(۲) رواہ العلامہ ولی اللہ مرفوعا بسند صحیح ۱۲ منہ ۲ رواہ الشاہ ولی اللہ مرفوعا بسند صحیح و رواہ الامام احمد و الترمذی ایضاً۔

پھر جواب کی تقریر کی جاوے گی اور اس رسالہ میں حضرت امام حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ کی بخطاب حافظ صاحب اور امام ابوحنیفہ کو بلقب امام صاحب یاد کیا جاوے گا۔

اہل کتاب پر حدِ رجم کا نفاذ

(۱) ان النبی ﷺ رجم یھودیا یھودیة ترجمہ: نبی ﷺ نے ایک یہودی اور یہودن کو سنگ سار کیا۔ اس حدیث کی روایت کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں وذکر ان ابا حنیفة قال لیس علیھما رجم ترجمہ: اور کہا جاتا ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا ہے یہودی اور یہودن سنگ سار نہ کیے جاویں۔ یہ اعتراض ہے حافظ صاحب کا کہ حدیث میں تو یہود و یہودن کا سنگ سار ہونا وارد ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے تو امام صاحب نے حدیث کی مخالفت کی۔ جواب بطور تمہید پہلے یہ سمجھ لینا ضرور ہے کہ محض اتباع الفاظ سے کامیابی نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ تفقہ اور جمع احادیث واردہ فی الباب وقواعد شرعیہ کلیہ ملحوظ نظر نہ ہوں۔ اسی لیے حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔ "من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین" یعنی جس کے ساتھ حق تعالیٰ کو بھلائی کرنا منظور ہوتا ہے اس کو دین کا فہم (وفقاہت) عنایت فرماتے ہیں۔ اب اصل مطلب بیان کیا جاتا ہے سو غور سے سنئے کہ اس باب میں چند احادیث وارد ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)......"روی الامام اسحٰق بن راھویہ (شیخ البخاری) اخبرنا عبد العزیز بن محمد (الدراوردی شیخ الامام الشافعی) ثنا عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن انتھی قال اسحاق رفعہ مرة فقال عن رسول اللہ ﷺ و وقفہ مرة انتھی (زیلعی ج۲ ص۸٤)

اس حدیث شریف کی رجال بخاری شریف کے رجال ہیں اور سند صحیح ہے جیسا کہ دار قطنی نے اس کو موقوفاً صحیح کہا ہے کما فی الزیلعی ایضا لیکن قواعد اصول حدیث کے موافق یہ حدیث مرفوعاً بھی صحیح ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے "فی فتح القدیر قال فی

العناية ولفظ اسحٰق كما تراه ليس فيه رجوع و انما ذكر عن الراوى انه مرة رفعه و مرة اخرجه مخرج الفتوىٰ فلم يرفعه ولا شك ان مثله بعد صحة الطريق اليه محكوم برفعه على ما هو المختار فى علم الحديث من انه اذا تعارض الرفع والوقف حكم بالرفع اھ ص۲۴ ج ۲ مصری(۱)

اس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں جب اختلاف ہو اور سند میں ضعف نہ ہو تو اس حدیث کے مرفوع ہونے کو ترجیح دی جاتی ہے اور یہی قول مختار ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مبرہن ہو چکا ہے۔ "وقال النووى نحوه وهى لمشهورة وفى الزيلعى عن ابن القطان واذا رفعه الثقة لم يضره وقف من وقفه ص۸۴ ج۲ و فى الزيلعى بعد نقل حديث اسحٰق هذا وهذا لفظ اسحٰق بن راهويه فى مسنده كما تراه ليس فيه رجوع وانما احال التردد على الراوى فى رفعه وقفه اھ ص۸۴ ج ۲۔

یہ گفتگو تو حدیث کی اسناد کے متعلق تھی جس سے بحمد اللہ تعالیٰ حدیث کا مرفوع صحیح متصل ہونا ثابت ہو گیا اب اس کا حاصل ترجمہ ملاحظہ فرمائیے سو وہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مشرک محصن نہیں ہے اور رجم میں احصان کا مشروط ہونا حدیث مشہور سے ثابت ہے اور حدیث مشہور سے زیادت علی الکتاب ہو سکتی ہے كما حقق فى موضعه ولا يخفى على العالم اور وہ حدیث یہ ہے "عن عثمان انه اشرف عليهم يوم الدار فقال انشدكم بالله اتعلمون ان رسول الله قال لا يحل دم امرئ مسلم الا باحدى ثلث زنا بعد احصان

---

(۱) جواب عن قول الدار قطنى لم يرفعه غير اسحٰق بن راهويه و يقال انه رجع عن ذلك والصواب انه موقوف وهذا لقول نقله فى فتح القدير والزيلعى ۱۲ منه.

وارتداد بعد اسلام وقتل نفس بغیر حق قالوا اللهم نعم فلام تقتلوا في الحديث اخرجه الترمذي في الفتن والنسائي في تحريم الدم وابن ماجة في الحدود وقال الترمذي حديث حسن ورواه بسند السنن احمد في مسنده والحاكم في المستدرك وقال حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه اخرجه في الحدود وروى الشافعي في مسنده نحوه ومن طريقه البيهقي وروى البزار نحو لفظ الشافعي وقال قد روى هذا الحديث عن عثمان من غير هذا الوجه و روى ابوداؤد عن عائشة مرفوعًا نحوه وروى الائمة الستة عن عبدالله بن مسعود مرفوعا لا يحل دم امرى مسلم الا باحدى ثلث الثيب الزاني والنفس بالنفس والتارك لدينة الفارق للجماعة انتهى محصلاً ما في الزيلعي ص۹۷ ج۲۔ یہ حدیث بطرق کثیرۃ روایت کی گئی ہے اور کثرت طرق سے درجہ شہرت کو پہنچ گئی ہے۔

قال المحقق ابن الهمام في فتح القدير ما محصله ان الحديث مشهور قطعي الثبوت بالتظافر والقبول ص۱۳ ج۵۔

ان احادیث سے حلت دم مسلم کے اسباب میں سے ایک سبب زنا بعد الاحصان مذکور ہے پس رجم میں احصان کا مشروط ہونا لازم ہوا۔ اور اس سزا میں درمیان مسلم اور کافر کے شرعا کوئی تفریق نہیں کی گئی لہٰذا عموم باقی رہے گا اور نیل الاوطار میں ہے:

"وقد بالغ ابن عبد البر فنقل الاتفاق على ان شرط الاحصان الموجب للرجم هو الاسلام وتعقب بان الشافعي واحمد لايشترطان ذلك"

(ص۹ ج۷)

حاصل ترجمہ کا یہ ہے کہ حافظ ابوعمرو بن عبدالبر نے رجم میں اسلام کی مشروط ہونے پر اتفاق واجماع نقل کیا ہے لیکن امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک رجم میں اسلام شرط نہیں اس لیے نقل اتفاق بھی غیر صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اتفاق سے مراد اکثر امت کا

اتفاق سے دو اماموں کا خلاف گویا کالعدم ہے اور اس قول سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ امام صاحب کا مذہب اس مسئلہ میں امت کے اکثر مذہب کے موافق ہے اگر کہا جاوے کہ قول نبوی ﷺ سے رجم مسلم میں احصان کا مشروط ہونا معلوم ہوا اور فعل نبوی ﷺ سے کافر کا مرجوم ہونا ثابت ہوا لہٰذا مجموعہ سے یہ ثابت ہوا کہ رجم مسلم میں احصان شرط ہے اور کافر محصن نہیں لیکن رجم کا اہل ہے تو اس قول کا پہلا جواب یہ ہے کہ کلام سے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ ذمی اور مسلم کا معاملات کے باب میں ایک حکم ہے اور جہاں کوئی حکم خاص ہے وہاں صریح دلیل بھی ہے اور وہ حکم خاص اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے لہٰذا اس کلیہ کو بغیر دلیل قوی محض احتمالی بنا پر نہیں ترک کیا جا سکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ قول مقدم ہوتا ہے فعل پر جیسا کہ اصول میں یہ قاعدہ مبرہن ہے پس یہاں بھی اس قاعدہ کی بنا پر فعل مرجوح قرار دیا جاوے گا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اور شریعت نے اس کا اہتمام کیا ہے کہ جب تک نہایت اعلیٰ درجہ کا ثبوت بہم نہ پہنچے اس وقت تک حد نہ قائم کی جاوے جس سے معلوم ہوا کہ تقلیل اقامتِ حدود مقصود ہے جس میں بندوں پر نہایت شفقت اور بقائے عالم ملحوظ رکھا گیا ہے اور احادیث ذیل میں مدافعت حدود کا امر بھی وارد ہوا ہے۔"فی الجامع الصغیر مرفوعا و موقوفا و مرسلاً بسند حسن ادرؤا الحدود بالشبہات واقیلوا الکرام عثراتھم الا فی حد من حدود اللہ تعالٰی والمرسل والموقوف صدرہ ومرفوع کلہ (ص۱۲ ج۱) وفیہ ایضا بسند صحیح ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبیلہ فان الامام لان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبۃ (ص۱۲ ج۱) وفی النیل بسند صحیح موقوفا عن عمر رضی اللہ عنہ اور والحدود بالشبہات.

(ص۱۹ ج۷)

چوتھا جواب یہ ہے کہ احصان کی حاجت سوائے رجم کے اور جگہ ہے نہیں پھر مشرک

سے احصان کی نفی کے کیا معنی پس معلوم ہوا ہے کہ رجم کی نفی کے لیے احصان کی نفی مشرک سے کی گئی ہے۔ غرض اس وقت تک امام کی دلیل کا بیان تھا اور بخوبی ثابت ہو گیا کہ رجم میں احصان شرط ہے اور احصان مشرک اور کافر میں متحقق نہیں ہو سکتا پس کفار کا رجم بھی جائز نہیں اور گو حدیث میں مشرک کا لفظ ہے لیکن مطلق کافر بھی اسی میں داخل ہے "وهو ظاهر ولعدم القائل بالفصل كما قد عمم المشركين غير المشركين من الكفار ايضا في قوله تعالى ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا الآية هو مشهور" اب حافظ صاحب نے اس حدیث کو نہایت اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور ائمہ ستہ نے مختصرا و مطولا اس حدیث کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "ففي الزيلعي اخرجه الائمة الستة عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مختصرًا و مطوّلاً ان اليهود جاؤا الى النبي ﷺ فذكروا ان رجلا منهم وامرأة زنيا فقال لهم رسول الله ﷺ ما تجدون في التوراة في شان الزنا فقالوا نفضحهم ويجلدون فقال عبدالله بن سلام رضی اللہ عنہ كذبتم ان فيها الرجم فأتوا بالتوراة فنشروها فجعل احدهم يده على آية الرجم ثم جعل يقرأ ما قبلها و مابعدها فقال له عبدالله بن سلام ارفع يدك فرفعها فاذا فيها آية الرجم فقالوا صدق يا محمد فيها آية الرجم فامر بهما رسول الله ﷺ فرجما اه (ص ۸۴ ج ۲)

سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہود نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی اور یہودن کے زنا کا قصہ بیان کیا تھا اور اقامت حکم کی درخواست کی تھی سو آپ نے ان سے تورات کا حکم دریافت فرمایا انہوں نے اصلی حکم پوشیدہ رکھا اور اس جگہ غلط حکم بیان کر دیا لیکن حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابی نے جو تورات کے بہت بڑے عالم تھے تورات کا اصلی حکم تورات میں ہی دکھلا دیا اور ان (یہود) لوگوں نے بھی اس کی تصدیق کی پس جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے موافق رجم کا حکم دیا اور وہ دونوں زانی سنگسار کیے گئے۔ صاحبو یہ حدیث صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ حکم موافق

... دیا گیا تھا اور ابتدائے اسلام میں جناب رسول کریم ﷺ اہل کتاب کے
... موافقت پسند فرمایا کرتے تھے ایسے امور میں کہ جن کے احکام آپ کی
... میں وارد نہ ہوئے تھے پھر جب اسلام کی ترقی ہوئی تو آپ ان کی مخالفت پسند
... تھے چنانچہ فتح الباری میں ہے: "وقد کان ﷺ یحب موافقة اهل
الکتاب فیما لم یؤمر فیه بشیء ولا سیما اذا کان فیما یخالف فیه اهل
الاوثان فلما فتحت مکة واشتهر امر الاسلام اذا کان فیما یخالف فیه
اهل الاوثان فلما فتحت مکة واشتهر امر الاسلام حسب مخالفة اهل
الکتاب ایضا کما ثبت فی الصحیح (ص۲۱۲، ۲۱۳ ج۴)
اور اس موافقت اہل کتاب کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں اول یہ کہ اس میں تالیف
... اہل کتاب کی مطلوب تھی جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا تو اس کی حاجت نہ رہی
... یہ کہ تورات وانجیل کتب سابقہ منزلہ من اللہ تعالیٰ تھیں اس لیے جب تک کوئی
... کتاب نازل نہ ہو کلاً یا بعضاً یا کوئی وحی جدید نہ آوے اس وقت تک ان پر
... کتاب اللہ پر عمل کرتا تھا۔ پس آپ اس وجہ سے ان امور میں ان کی موافقت
... تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر جب اسلام کو ترقی ہوئی اور احکام اسلام نازل
... یہ بھی ایک فرد ہے ترقی اسلام کی تو آپ کو اس موافقت کی حاجت نہ رہی اس
... دوسری کتاب یعنی قرآن مجید یا مطلق وحی پر عمل فرمانے لگے جس کو مخالفت اہل
... سے تعبیر کیا گیا ہے اور زیلعی کے اسی صفحہ مذکورہ میں ابوداؤد سے جس میں ایک
... مجہول ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے جس میں یہ بھی ہے "حین
قدم رسول اللہ ﷺ المدینة" جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قصہ ابتدائے قدوم
... ﷺ مدینہ منورہ میں واقع ہوا تھا اور یہ قول تائید کے لیے کافی ہے کیوں کہ سند
... رجل مجہول کا ہونا ضعف سند کا باعث ہے اور ضعاف سے تائید کا ہونا مسلم ہے اس
... اس سے اقل درجہ احتمال تو ثابت ہو ہی جاوے گا جو خصم کے بدم استدلال کے
... ہے پس امام صاحب کے استدلال میں جو حدیث مسند اسحٰق بن راہویہ سے

نقل کی گئی ہے وہ آپ کے اس فعل کی جو ابتدائے قدوم مدینہ میں واقع ہوا تھا نا
کیوں کہ یہ آپ کی شریعت کا حکم ہے اور وہ تورات کا حکم تھا اور آپ کی شریعت ا
شرائع سابقہ ہے اور زیلعی میں بروایت عمر ؓ صحیح ابن حبان جو نقل کیا ہے کہ
النبی ﷺ رجم یهودیین قد احصنا" یعنی حضور ﷺ نے دو یہودیوں کو سنگ
سار فرمایا جو محصن تھے۔

تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود کفر و شرک کے ان میں احصان کی صفت
سو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس کی سند کا مفصل حال معلوم نہیں اور صحاح کی حدیث
میں یہ زیادت نہیں ہے دوسرے اگر صحیح بھی ہو تو یہ جواب ہے کہ قبل ورود حدیث الخ
کفار و مشرکین میں بھی صفت احصان شرعاً معتبر تھی اور بعد ورود حدیث یہ اعتبار منسوخ
ہو گیا نیز احصان کے معنی بعض بعض نصوص میں بمعنی مطلق منکوح کے ہیں کما قال
تعالیٰ محصنین غیر مسافحین پس اس روایت میں یہ معنی ہوں گے اور اہل
حدیث میں یہ معنی ممکن نہیں کیوں کہ شرک اور نکاح میں تنافی نہیں الحمد للہ حمداً کثیراً
امام صاحب کا مذہب بدلیل قوی ثابت ہو گیا اور حافظ صاحب کے اعتراض کا جواب
بھی خوب محقق ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ امام صاحب کے موافق اکثر ائمہ
محدثین رحمہم اللہ ہے۔

اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کا حکم

۲......ان النبی ﷺ قال لا یصلی فی اعطان الابل ترجمہ: نبی ﷺ نے
فرمایا کہ اونٹوں کی نشست گاہوں میں نماز نہ پڑھی جاوے۔ اس حدیث کو ترمذی نے
ان لفظوں سے روایت کیا ہے "لا تصلوا فی اعطان الابل ثم قال حسن
صحیح" یہ حافظ صاحب کا دوسرا اعتراض ہے کہ حدیث میں "صلوۃ فی اعطان
الابل" سے نہی وارد ہوئی ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کچھ مضائقہ نہیں چنانچہ
حافظ صاحب اس مضمون کی چند احادیث تحریر فرما کر لکھتے ہیں "و ذکر ان ابا حنیفۃ
قال لا باس بذلک"

جواب یہ ہے کہ حافظ صاحب نے امام صاحب کا مذہب غلط نقل فرمایا کیوں کہ امام صاحب کے نزدیک بھی اعطان الابل میں نماز مکروہ ہے اور خبر واحد سے کراہت ہی ثابت ہوتی ہے حرمت کے لیے دلیل قطعی درکار ہے اور وہ یہاں معدوم ہے چنانچہ منیۃ المستملی میں یہ کراہت مذکور ہے "وتکرہ الصلوٰۃ فی طریق العامۃ وفی معاطن الابل الخ" ۳۴۹ یہ ہے مذہب امام صاحب کا، حافظ صاحب کو مناسب تھا کہ امام صاحب کے مذہب کی سند بیان فرماتے پھر اعتراض کرتے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ امام صاحب نے لاباس ہی فرمایا تو اس لفظ سے حرمت کی نفی مقصود ہوگی نہ کراہت کی۔

مال غنیمت میں گھڑ سوار کا حصہ

۳ "عن النبی ﷺ انہ قسم للفرس سھمین وللرجال سھمًا"

ترجمہ: نبی ﷺ نے گھوڑے کے دو حصے دیے اور سوار کا ایک حصہ یہ حدیث صحاح میں بالفاظ مختلفہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان لفظوں سے مروی ہے: "جعل للفرس سھمین ولصاحبہ سھمًا کما فی الزیلعی (ص۱۲۲ ج۲)" اس حدیث کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں "وذکر ان ابا حنیفۃ قال سھم للفرس وسھم لصاحبہ" یعنی کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے فرمایا ایک حصہ گھوڑے کا دیا جاوے اور ایک حصہ سوار کا یہ تیسرا اعتراض ہے۔ سو اول امام صاحب کی دلیل نقل کی جاتی ہے پھر اس معارضہ بین الحدیثین کو رفع کیا جاوے گا اور حافظ صاحب کے اعتراض کا جواب دیا جاوے گا۔

حدثنا عبداللہ بن محمد بن اسحٰق المروزی ومحمد بن علی بن ابی رابۃ قال حدثنا احمد بن عبدالجبار حدثنا یونس بن بکیر عن عبدالرحمٰن بن امین عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ کان تقسیم للفارس سھمین وللرجل سھمًا رواہ الدار قطنی فی کتاب المؤتلف والمختلف (فتح القدیر ص۲۳۶ ج۵) حدثنا محمد بن عیسٰی نا

مجمع بن یعقوب بن مجمع بن یزید الانصاری قال سمعت ابی یعقوب بن المجمع یذکر عن عمه عبدالرحمن بن یزید الانصاری عن عمه مجمع بن جاریة الانصاری قال وکان احد القراء الذین قرؤا القرآن قال شهدنا الحدیبیة الی ان قال فقسمها رسول الله ﷺ علی ثمانیة عشر سهمًا وکان الجیش الفا وخمس مائة فیهم ثلث مائة فارس فاعطی الفارس سهمین واعطی الرجل سهمًا

(رواه ابو داؤد ج۲ ص۱۹ مجتبائی دهلی)"

پہلی حدیث کے رجال کا حال مندرجہ ذیل ہے عبداللہ بن اسحٰق المروزی کو تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ نسائی نے عمل الیوم واللیلہ میں ان سے روایت کی ہے اور ان کے باب میں جرح و تعدیل کسی سے نقل نہیں کی اور اس حدیث میں دار قطنی نے ان سے روایت کی ہے پس دو شخصوں نے جب ان سے روایت کی تو جہالت مرتفع ہو گئی سو یہ معروف شمار ہوں گے جیسا کہ قاعدہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے اور محمد بن علی بن ابی رؤبہ باوجود تتبع کے مجھے نہیں ملے اور ان کی حاجت بھی نہیں اس لیے کہ عبداللہ بن محمد کافی ہیں نیز باوجود ان کا حال معلوم نہ ہونے کے یہ ثقہ ہیں باقاعدہ ابن حبان اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مجہول شخص سے ثقہ راوی ہو اور اس شخص نے بھی ثقہ سے روایت کی ہو اور حدیث منکر نہ ہو تو وہ مجہول شخص بھی ثقہ سمجھا جاتا ہے۔ "کما نقله النیموی فی التعلیق الحسن عن الحافظ السیوطی فی تدریب الراوی" سو چونکہ دار قطنی جو ان سے راوی ہیں وہ ثقہ ہیں اور احمد بن عبدالجبار بھی جن سے یہ روایت کرتے ہیں ثقہ ہیں علی اختلاف فیہ پس یہ بھی ثقہ ہوئے اور حدیث منکر نہیں ہے کیوں کہ اس کے بعد احقر جو حدیث ذکر کرے گا وہ اس کی متابع ہو سکتی ہے اور احمد بن عبدالجبار کو تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے اور بعضوں سے توثیق اور بعضوں سے جرح نقل کی ہے اور ایسا اختلاف مضر نہیں "کما حققناه فی احیاء السنن ولا یخفی ذلک علی من له نظر وسیع فی

لحدیث واصولہ" اور یونس بن بکیر کو بھی تہذیب التہذیب میں بطریق مذکور
لیہ ذکر کیا ہے بعض نے ان کو ثقہ کہا ہے اور بعض نے ان میں کلام کیا ہے اور
دالرحمن بن امین کو "لسان المیزان" میں عبدالرحمن بن یامین کے عنوان سے نقل کیا
ہے اور کہا ہے کہ ابن حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے اور یہ تابعی ہیں اور ان کے باپ کا نام
بہ تحقیق دارقطنی امین ہے نہ کہ یامین اور بعض سے جرح بھی نقل کی ہے اور معلوم ہو
ہا ہے کہ یہ جرح غیر مضر ہے (فائدہ) جاننا چاہیے کہ اگر اس اختلاف فی الجرح
والتعدیل کا اعتبار کیا جاوے تو خود بخاری ومسلم اور ان کے رواۃ بھی سالم نہ رہیں گے
اور اول حدیث الا ماشاء اللہ قابل عمل نہ رہے گی۔ اس کا اعتبار اسی وجہ سے محدثین
متقدمین نے نہیں کیا سو سلامتی اسی میں ہے کہ ایک محقق ثقہ محدث نے جس کی توثیق کر
دی وہ ثقہ ہے ہاں مختلف فیہ سند سے کوئی متفق علیہ سند معارض ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو تب
البتہ وہ غیر مجروح سند مقدم کی جاوے گی۔ وَھُوَ ظَاھِرٌ یہاں تک بحمد اللہ تعالیٰ اس سند
کے رجال کا ثقات ہونا اور سند کا محتج بہ ہونا ثابت ہوگیا اب ترجمہ کیا جاتا ہے کہ
جناب رسول مقبول ﷺ نے پیادہ کو ایک حصہ اور گھوڑے سوار کو دو حصے مرحمت فرمائے
اور یہی امام صاحب کا مذہب ہے دوسری حدیث کے رجال کا حال سنیے محمد بن عیسیٰ ثقہ
ہیں اور بخاری ومسلم نے ان سے روایت کی ہے اور گو ان میں بعض نے کلام کیا ہے کما
فی تہذیب التہذیب لیکن حسب قاعدہ بالا واختلاف غیر مضر ہے ورنہ بخاری ومسلم کی
احادیث بھی مجروح ہوں گی حالانکہ یہ دونوں کتابیں اصح کتب حدیث ہیں اور مجمع بن
یعقوب الخ کو ابن القطان نے ثقہ کہا ہے کما فی الزیلعی ج ۲ ص ۱۳۵۔ علوی اور
ابن القطان نے مجہول کہہ کر ان کو حدیث کی علت ٹھہرایا ہے اور عبارت ان کی
اصل مذکورہ میں یہ ہے "وعلة هذا الحديث الجهل بحال يعقوب بن
مجمع ولا يعرف روى عنه غير ابنه" لیکن تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ
ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ علم جہل پر مقدم ہے پس ابن
حبان کا قول مقدم ہوگا جیسا کہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے اور عبارت تہذیب

التہذیب کی یہ ہے "وعنه (اي روى عنه) ابنه مجمع و ابن ابن ابنه ابراهيم بن اسمعيل بن مجمع و عبدالعزيز بن عبيد بن صهيب ذكره ابن حبان في الثقات" (ج ۱۱ ص ۲۹۵ مطبوع حیدر آباد)

اور عبدالرحمٰن بن یزید کو ابن القطان نے رواۃ بخاری سے کہا ہے کما فی الزیلعی فی الصفحۃ المذکورۃ پس اس سند کے بھی رجال ثقات ہیں علی اختلاف فی بعضہم اور سند تیسری یہ ہے وہو غیر معتبر اور اس حدیث میں وہی مضمون ہے جو حدیث گزشتہ میں بیان ہوا ہے احادیث دلیل ہیں امام صاحب کے مذہب کی اس مسئلہ میں۔ اب رہا اس حدیث کا جواب جس کو حافظ صاحب نے نقل کیا ہے سو یہ امر واجب ہے کہ تابمقدور کسی حدیث کو متروک نہ کیا جاوے اور تطبیق بین الاحادیث کی جاوے پس یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک تنفیل پر محمول ہے اور اس حمل کی تائید حضرت سلمہ بن الاکوع کے قصہ سے ہوتی ہے کہ ان کو جناب رسول اللہ ﷺ نے باوجود پیادہ ہونے کے دو حصے مرحمت فرمائے تھے اور یہ قصہ صحیح مسلم میں ہے حالانکہ استحقاق ان کا ایک حصہ کا تھا سو یہ تخصیص تھی ان کی جیسا کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے اور وہ فی الزیلعی ج ۲ ص ۱۳۷۔ اور جن احادیث سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے اور وہ اصل استحقاق پر محمول ہیں اور یہ طریق ہے تطبیق وتفہیم احادیث کا جس کا کوئی منصف انکار نہیں کرسکتا۔

دشمن کے علاقے میں قرآن پاک لے کر جانا

(۴) "ان النبي ﷺ نهى ان يسافر بالقران الى ارض العدو مخافة ان يناله العدو" ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا دشمنوں کے ملک (یعنی دارالحرب) میں قرآن لے جانے سے کہ کہیں ایسا نہ ہو دشمن کے ہاتھ لگ جاوے (اور وہ اس کی بے تعظیمی کریں) اس روایت کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں (اور اس میں حدیث کی مخالفت ہے) اس حدیث کو مشکوۃ میں مسلم سے ان الفاظ سے نقل کیا ہے: "لا تسافروا بالقرآن فاني لا آمن ان يناله العدو"

جواب یہ ہے کہ امام صاحب کے مذہب میں اس باب میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر مسلمانوں کا لشکر عظیم ہو اور اس امر سے امن ہو کہ قرآن مجید کفار کے ہاتھ لگے تب تو وہاں لے جانا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے کمافی الہدایہ اور خبر واحد سے کراہت ہی ثابت ہوتی ہے اور خود حدیث میں نہی کی تعلیل مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم معلل ہے علت عدم امن کے ساتھ پس امام صاحب نے حدیث کی عین موافقت فرمائی ہے۔

اولاد میں سے بعض کو زیادہ عطیہ دینا

(۵) اس باب میں حافظ صاحب نے جس قدر احادیث نقل کی ہیں ان سب کا یہ حاصل ہے کہ اولاد کو جب کچھ دیا جاوے تو برابر دینا چاہیے اور واضح ہو کہ اس مسئلہ میں احادیث متعددہ صحاح میں وارد ہیں اور امر بالتو یہ سند صحیح سے ثابت ہے اس کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا ہے عدم تسویہ بین الاولاد میں مضائقہ نہیں۔

جواب یہ ہے کہ امام صاحب کے مذہب میں اس باب میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر دینے والے کا قصد اضرار کا ہو تب تو مکروہ ہے ورنہ جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ معطی اپنے مال کا مالک ہے اور ابھی تک وہ مال اس کی ملک میں ہے پس قاعدہ کلیہ شرعیہ اس امر کا مقتضی ہے کہ وہ جس کو چاہے دے لیکن بلا عذر اولاد میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا چونکہ ان کی دل شکنی کا باعث ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ تسویہ کو اختیار کرے اور تسویہ کا جو امر وارد ہوا ہے وہ استحباب پر محمول ہے اور اس مسئلہ میں امام صاحب متفرد نہیں ہیں جمہور امت کا یہ مذہب ہے کہ تسویہ مستحب اور اگر بعض کو بعض پر ترجیح دے تو یہ ہبہ صحیح ہے اور مکروہ ہے یعنی خلاف مستحب ہے چنانچہ قاضی محقق شوکانی رحمہ اللہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں "وذھب الجمھور الی ان التسویۃ مستحبۃ فان فضل بعضا صح و کرہ وحملوا الامر علی الندب و کذالک حملوا النھی الثابت فی روایۃ المسلم بلفظ ایسرك ان یکونوا لك فی البر سواء قال بلی

قال فلا اذن علی التنزیه لم اطال الکلام فیه“ اور اگر جائز اور صحیح نہ ہوتا تو آپ یہ الفاظ نہ فرماتے جو ابن حبان اور نسائی کی روایت میں ہیں کمافی المنیل اور یہ دونوں روایتیں محتج بہ ہیں۔(۱)

اور وہ لفظ یہ ہیں "فاشهد علی هذا غیری“ یعنی تم کسی اور شخص کو اس ہبہ پر گواہ کر لو ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گو خود آپ نے گواہی نہیں فرمائی مگر دوسرے کے لیے اجازت مرحمت فرمادی پس معلوم ہوا کہ جائز تو تھا اسی لیے دوسرے کو اجازت دی ورنہ معصیت کی اجازت کیسے دی جاسکتی تھی مگر چونکہ خلاف اولیٰ تھا اس لیے آپ نے خود اس سے اجتناب فرمایا جیسا بعض جنائز پر آپ خود نماز کسی مصلحت سے نہ پڑھتے تھے مگر دوسروں کو اجازت دے دیتے تھے ایسا ہی یہاں سمجھئے بس بحمد اللہ امام صاحب کا مذہب بدلیل قوی ثابت ہو گیا اور جمہور امت آپ کے موافق ہیں نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ مال مرحمت فرمایا تھا چنانچہ مؤطا امام مالک میں ہے اور دوسری اولاد کو شریک کرنا ان سے ثابت نہیں اور محض احتمال غیر ناشی عن دلیل ایسے امور میں معتبر نہیں اور طحاوی نے روایت کیا ہے "عن عمر رضی اللہ عنہ انه نحل ابنه عاصما دون سائر ولده“

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ عاصم کو عطیہ مرحمت فرمایا اور دیگر اولاد کو اس میں شریک نہ فرمایا ان اکابر خلفاء کے فعل سے بھی یہ ضرور معلوم

---

(۱) اس لیے کہ صحیح ابن حبان میں جس قدر احادیث ہیں ان کو علامہ سیوطی نے صحیح فرمایا ہے کما فی خطبته کنز العمال اور زہر الربی میں علامہ موصوف نے امام نسائی سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک مجتبیٰ یعنی سنن مشہور نسائی میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس قاعدہ سے وہ احادیث مستثنیٰ ہیں جن پر کتب مذکورہ میں ابن حبان اور نسائی نے خود کلام کیا ہے۔(ابن حبان کے متعلق علامہ سیوطی کی یہ بات صحیح نہیں۔مشتاق)

ہوا کہ حدیث مرفوع اطلاق پر محمول نہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فعل سے تو یہ امر اظہر ہے کہ ترجیح بعض اولاد کو بعض پر بغیر کسی عذر کے جائز ہے اس لیے کہ وہاں تو کوئی وجہ ترجیح کی معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں تھیں ان کے ضروری خرچ کا انتظام کافی وافی تھا پس ان کو ایسی احتیاج نہ تھی جس کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ترجیح کی حاجت ہوتی سو یہ دونوں فعل خلفاء رضی اللہ عنہم کے امام صاحب کے مذہب کے مؤید ہیں۔

مدبر غلام کو بیچنا

(۱) حدثنا ابن عيينة عن عمرو سمع جابرا رضی اللہ عنہ يقول دبر رجل من الانصار غلاما له ولم يكن له مال غيره فباعه النبي ﷺ فاشتراه النحام عبدا قبطيا مات لعام الاول في امارة ابن الزبير رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا تھا اور اس کے پاس اس غلام کے سوا اور کچھ مال نہ تھا سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فروخت فرما دیا اور اس کو نحام نے خرید لیا وہ غلام قبطی تھا جو امارت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پہلے سال مر گیا اس حدیث کی روایت کے بعد حافظ صاحب نے حسب عادت اعتراض فرمایا کہ "ذكر ان ابا حنيفة قال لا يباع" یعنی کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں مدبر کی بیع نہ کی جاوے اس حدیث کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور تصحیح و تحسین کی ہے لیکن الفاظ میں کچھ تفاوت ہے اور معنی متحد ہیں البتہ اس میں آقا کی موت کا ذکر ہے مگر اس کا تخطئہ نیشاپوری نے کیا ہے۔ کمافی الزیلعی (ج ۲ ص ۶۲) اور نیز ترمذی کی روایت میں بجائے النحام کے نعیم بن النحام ہے اور صحیحین میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔ اب احقر پہلے امام صاحب کا استدلال عدم جواز بیع مدبر پر ذکر کرتا ہے۔ پھر حافظ صاحب کے اعتراض کا جواب عرض کرے گا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح ابن القطان نے موقوفاً نقل کیا ہے "المدبر لا يباع ولا يوهب وهو حر من ثلث المال" ترجمہ: اس کا یہ ہے کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے

تہائی مال میں سے (یعنی وصیت کے حکم میں ہے) اور بعض رواۃ نے اس حدیث کو مرفوع بھی کہا ہے لیکن نقاد نے اس سند کی تضعیف کی ہے کمافی الزیلعی (ج ۲ ص ۶۲) اور قول صحابی خصوصا مالا یدرک بالرای حنیفہ کے نزدیک حجت ہے پس عدم جواز بیع کی دلیل تو یہ حدیث ہے اب رہا جواب اعتراض مذکور کا سو طرق حدیث میں نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیع رقبہ نہ تھی بلکہ بیع خدمت تھی یعنی اجارہ اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز ہے حیات مولی میں اور یہاں ایسا ہی ہوا تھا۔ چنانچہ اوپر روایت بعد الموت کا تخلط نقل ہو چکا ہے کمافی الزیلعی (ج ۲ ص ۶۲) دار قطنی کی روایت جس کو ابن القطان نے مرسل صحیح کہا ہے(۱)

کما فی الزیلعی (ج ۲ ص ۶۳) اس کی دلیل ہے اور وہ روایت یہ ہے "عن ابی جعفر قال باع رسول اللہ ﷺ خدمة المدبرة كذا في الدار القطني ج۴ ص ۴۸۲" ترجمہ یہ ہے کہ بیچ کی رسول اللہ ﷺ نے کنیزک مدبرہ کی خدمت یعنی اس پر عقد اجارہ فرمایا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ بیع بیع خدمت تھی بیع رقبہ نہ تھی پس دونوں حدیثوں میں بے تکلف تطبیق ہوگئی اگر یہ شبہ ہو کہ بعض روایات میں تصریح ہے کہ یہ بیع قرض کے سبب تھی اور وہ روایت یہ ہے "وكان محتاجا وكان عليه دين فباعه بثمان مائة درهم وقال اقض بها دينك كما في الزيلعي (ج۲ ص ۶۲) تو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بیع قرض کی وجہ سے تھی اس لیے کہ ایسی صورت میں تو غلام پر اپنی قیمت ادا کرنا کسب کر کے جس کو استسعاء کہتے ہیں لازم ہے چنانچہ زیلعی میں اس کی دلیل یہ حدیث لکھی ہے "يدل عليه ما اخرجه عبدالرزاق في مصنفه

---

(۱) مراسیل، حنفیہ اور جمہور متقدمین کے ہاں حجت ہیں اور اس سند میں بعض کا کلام کرنا جیسا کہ زیلعی میں ہے غیر مضر ہے اس لیے کہ اختلاف مخل نہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔

عن زیاد الاعرج عن النبی ﷺ فی رجل اعتق عبدہ عند الموت وترک دینا ولیس لہ مال قال یستسعی العبد فی قیمۃ انتھی ثم اخرج عن علی نحو سواء والاول مرسل یشیدہ ھذا الموقوف (ج۲ ص۶۲)"

اب رہا اس حدیث میں قرض کا ذکر ہونا تو اس میں دو احتمال ہیں: اول یہ ان صاحب کو مسئلہ معلوم نہ ہو کہ تدبیر کے بعد بھی بیع خدمت جائز ہے اور اس وجہ سے انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا ہو اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں ہے اپنا قرض اس کی بیع سے ادا کر دو اور خود ہی حضور نے بیع فرما دی تا کہ آپ کا فعل اول علی جواز بیع خدمت ہو اور دوسرا یہ احتمال ہے کہ تبرعا مالک نے یہ نیت کی ہو کہ اس غلام سے اب کوئی خدمت میں مضائقہ نہیں پس اس وجہ سے وہ غلام قرض کی وجہ سے اجارہ پر دیا گیا ہو اور اول بیع خدمت مطلقاً ہمارے نزدیک حیات مولیٰ میں جائز ہے خواہ حاجت ہو یا نہ ہو۔ ما کہ حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے بحمد اللہ تعالیٰ بہت اچھی طرح حافظ صاحب کا اعتراض دفع ہو گیا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حنیفہ کا احادیث پر کس اہتمام سے عمل ہے کہ کسی حدیث کو متروک نہیں کرتے سب پر عمل کرتے ہیں "الا اذا لم یمکن التطبیق ممکنا فیرجح بعضہ علی بعض بحسب القواعد"

مردے پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا

(۱۰) اس اعتراض میں حافظ صاحب نے مختلف احادیث دالہ علیٰ جواز تکرار صلوٰۃ بار بار روایت کی ہیں۔ جن میں بعض کی دلالت مقصود پر ظاہر ہے اور بعض کی محتمل ہے استدلال ہو نہیں سکتا سو جن احادیث کی دلالت واضح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تکرار حضور سرور عالم ﷺ سے ثابت ہے وہاں اس کی وجہ بھی ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کی نماز کی برکت سے قبر کی ظلمت یقیناً دفع ہو جاتی تھی۔ چنانچہ بخاری و مسلم نے روایت کی ہے "عن ابی ھریرۃ ؓ ان النبی ﷺ صلی علی قبر امراۃ او رجل کان یقم المسجد ثم قال ان ھذہ القبور مملوءۃ علی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلوتی علیھم کما فی

الزیلعی (ج۱ ص ۲۴۷)

اور یہ برکت کسی دوسرے میں متیقن اور ثابت نہیں پس تکرار صلوٰۃ جنازہ خصوصا نبویہ ﷺ میں سے ہے نیز بسند صحیح یہ اگر اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی عمل بعد آپ کے وفات کے ثابت ہو جاتا ہے تب بھی عموم کا قائل ہونا ممکن تھا لیکن ثابت ہی نہیں۔

ہدی کے جانور کو زخم لگانا

(۸) ان النبی ﷺ اشعر فی الایمن وسلت الدم بیدہ ترجمہ: آپ نے داہنی طرف (ہدی کے) پاچھ دیا اور خون اپنے ہاتھ سے پونچھا۔ اس حدیث کا حاصل بخاری میں مختلف روایات سے (ج ۱ ص ۲۲۹) میں مروی ہے اس روایت کے بعد حافظ صاحب نے فرمایا ہے کہا جاتا ہے ابو حنیفہ نے کہا پاچھ لگانا مثلہ ہے (اور مثلہ شرعاً ممنوع اور حرام ہے)

جواب اس کا یہ ہے کہ اصل اشعار یعنی پاچھ لگانے کو امام صاحب مکروہ نہیں فرماتے اور نہ اس کی سنیت کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس اشعار کو مکروہ فرماتے ہیں جو ایسے طور پر کیا جاوے جس سے جانور کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہو خصوصاً حجاز میں تو چونکہ عام لوگ اس باب میں احتیاط نہیں کرتے اس لیے امام صاحب نے عام لوگوں کو اس طریق پر اشعار ممانعت فرمائی ہے اور اگر باقاعدہ اشعار کیا جاوے تو سنت ہے چہ جائیکہ مکروہ ہو اور یہ محصل ہے عینی شرح بخاری وطحاوی کا حاشیہ بخاری سے۔

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا

(۹) عن ھلال بن یساف قال اخذ بیدی ھلال بن ابی الجعد فاوقفنی علی الشیخ بالرقۃ یقال لہ وابصۃ بن معبد قال صلی رجل خلف الصف وحدہ فامرہ النبی ﷺ ان یعید" ترجمہ: حضرت وابصہ بن معبد فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے ابو حنیفہ نے کہا کہ

صورت میں نماز صحیح ہو جاوے گی۔ یعنی حدیث میں اعادہ صلوٰۃ کا امر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فاسد ہوگئی تھی اسی لیے تو اعادہ کا حکم دیا گیا اور امام صاحب اس کے خلاف فرماتے ہیں پس امام صاحب کا قول حدیث شریف کے خلاف ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے بھی بالمعنی روایت کیا ہے اور تحسین کی ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لیے ہے کہ خلف صف تنہا کھڑا ہونا خلاف سنت ہے اور دلیل اس کی صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے جو نیل الاوطار سے نقل کی جاتی ہے: "عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ انه انتهى الى النبی ﷺ و هو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فذكر ذلك للنبی ﷺ فقال زادك الله حرصا ولا تعد" ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (صحابی) سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ تک پہنچے جب کہ آپ رکوع میں تھے پھر انہوں نے صف میں ملنے سے پہلے رکوع کر لیا اس کے بعد حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا (کہ میں نے ایسا کیا تھا) تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تمہاری حرص بڑھاوے (کہ نیک کاموں میں سبقت کیا کرو) لیکن پھر ایسا نہ کرنا۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے اعادہ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیا اور حالت معرض بیان میں حکم میں بیان کے ہے پس معلوم ہوا کہ نماز صحیح ہو گئی تھی اور حدیث سابق میں اعادہ کا امر ہے لہذا علماء نے دونوں حدیثوں میں اس طرح مطابقت کی ہے کہ حدیث اول کو استحباب پر محمول کیا ہے اور حدیث ثانی کو جواز و صحت صلوٰۃ پر اور یہ تطبیق بے تکلف ہے اور یہی امام صاحب کا مذہب ہے۔

حمل کا انکار کرنے پر لعان کرنا

(۱۰) حدثنا عبدة عن الاعمش عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله (ای ابن مسعود) ان النبی ﷺ لاعن بين رجل امرأة وقال عسى ان تجئ به اسود جعدا فجاءت به اسود جعدا"

نبی ﷺ نے ایک میاں بی بی میں لعان کرایا اور فرمایا قریب ہے تو کالا گھونگر والے بالوں والا بچہ جنے گی سو وہ ویسا ہی جنی۔ اس کے بعد حافظ صاحب نے اعتراض فرمایا

کہ کہا جاتا ہے ابوحنیفہ حمل کے انکار سے لعان نہیں تجویز فرماتے۔

اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں اور جواب حدیث کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو حمل کا وجود بذریعہ وحی کے متیقن ہوگیا تھا اور اسی وجہ سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ قریب ہے تو اس صفت کا بچہ جنے گی جیسا کہ ظاہر ہے اور دوسرے شخص کو اس کا علم یقینی حاصل نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ حمل نہ ہو کوئی مرض ہو اور لعان کے الفاظ نہایت شدید ہیں پس اس میں احتیاط ضروری ہے۔ اس لیے امام صاحب نے اس حدیث کو استدلال کے لیے کافی نہیں سمجھا۔ اس جواب میں کچھ مضمون طحاوی کا جوہر نقی (ج۲ ص ۱۲۸) سے منقول ہے اور کچھ احقر کا بڑھایا ہوا ہے۔

الحمد للہ العلی الوہاب کہ رسالہ ہذا آج بوقت چاشت ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ یوم جمعہ تمام ہوگیا۔ لراقم احمد حسن عفی عنہ۔

کشف الغمة

بسراج الامة

از

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہ جہاں پوری

سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند

ناشر

مہدی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله نحمده و نشكره و الصلوة و السلام على رسوله و صفيه

محمد صلى الله عليه وسلم واله وصحبه واتباعه اجمعين اما بعد

احقر زمن سید مہدی حسن بن سید محمد کاظم حسن قادری حنفی شاہ جہاں پوری غفرلہ
اللہ ولمشائخہ ارباب انصاف کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ یہ چند اوراق آپ
کے پیش نظر ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی ہو اس کی اصلاح فرمائیں۔ اور اگر صحیح ہوں
دعائے مغفرت سے یاد فرمائیں۔ ایک رسالہ جس کا نام "الجرح على ابي حنيفة"
میرے دیکھنے میں آیا جس میں سوائے بدزبانی اور بدتہذیبی کے اور کوئی علمی تحقیق
[illegible]ھی۔ گو باتیں وہی ہیں جن کا جواب بارہا ہو چکا ہے مگر ہر ایک کا طرز اور رنگ جدا
ہے اس لیے اس کے چند اقوال مع جوابوں کے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جس
سے غیر مقلدین زمانہ کا تعصب اور ہٹ دھرمی اور امام ابوحنیفہ کیساتھ جو ان کو قلبی
عداوت ہے اس کا اندازہ ہوگا۔ نیز یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان کو سلف صالحین کے
ساتھ کہاں تک محبت ہے۔ چونکہ میرے پاس چند روز تک رسالہ مذکورہ رہا اس لیے
چند اقوال کے میں نے جواب لکھے ہیں ان کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں وما توفیقی الا
باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولی ونعم النصیر.

اعتراض نمبر۱:

آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام صاحب کو من جہۃ الحفظ ضعیف کہا ہے۔ (الجرح علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۱۔۱۲)

جواب:

یہ قول محدثین پر محض افترا ہے صرف عوام کو دھوکہ میں ڈالنا اور گمراہ کرنا مقصود ہے مگر چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اپنے اوپر ہی وہ لوٹ کر آتی ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ تمام محدثین نے ان کو ضعیف کہا اور پھر ان ہی کی شاگردی بے واسطہ یا بواسطہ اختیار کی۔ اگر امام ابوحنیفہ کو ضعیف فی الحدیث مانا جائے تو جملہ محدثین کا سلسلہ حدیث ضعیف اور بے بنیاد ہوا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف رسالہ کو اس کی خبر نہیں کہ تمام محدثین کے شیخ ابوحنیفہ ہی ہیں ورنہ یہ افترا پردازی سرزد نہ ہوتی۔

ناظرین غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ وکیع بن الجراح ان کو کون نہیں جانتا کہ محدثین میں کس مرتبہ کے ہیں۔ صحاح ستہ میں ان کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ امام احمد، ابن مدینی، عبداللہ بن مبارک، اسحاق بن راہویہ، ابن معین، ابن ابی شیبہ، یحییٰ بن اکثم وغیرہ بڑے بڑے محدث فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔ مگر خود وکیع بن الجراح امام ابوحنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ ابوحنیفہ سے حدیث پڑھی اور ان ہی کے قول پر فتوے دیتے تھے۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں امام ذہبی نے تصریح کی ہے۔ اب امام بخاری کا سلسلہ حدیث بواسطہ احمد بن منیع عن وکیع امام ابوحنیفہ تک پہنچتا ہے کیوں کہ امام بخاری احمد بن منیع کے شاگرد اور احمد بن منیع وکیع بن الجراح کے شاگرد اور وکیع بن الجراح امام ابوحنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ لہٰذا ابوحنیفہ کے ضعیف ماننے سے یہ سلسلہ سند حدیث بھی ضعیف ہوگیا۔ بلکہ یہ تینوں بھی ضعیف ہوگئے اور ان کی روایت قابل اعتبار نہیں رہی۔

دوسرا سلسلہ: امام بخاری علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن المدینی وکیع بن الجراح

شاگرد اور وکیع بن الجراح امام ابوحنیفہ کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔ لہٰذا یہ سلسلہ بھی بوجہ ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کے ضعیف ہوگیا۔ بلکہ یہ تینوں صاحب بھی ضعیف ہوگئے۔ فافہم

تیسرا سلسلہ امام بخاری اور امام مسلم مکی بن ابراہیم کے شاگرد اور مکی بن ابراہیم امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

چوتھا سلسلہ سند ابوداؤد اور امام مسلم امام احمد کے شاگرد اور امام احمد فضل بن دکین ابونعیم کے شاگرد اور حافظ ابونعیم فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

پانچواں سلسلہ امام ترمذی امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری حافظ ذہلی کے شاگرد اور امام ذہلی فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

چھٹا سلسلہ امام بیہقی دارقطنی اور حاکم صاحب مستدرک کے شاگرد اور حاکم اور دارقطنی ابواحمد حاکم کے شاگرد اور ابواحمد ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاری کے شاگرد اور امام بخاری حافظ ذہلی کے شاگرد اور حافظ ذہلی فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

ساتواں سلسلہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی امام محمد بن الحسن الشیبانی کے شاگرد اور امام محمد امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ اور خود امام ابویوسف بھی ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

آٹھواں سلسلہ طبرانی اور ابن عدی ابوعوانہ کے شاگرد اور ابوعوانہ مکی بن ابراہیم کے شاگرد ہیں۔ اور مکی بن ابراہیم جو بخاری و مسلم کے استاذ ہیں ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

نواں سلسلہ ابویعلیٰ موصلی صاحب مسند یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ بن معین فضل بن دکین کے شاگرد اور فضل بن دکین ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

دسواں سلسلہ ابن خزیمہ صاحب صحیح اسحاق بن راہویہ کے شاگرد ہیں اور اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری اور امام احمد اور امام دارمی اور حافظ ذہلی فضل بن دکین کے شاگرد ہیں اور فضل بن دکین امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

ناظرین کے سامنے یہ دس سلسلے محدثین کی سند کے پیش کیے ہیں جن میں دنیا کے تمام محدث جکڑے ہوئے ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ ضعیف ہیں تو یہ محدثین بھی ضعیف ہیں اور ان کے سلسلے روایت کے بھی ضعیف ہیں۔ موقع سے اور بھی سلاسل پیش کروں گا۔ جن سے معلوم ہوگا کہ سب ہی محدث امام ابوحنیفہ کے بلا واسطہ یا بواسطہ شاگرد ہیں۔ اب چند اقوال محدثین کے امام ابوحنیفہ کے بارہ میں ملاحظہ کریں کہ ان حضرات کا امام صاحب کے بارے میں کیا خیال تھا اور ان کو کس پایہ کا سمجھتے تھے۔

(۱) علامہ صفی الدین خزرجی خلاصہ تہذیب کے صفحہ ۴۰۳ میں فرماتے ہیں:

"النعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفة امام العراق فقیه الامة عن عطاء و نافع والاعرج وطائفة وعنه ابنه حماد و زفر وابو یوسف ومحمد وطائفة وثقه ابن معین الخ"

کہ نعمان بن ثابت فارسی الاصل ہیں ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے عراق کے امام اور امت محمدیہ ﷺ کے فقیہ ہیں۔ فن حدیث کو عطاء اور نافع اور اعرج اور ایک گروہ محدثین سے حاصل کیا ہے۔ اور ابوحنیفہ سے ان کے صاحبزادہ امام حماد اور امام زفر اور امام ابویوسف اور امام محمد اور ایک جماعت محدثین نے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ان کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ اس عبارت سے چند باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اول امام ابوحنیفہ کی امامت فی العلم ثابت ہوئی جو علوم شرعیہ مختلفہ کو مستلزم ہے ورنہ بے علم امام فی الدین نہیں ہوسکتا۔ دوسرے فقاہت جس کو دین کی سمجھ کہا جاتا ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے آنحضرت ﷺ نے بایں لفظ اللھم فقهه فی الدین دعا کی ہے۔ صاحب خلاصہ کہتے ہیں کہ امت کے فقیہ تھے یعنی امت میں سب سے زیادہ دین کی سمجھ امام ابوحنیفہ کو تھی۔ جس کی وجہ سے فقیہ الامت کہلائے اور بعد صحابہ کے فلیفقه فی الدین کے فرد اکمل تھے۔ تیسرے آپ کے استاذ نافع اور عطا اور اعرج اور ایک گروہ محدثین کا تھا۔ یہاں سے وہ قول مؤلف رسالہ کا کہ ابوحنیفہ کے دو ہی

ا نا اماد اور اعمش تھے بالکل صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ چوتھے امام الجرح والتعدیل یحییٰ
ابن معین نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی شاید مؤلف رسالہ کے نزدیک ابن معین محدث نہ
ااں کے اسی بنا پر فرمایا کہ جس قدر محدث گزرے سب نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا
ہوا، اتو گریبان میں سر ڈال کر شرمانا چاہیے اور آخرت کو سنوارنا چاہیے کیوں کہ
تہمت سے آخرت برباد ہوتی ہے۔

(۲) اور حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" میں یحییٰ بن معین کا قول بروایت محمد
ابن سعد اور صالح بن محمد اسدی کے نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے

"قال محمد بن سعد سمعت يحيى بن معين يقول كان ابو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث الا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظه وقال صالح بن محمد الاسدى عن ابن معين كان ابو حنيفة ثقة في الحديث" انتهى

کہ محمد بن سعد کہتے ہیں یحییٰ بن معین کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہ ثقہ
تھے۔ وہی حدیثیں بیان کرتے تھے جن کو وہ یاد رکھتے تھے اور جو احادیث یاد نہ ہوتیں
انہیں بیان نہ کرتے تھے اور صالح بن محمد اسدی ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ
ابن معین نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے۔ اس ابن معین کے قول سے
امام صاحب کے ورع اور احتیاط پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ غایت احتیاط وتقویٰ کی
وجہ سے وہی احادیث بیان وروایت کیا کرتے تھے جو آپ کے اعلیٰ درجہ کی یاد ہوتی
تھیں۔ اگر ذرا بھی شبہ ہوتا تو اس کو نہ بیان کرتے تھے تاکہ حدیث رسول میں کذب کا
شائبہ بھی نہ ہو اور وعید احد الکاذبین میں داخل نہ ہو جائیں۔ تدبر۔

(۳) نقاد فن رجال امام ذہبی نے "تذہیب التہذیب" میں یحییٰ بن معین کا قول ان
الفاظ سے نقل کیا ہے:

"قال صالح بن محمد جزرة وغيره سمعنا يحيى بن معين يقول ابو حنيفة ثقة في الحديث وروى احمد بن محمد بن محرز عن ابن معين

لا بأس بہ" انتھی

صالح بن محمد جزرہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ اور احمد بن محمد بن محرز ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ابوحنیفہ لا باس بہ ہیں۔ اور کلمہ لا باس بہ ابن معین کی اصطلاح میں ثقہ کے معنی میں اور اس کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ علامہ ابن معین نے اپنی مختصر میں اس کی تصریح کی ہے جس کی عبارت یہ ہے "قال ابن معین اذا قلت لا بأس بہ فھو ثقة" ابن معین فرماتے ہیں کہ جب میں کسی کے بارے میں لا باس بہ کہوں تو اس کے معنی ثقہ کے ہیں۔ علامہ ابن حجر وغیرہ نے بھی اسی کی تصریح کی ہے۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں امام صاحب کے بارے میں ابن معین کا قول لا باس بہ نقل کیا ہے۔

(۳) حافظ ابوالحجاج مزی جو فن رجال کے امام مسلم الثبوت ہیں۔ تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں

"قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحیٰی بن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظه و لا یحدث بما لا یحفظه وقال صالح بن محمد الاسدی عنه کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث" انتھی

شاید یہ خیال ہو کہ ابن معین کے علاوہ اور کسی نے امام ابوحنیفہ کی توثیق نہ کی ہو تو اس کے متعلق سنیئے۔ حافظ ابن شافعی مکی اپنی کتاب خیرات الحسان کی اڑتیسویں فصل میں فرماتے ہیں:

"وقد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارك وحماد بن زید وهشام و وكیع وعباد بن العوام وجعفر بن العوام و جعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به" انتھی

علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن العوام اور جعفر بن عون

نے حدیث کی روایت کی ہے وہ ثقہ لا باس بہ تھے۔ یہ ابن مدینی وہی بخاری کے استاذ ہیں ان کے بارے میں بخاری نے یہ فرمایا ہے کہ "ما استصغرت نفسی الا عنده" میں نے اپنے آپ کو سوائے علی بن مدینی کے اور کسی کے سامنے چھوٹا نہیں سمجھا جس کو "تقریب" میں حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے و نیز ان ہی کے بارے میں "تقریب" میں یہ بھی ہے "ثقة ثبت امام اعلم اهل عصره بالحديث وعلله" پس یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ہی کی توثیق ایسی ہے گویا تمام محدثین نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کر دی کیوں کہ یہ دونوں جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ شاید مولف رسالہ کے نزدیک علی بن مدینی بھی محدث نہیں کیوں کہ انہوں نے ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے۔ افسوس ہے اس تعصب و عداوت پر۔ یہاں اتنے پر ہی کفایت کرتا ہوں آگے اقوال اور نقول بھی ان شاء اللہ پیش کروں گا جن سے مولف رسالہ کا جھوٹ معلوم ہوگا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔

اعتراض نمبر۲:

اور لطف یہ کہ امام صاحب ضعیف (الجرح علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۱۔۱۲)

جواب:

ناظرین نے ابھی معلوم کر لیا ہے کہ امام صاحب ثقہ فی الحدیث ہیں جس کو ابن معین اور ابن مدینی اور محمد بن سعد اور صالح بن محمد اسدی اور احمد بن محمد بن محرز اور ابو الحجاج مزی اور حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر العسقلانی اور حافظ ابن حجر مکی اور صفی الدین خزرجی نے تسلیم کر لیا ہے کیوں کہ ان حضرات نے ابن معین اور ابن مدینی کے قول کو نقل کر کے کسی قسم کی جرح نہیں کی اور اس پر سکوت کیا تو ضرور ہی ماننا پڑے گا کہ ان حضرات کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا ثقہ ہونا مسلم ہے اور اگر امام ذہبی کی عبارت میں جو اوپر مذکور ہو چکی ہے لفظ غیرہ اور سمعنا پر نظر غائر ڈالی جائے تو کم از کم دو فرد معدلین ابوحنیفہ میں اور بڑھ جائیں گے۔

مؤلف رسالہ نے امام ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کو مضعفین امام میں شمار کیا

ہے۔ حالانکہ امام ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں امام صاحب کے متعلق کوئی ایسا
بیان نہیں کیا جس سے وہم تضعیف بھی ہو اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں کوئی ایسا
بیان نہیں کیا جس سے تضعیف ثابت ہوتی ہو حالانکہ تقریب وہ کتاب ہے جس میں
اعدل قول نقل کرنے کا حافظ ابن حجر نے وعدہ کیا ہے اگر امام صاحب ان کے نزدیک
ضعیف ہوتے تو ضرور تضعیف کرتے لہٰذا ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی پر
محض افترا ہے کہ انہوں نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے۔ امام صاحب اور ان کی
تضعیف ثابت ہو۔ العیاذ باللہ دونہ خرط القتاد۔ ذرا تعصب کے پردہ کو اٹھا کر چشم
بصیرت سے دیکھیے۔

اعتراض نمبر ۳:

ان کے استاد ضعیف۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱۔۱۲)

جواب:

جب چیونٹی کے پر جمتے ہیں تو اس کی کم بختی آتی ہے۔ مؤلف رسالہ یہ فرمائیں کہ
عطاء، نافع، اعرج وغیرہم جو امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں یہ ضعیف ہیں۔ اگر یہی
انصاف اور حق ہے تو صحاح کی احادیث کی صحت سے ہاتھ دو بیٹھے کیوں کہ یہ صحاح
کے راوی ہیں جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں یاد آیا استاد سے مولف رسالہ کی مراد حماد بن
ابی سلیمان ہیں کیوں کہ ان ہی کو امام صاحب کے استادوں میں مولف نے شمار کیا ہے
تو ان کے متعلق سنیئے:

"حماد بن ابی سلیمان اخرج له الائمة الستة ابو اسمعیل الاشعری
الکوفی احد ائمة الفقهاء سمع انس بن مالك و تفقه بابراهیم النخعی
روی عنه سفیان وابوحنیفة وخلق تکلم فیه للارجاء ولولا ذکر ابن
عدی له فی کامله لما اوردته قال ابن عدی حماد کثیر الروایة له
غرائب وهو متماسك لاباس به وقال ابن معین وغیره ثقة مختصرًا.

(میزان ج۱ ص۲۷۹)

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں حماد بن ابی سلیمان کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ
ان کی احادیث کی تخریج ائمہ ستہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے
کی ہے۔ ان کی کنیت ابواسماعیل اشعری کوفی ہے۔ ائمہ فقہاء میں سے ایک امام یہ بھی
ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے اور فن فقہ ابراہیم نخعی سے حاصل کیا ہے۔
سفیان ثوری اور شعبہ اور ابوحنیفہ اور ایک گروہ محدثین کا فن حدیث میں ان کا شاگرد
ہے۔ ارجاء کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔ اگر ابن عدی اپنی کامل میں ان کو نہ ذکر
کرتے تو میں بھی اپنی کتاب میزان میں ان کو نہ بیان کرتا کیوں کہ ثقہ ہیں۔ (لــمـا
ذکرته انه ثقة) ابن عدی کہتے ہیں کہ حماد کثیر الروایہ ہیں۔ ہاں کچھ ان کے غرائب
بھی ہیں۔ متماسک الحدیث اور لاباس بہ ہیں۔ اور ابن معین وغیرہ نے ان کو ثقہ کہا
ہے۔ متماسک اور لاباس بہ توثیق کے الفاظ ہیں۔ لاباس بہ صدوق کے قائم مقام
ہے۔ چنانچہ ذہبی نے مقدمہ میزان میں تصریح کی ہے۔ دیکھو میزان کے صفحہ ۳ کو۔
پس جناب اب تو معلوم ہوا کہ حماد بن ابی سلیمان جو ابوحنیفہ کے شیخ ہیں ثقہ ہیں۔
اگر یہ نقول موجود نہ بھی ہوتیں تو بھی ان کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام کرنے کی گنجائش
نہ تھی۔ کیوں کہ یہ بخاری مسلم کے راوی ہیں۔ جو صحیحین کے نام سے مشہور ہیں خصوصاً
ان مقلدین کو جو اپنے آپ کو اہل حدیث اور محمدی کہتے ہیں دم زدن کا چارہ نہیں
کیوں کہ صحیحین کی روایات پر ان کا ایمان اور ان کی صحت ان کے نزدیک کالوحی
المنزل من اللہ ہے۔

ناظرین یہ ہے ان کی دیانت داری اور یہ ہے ان کا تعصب کہ ابوحنیفہ کی عداوت کی
وجہ سے یہ خیال نہ رہا کہ اگر حماد کو ہم ضعیف کہیں گے تو بخاری مسلم کی روایات پر اس
سے کیا اثر پڑے گا۔ یہ عجب نہیں تو اور کیا ہے ارجاء کے معنی کے متعلق کہیں آگے چل کر
عرض کروں گا کہ اس سے کیا مراد ہے اور اس کے کیا معنی اور کتنی قسمیں ہیں۔

اعتراض نمبر ۴:

ان کے استاذ الاستاذ ضعیف۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱۔۱۲)

جواب:

حماد کے اعتبار سے جو صاحب میزان نے بیان کیا ہے۔ امام صاحب کے استاذ الاستاذ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہوتے ہیں جو صحابی ہیں۔ ضعیف ہونے میں تو یہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے ورنہ ابھی قیامت قائم ہو جائے گی۔ کیوں کہ صحابہ تمام عدول ہیں ان میں کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن مولف رسالہ کی اس سے مراد ابراہیم نخعی ہیں کیوں کہ امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ یہ بھی ہیں چنانچہ عبارت میزان سے ظاہر ہے ان کے متعلق ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ محدثین کا کیا خیال ہے۔

حافظ میزان الاعتدال صفحہ ۳۱ میں فرماتے ہیں

"قلت واستقر الامر علی ان ابراهیم حجة"

میں کہتا ہوں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ابراہیم نخعی حجت ہیں یعنی ان کی روایات احادیث کا اعتبار ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کا ترجمہ بہت اہتمام کے ساتھ لکھا ہے اور بہت زور کے ساتھ ان کی توثیق ثابت کی ہے۔ اگر وہ نہ ملے تو تعلیق مجد اور مسند امام اعظم ہی ملاحظہ فرمالیں۔ حقیقت حال روشن ہو جائے گی۔

تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"ابراهیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی ابو عمران الکوفی الفقیة ثقة الا انه یرسل کثیرا من الخامسة مات سنة ست و تسعین وهو ابن خمسین او نحوها"

کہ ابراہیم فقیہ اور ثقہ ہیں اکثر احادیث مرسل بیان کرتے ہیں۔ کہیے اب تو ضعیف ہونا ان کا باطل ہو گیا۔

تہذیب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

"مفتی اهل الکوفة کان رجلا صالحا فقیها قال الاعمش کان خیرا فی الحدیث وقال الشعبی ما ترك احدا اعلم منه وقال ابو سعید العلائی هو مکثر من الارسال وجماعة من الائمة صححوا مراسیله"

ابراہیم نخعی اہل کوفہ کے مفتی اور صالح فقیہ تھے۔ اعمش کہتے ہیں حدیث میں ... تھے۔ شعبی نے کہا کہ اپنے بعد انہوں نے اپنے آپ سے کسی کو زیادہ عالم نہیں چھوڑا۔ ائمہ کی ایک جماعت نے ان کے مراسیل کی تصحیح کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لقا ثابت ہے۔ حضرت زید بن ارقم وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ چنانچہ میزان اور تہذیب التہذیب وغیرہ میں مصرح ہے پس تابعی ہونے میں بھی کوئی شک نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابراہیم ثقہ، صالح، خیر فی الحدیث حجت ہیں۔ صحاح کے راوی ہیں۔ اگر ضعیف ہوں تو بزعم مولف تو صحاح ستہ کی روایات سے امان اٹھ جائے گا۔ خصوصاً صحیح بخاری سے جس پر تقریباً ایمان وایقان ہے۔

اعتراض نمبر۵:

ان کے بیٹے ضعیف ان کے پوتے ضعیف۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱۔۱۲)

جواب:

ناظرین نے امام ابوحنیفہ اور حماد بن ابی سلیمان اور ابراہیم بن یزید نخعی کے بارے میں تو توثیق معلوم کر لی اور مولف رسالہ کا تعصب معلوم کر لیا کہ کہاں تک سچائی سے کام لیا ہے۔ اب امام صاحب کے بیٹے اور پوتے کے متعلق سنیے۔ حافظ ذہبی نے میزان میں ابن عدی کے قول کو نقل کرنے کے بعد خطیب کا قول نقل کیا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

"قال الخطيب حدث عن عمر بن ذر ومالك بن مغول وابن ابى ذئب وطائفة و عنه سهل بن عثمان العسكرى وعبدالمومن بن على الرازى وجماعة ولى قضاء الرصافة وهو من كبار الفقهاء قال محمد بن عبدالله الانصارى ما ولى القضاء من لدن عمر الى اليوم اعلم من اسماعيل بن حماد قيل ولا الحسن البصرى قال ولا الحسن"

(ص ۱۰۵)

خطیب کہتے ہیں کہ امام صاحب کے پوتے اسماعیل نے فن حدیث کو عمر بن ذر اور

مالک بن مغول اور ابن ابی ذئب اور ایک جماعت محدثین سے حاصل کیا ہے۔ اور ان سے سہل بن عثمان عسکری اور عبدالمومن بن علی رازی اور ایک جماعت محدثین نے روایت حدیث کی ہے۔ شہر رصافہ کے قاضی اور فقہائے کبار میں سے ایک بڑے فقیہ تھے اور محمد بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ عمر کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک اسماعیل بن حماد سے زیادہ عالم کوئی نہیں ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ حسن بصری بھی ویسے نہیں تھے؟ تو جواب دیا کہ حسن بصری بھی ان کے علم کو نہیں پہنچتے تھے اور ان کے برابر کے علم میں نہ تھے۔

یہ تو پوتے کی حالت تھی اب بیٹے کو سنیے:

"وبعض المتعصبين ضعفوا حمادا من قبل حفظه كما ضعفوا اباه الامام لكن الصواب هو التوثيق لا يعرف له وجه في قلة الضبط والحفظ وطعن المتعصب غير مقبول" (تنسيق النظام ص ۱۴)

اور بعض متعصبین نے حفظ کے اعتبار سے حماد بن ابی حنیفہ کو ضعیف کہا ہے جس طرح امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔ مگر یہی اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ ثقہ تھے اور قلت ضبط و حافظہ کا کوئی سبب ان میں نہیں پایا جاتا تھا اور متعصب شخص کی جرح اور اس کا طعن مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔ آگے چل کر ان کے متعلق اور بھی بیان آئے گا یہاں صرف اتنا بتلانا مقصود ہے کہ محض تعصب کی بنا پر جو شخص بھی امام ابوحنیفہ سے تعلق رکھتا ہے اس کو ضعیف اور مجروح کہا جاتا ہے۔ کون سا ایسا محدث ہے جس میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ حتی کہ امام بخاری اور امام مالک اور امام شافعی وغیرہ بھی نہیں بچے۔ اگر یہ لوگ ضعیف ہیں تو پھر ابوحنیفہ اور ان کے بیٹے اور پوتے اور استاد اور استاذ الاستاذ کا ضعیف ہونا بجا درست ہے ورنہ جو جواب وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ وجہ فرق ضروری ہے۔ یہ علمی میدان ہے علمی تحقیق ہونی چاہیے بکواس اور بدتہذیبی سے قابلیت اور لیاقت نہیں ثابت ہوتی مگر اصل بات یہ ہے کہ

نہ خنجر اٹھے ہے نہ تلوار ان سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

جس نے الجرح علی اصول الفقہ کا جواب الصارم المسلول دیکھا ہوگا وہ میرے اس قول کی تصدیق اچھی طرح کر سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۶:

ان کے شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد ضعیف ابی قولہ پھر کیا ایسوں کو حدیث کا علم ہو گا۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱۔۱۲)

جواب:

بے شک سچ ہے۔ غ جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی تم سے سیکھ جائے۔

ابتدا میں میں عرض کر چکا ہوں کہ محدثین کا سلسلہ حدیث امام ابوحنیفہ تک پہنچتا ہے اور سب اسی سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں اس سے نکل نہیں سکتے۔ اگر یہ سب ضعیف ہیں تو جملہ محدثین ضعیف اور ان کا سلسلہ حدیث ضعیف ہے۔ ظاہر ہے کہ امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی امام محمد کے شاگرد اور امام محمد امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ لہذا امام احمد اور امام شافعی بھی ضعیف ہیں۔ کیوں کہ بقول مولف رسالہ امام محمد اور امام ابو یوسف ضعیف ہیں۔ العیاذ باللہ اور تعجب تر یہ امر ہے کہ امام احمد بن حنبل خود امام ابو یوسف کے شاگرد بلا واسطہ بھی ہیں اور ان کی شرط یہ ہے کہ سوائے ثقہ راوی کے اور کسی سے روایت ہی نہیں کرتے اور جب امام ابو یوسف ضعیف ہیں تو امام احمد کے ضعیف ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ یہ امام ابو یوسف جو ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں وہی امام ابو یوسف ہیں جن کو امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے اور جن کے شاگرد یحییٰ بن معین اور امام احمد اور علی بن الجعد اور بشر بن الولید اور امام محمد وغیرہ ہیں۔ ان حضرات نے فن حدیث امام ابو یوسف سے حاصل کیا۔ چنانچہ ماہرین فن رجال سے مخفی نہیں۔ امام ابو یوسف کے بارے میں یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ ابو یوسف صاحب حدیث اور عامل سنت ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ حدیث میں

امام ابو یوسف منصف تھے۔ یحییٰ بن معین کا ایک اور قول ہے کہ اصحاب الرائے میں امام ابو یوسف سے زیادہ کوئی دوسرا حدیث بیان کرنے والا نہیں۔ حماد الاسلام ... ہے کہ امام ابو یوسف کو بیس ہزار منسوخ حدیثیں یاد تھیں۔ ناسخ احادیث کا کیا ذکر ہے مگر ہائے ابو حنیفہ کی شاگردی کہ اس کی وجہ سے امام ابو یوسف جیسا حافظ حدیث ... استاذوں کا استاذ بھی ضعیف ہونے سے نہ بچا بلکہ سب کو ضعیف بنا دیا۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

حافظ ابو نعیم اور ابو یعلی اور ابو القاسم بغوی شاگرد فن حدیث میں بشر بن الولید ہیں اور بشر بن الولید امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ دوسرا سلسلہ امام ترمذی اور ابن خزیمہ امام مسلم کے شاگرد اور امام مسلم امام احمد کے شاگرد اور امام احمد اسد بن عمرو قاضی کوفی کے شاگرد اور اسد بن عمرو ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔ ان کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ ثقہ تھے، امام احمد نے فرمایا صدوق صالح الحدیث تھے۔ ابن عدی کہتے ہیں لا احسنوا نہ لا باس بہ۔ کلوی کہتے ہیں کہ ان کے ثقہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ان سے روایت کی ہے لہٰذا یہ دلیل امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے کی ہے کیوں کہ جس طرح امام احمد امام ابو یوسف کے شاگرد کے شاگرد ہیں اسی طرح امام ابو یوسف کے بھی شاگرد ہیں۔

ہاتھ لا اے یار کیوں کیسی کہی

تیسرا سلسلہ امام ترمذی بخاری کے شاگرد اور امام بخاری احمد بن منیع بغوی کے شاگرد اور احمد بن منیع اسد بن عمرو کوفی کے شاگرد اور اسد بن عمرو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں لہٰذا تینوں سلسلے بقول مولف رسالہ ضعیف ہوئے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

چوتھا سلسلہ امام بیہقی دار قطنی اور ابو عبد اللہ حاکم کے شاگرد ہیں اور یہ دونوں ابو احمد حاکم کے شاگرد اور ابو احمد ابن خزیمہ کے شاگرد اور ابن خزیمہ امام بخاری کے شاگرد اور

امام بخاری علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن الازہر کے شاگرد اور بشر قاضی امام ابو یوسف کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔

پانچواں سلسلہ دار قطنی بغوی کے شاگرد اور بغوی علی بن مدینی کے اور علی بن مدینی بشر کے اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

چھٹا سلسلہ حاکم ابن حبان کے شاگرد اور ابن حبان ابو یعلی کے شاگرد اور ابو یعلی علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر بن الازہر کے شاگرد اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

ساتواں سلسلہ ابوداؤد صاحب سنن علی بن مدینی کے شاگرد اور علی بن مدینی بشر کے اور بشر امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

آٹھواں سلسلہ حدیث امام بخاری اور امام ترمذی اور ابوداؤد اور ابن خزیمہ اور ابن ماجہ یہ پانچوں حافظ ذہلی کے شاگرد اور ذہلی بشر کے شاگرد اور بشر قاضی ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

نواں سلسلہ حدیث امام بخاری شاگرد علی بن الجعد کے ہیں اور علی بن الجعد امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

دسواں سلسلہ ابن مردویہ ابو محمد عبداللہ کے شاگرد اور ابو محمد ابو یعلی کے شاگرد ابو یعلی موصلی یحییٰ بن معین کے شاگرد ہیں اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری اور ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ اور ابوزرعہ اور ابن ابی الدنیا اور ابوالقاسم بغوی اور خود ابو یعلی موصلی علی بن الجعد کے شاگرد اور علی بن الجعد قاضی امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں۔

نمونہ کے طور پر دس سلسلے ہدیہ ناظرین کیے ہیں۔ تاکہ مولف رسالہ کی ہرزہ سرائی ظاہر ہو جائے کہ ان کو علم حدیث کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر قاضی ابو یوسف علم حدیث سے واقف نہ تھے تو یہ بڑے بڑے محدث فن حدیث میں کیوں ان کے شاگرد ہوئے اور ایسوں سے علم حدیث حاصل کیا جن کو کچھ بھی نہ آتا تھا۔ اور پھر خود ضعیف بھی ہے۔ اسی کو کہا جاتا ہے کہ جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے۔

الحمدللہ کہ ابھی اتنی قدرت ہے کہ اور بھی سلسلے بیان کر سکتا ہوں کہ اور جہاں ضرورت ہوگی بیان کروں گا مگر یہاں پر اتنے پر کفایت کرتے ہوئے اور اب امام محمد کی طرف رجوع کریے اور غور فرمائیے کہ ان کو بھی حدیث کا علم تھا یا نہیں۔ اگر چہ وہ شخص جس نے امام محمد صاحب کی تصنیفات دیکھی ہوں جو تقریباً نوسو نانوے چھوٹی بڑی حدیث والفقہ وغیرہ میں ہیں۔ امام محمد کے تبحر علمی اور حدیث دانی سے اچھی طرح واقف ہوگا مگر مولف رسالہ جیسے حضرات کی بصیرت کے واسطے یہاں پر ذکر کرتا ہوں تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ ہوکر حق ظاہر ہو جائے۔ ان کے حدیث میں معتبر ہونے کے واسطے یہاں پر صرف ایک قول علی بن مدینی کا نقل کرتا ہوں۔ حافظ ابن حجر لسان المیزان میں عبداللہ بن علی بن مدینی سے نقل کرتے ہیں کہ میرے والد علی بن مدینی فرماتے تھے کہ محمد بن الحسن الشیبانی حدیث میں صدوق تھے۔ یہ علی بن مدینی وہی ہیں جن کے سامنے امام بخاری جیسے شخص نے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ اور کتب رجال میں تصریح ہے کہ لفظ صدوق الفاظ توثیق میں سے ہے لہٰذا یہ کہنا کہ امام محمد ضعیف ہیں غلط ہوگیا۔

اب سنیے امام محمد کی پیدائش ۱۳۵ھ میں اور ۱۸۹ھ میں انتقال ہوا۔ امام محمد نے علم حدیث امام ابویوسف اور امام مالک اور امام اوزاعی، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، عمر بن دینار، مالک بن مغول، ربیعہ بن صالح اور بکیر وغیرہ محدثین سے حاصل کیا۔ خاص امام مالک سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سنیں اور یاد کیں۔ تقریباً تین سال امام مالک کی خدمت میں رہے اپنے زمانہ میں بغداد میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ امام محمد صاحب سے امام شافعی اور ابوسلیمان جوزجانی، ہشام الرازی، علی بن مسلم الطوسی ابوعبیدہ قاسم بن سلام، خلف بن ایوب، ابوحفص کبیر، یحییٰ بن اکثم، موسیٰ بن نصیر رازی محمد بن سماعہ، معلی بن منصور، ابراہیم بن رستم، عیسیٰ بن ابان، محمد بن مقاتل، شداد بن حکیم، علی بن معبد وغیرہ محدثین نے حدیث پڑھی۔ اگر امام محمد کو فن حدیث میں بقول مولف رسالہ کچھ قابلیت نہ تھی تو یہ محدث کیوں ان کے شاگرد ہوئے اور کیوں ان سے

احادیث روایت کیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی علم حدیث سے واقف نہ تھے بھی تو ایک ضعیف غیر عالم حدیث امام محمد سے حدیث کو پڑھا اور ان کے حلقہ درس حدیث میں داخل ہو کر ان کی شاگردی کی وجہ سے اپنے آپ کو بٹہ لگایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تفصیل اس کے متعلق آگے آرہی ہیں ناظرین منتظر رہیں۔ یہاں پر چند سلسلوں کو ملاحظہ فرمائیں:

سلسلہ اول امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ، ابن ابی الدنیا یہ پانچوں امام احمد کے شاگرد اور امام احمد امام شافعی کے شاگرد اور امام شافعی روایت حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں۔

دوسرا سلسلہ علی بن مدینی اور بخاری دونوں معلی بن منصور کے شاگرد اور معلی بن منصور امام محمد کے شاگرد ہیں۔

تیسرا سلسلہ ابن مردویہ ابوالقاسم طبرانی کے شاگرد اور طبرانی امام طحاوی کے شاگرد اور امام طحاوی یونس بن عبدالاعلیٰ کے شاگرد اور یونس علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد فن حدیث میں امام محمد کے شاگرد ہیں۔

چوتھا سلسلہ ابوعوانہ ابن عدی کے شاگرد اور ابن عدی ابویعلی کے شاگرد اور ابویعلی یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن معبد امام محمد کے شاگرد ہیں۔

پانچواں سلسلہ ابن مردویہ اور حافظ ابونعیم ابوالشیخ اصفہانی کے شاگرد اور اصفہانی اور ابن حبان ابویعلی کے شاگرد اور ابویعلی یحییٰ بن معین کے شاگرد اور یحییٰ علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد کے شاگرد ہیں۔

چھٹا سلسلہ ابوحاتم علی بن معبد کے شاگرد اور علی محمد کے شاگرد ہیں۔

ساتواں سلسلہ قاسم بن سلام علی بن معبد کے شاگرد اور علی امام محمد بن الحسن کے شاگرد ہیں۔

آٹھواں سلسلہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی علی بن معبد کے شاگرد اور علی بن ...
امام محمد کے شاگرد ہیں۔

دسواں سلسلہ امام بخاری اور امام ترمذی شاگرد یحییٰ بن اکثم کے اور یحییٰ امام ...
صاحب کے فن حدیث میں شاگرد ہیں۔

یہ دس سلسلے نمونہ ہدیہ ناظرین ہیں۔ غرض اس سلسلہ سے کوئی محدث بچ نہیں سکتا۔
اگر امام محمد ضعیف ہیں تو یہ سب بھی ضعیف ہیں۔ نیز علم حدیث سے یہ حضرات واقف
نہیں۔ العظمۃ للہ پس ثابت ہوا کہ امام محمد نہ تو ضعیف ہیں اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ ان کو
حدیث کا علم نہیں تھا۔ ورنہ یہ بڑے بڑے محدث ان کے قیامت تک شاگرد نہ ہوتے
مولف رسالہ چشم بصیرت کھول کر غور سے دیکھیں کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں کہاں تک
حق بجانب ہے۔ گو مضمون طویل ہو گیا ہے مگر فائدہ سے خالی نہیں کیوں کہ طرز جدید
اور نئی بات ہے جس کی اہل علم اور اہل انصاف ضرور داد دیں گے۔

اعتراض نمبر ۷:

پہلے ایک کلام مجمل سنو۔ (الجرح علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۱-۱۲) قیام اللیل صفحہ ۱۲۳ میں
کہ

"حدثنی علی بن سعید النسوی قال سمعت احمد بن حنبل يقول
هؤلاء اصحاب ابی حنيفة ليس لهم بصر بشیء من الحديث ما هو الا
الجرأة انتهی۔

جواب:

اولاً بہت ہی تعجب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ تو امام صاحب کے احوال میں لکھا ہے اور
امام احمد کے قول کو شاگردان ابوحنیفہ کے بارے میں پیش کرتے ہیں کہ ان کو حدیث
دانی میں کچھ دخل نہیں۔ سبحان اللہ کیا اچھا کسی نے کہا ہے

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

الغرض اگر اس قول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو امام ابوحنیفہ کی ذات پر اس سے کیا اثر پڑتا ہے۔ آپ نے شاید یہ آیت کریمہ نہیں پڑھی" لا تزروا وازرة وزر اخرٰی"
اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی فن حدیث میں بصارت نہیں رکھتے
۵۔ امام ابوحنیفہ کا قول رواۃ کی جرح اور تعدیل میں اعتبار کیا جاتا تھا۔ اگر امام صاحب اہل حدیث میں بصارت نہیں اور فن رجال حدیث سے واقف نہیں تو ان کے اقوال کا اعتبار جرحاً وتعدیلاً کیوں کیا جاتا تھا۔
۶۔ عقود الجواهر المنيفه کی جلد ثانی کے صفحہ ۲۸ کو اس میں یہ عبارت حافظ ابن عبد البر کی کتاب العلم سے منقول ہے

لم ان تضعيف زيد نقل عن الامام قال المنذری ما علمت احدا ضعفه الا ان ابن الجوزی نقل عن ابی حنيفة انه مجهول وكذا قال ابن حزم اه قلت يدل على جهالته ان الحاكم لما اخرج هذا الحديث من طريق يحيى بن ابی كثير عن عبدالله بن يزيد عن زيد بن ابی عياش عن سعد لم قال لم يخرجه الشيخان لما خشيا من جهالة زيد وقال الطبری فی تهذيب الآثار علل الخبر بان زيدا تفرد به وهو غير معروف فی نقلة العلم فهذا ابن جرير والحاكم يدل كلامهما على جهالته فكيف يقول المنذری ما علمت احدا ضعف زيدا الا ما ذكره ابن الجوزی الى آخره ولو سلم انفراد الامام فی تجهيله او تضعيفه فاما ذلك فان كلامه مقبول فی الجرح والتعديل اذا قالت حذام وقد عقد ابن عبد البر فی كتاب جامع العلم بابا فی ان كلام الامام يقبل فی الجرح والتعديل فراجعه"

زید کی تضعیف امام ابوحنیفہ سے منقول ہے۔ منذری کہتے ہیں مجھ کو علم نہیں کہ کسی نے زید کو ضعیف کہا۔ بجز اس قول کے کہ ابن جوزی نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ وہ مجہول ہیں اور اسی طرح ابن حزم نے کہا ہے۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ زید

کے مجہول ہونے پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ جس وقت حاکم نے یحییٰ بن ابی کثیر
طریق سے تخریج کی جو عبداللہ بن یزید سے اور زید ابی عیاش سے اور زید سے
روایت کرتے ہیں تو حاکم نے کہا شیخان نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی کیونکہ
دونوں نے جہالت زید کا خوف کیا اور امام طبری نے "تہذیب الآثار" میں فرمایا
یہ حدیث تفرد زید کی وجہ سے معلول ہے اور ناقلین علم میں وہ غیر معروف ہے۔
صاحب کتاب فرماتے ہیں پس ابن جریر اور حاکم کا کلام زید کے مجہول ہونے پر دال
ہے لہذا منذری کس طرح کہتے ہیں کہ سوائے ابوحنیفہ کے اور کسی نے زید کو ضعیف نہیں
کہا اور اگر زید کی تجہیل و تضعیف میں امام ابوحنیفہ کو متفرد ہی تسلیم کر لیا جائے جب بھی
کچھ حرج نہیں کیونکہ ان کا قول رواۃ کے جرح و تعدیل میں مقبول ہے۔ حافظ ابن
عبدالبر نے اپنی کتاب "جامع العلم" میں اس امر کا ایک مستقل باب باندھا ہے
امام ابوحنیفہ کا قول جرح و تعدیل میں معتبر ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ لہذا اگر امام
ابوحنیفہ کو بصارت فی العلم الحدیث نہ ہوتی تو کیوں ان کا قول جرح و تعدیل میں معتبر
ہوتا۔ امام ترمذی نے خود "کتاب العلل" میں امام صاحب کا قول جرح و تعدیل کے
بارے میں نقل کیا ہے۔

چنانچہ جامع ترمذی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۳۳ میں یہ عبارت موجود ہے:

"حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو یحییٰ الحمانی قال سمعت اباحنیفۃ یقول ما رایت اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح انتہی"

امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم سے
ابو یحییٰ حمانی نے بیان کیا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جابر جعفی سے
زیادہ جھوٹا اور عطا بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ امام ترمذی نے جابر کی
جرح میں اس قول کو نقل کیا ہے۔ اس سے ہر منصف اس امر کو اچھی طرح معلوم کر سکتا
ہے کہ امام ابوحنیفہ فن رجال میں کس پایہ کے محدث تھے۔

حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایت ترمذی اور نسائی میں ہے۔ لیکن غضب یہ ہوا کہ معاندین نے عداوت کی وجہ سے کتابوں میں سے اڑا دیا۔ اللہ تیری شان کے قربان۔

دوسری عرض یہ ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں کی ہی کیا خصوصیت ہے اور ائمہ کے شاگرد بھی ایسے نکلیں گے کہ جن کو علم حدیث میں کچھ بھی بصارت نہیں۔ چنانچہ کتب رجال کے دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ان کو گنانا تطویل لاطائل ہے۔

تیسرے اگر امام احمد کے قول سے کلیہ مراد ہے تو قطعاً غلط ہے کیوں کہ سینکڑوں شاگرد امام صاحب کے فن حدیث کے امام اور شیوخ تسلیم کیے گئے ہیں۔ نمونۃً چند ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں ان سے اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ قول امام احمد کا کہاں تک صحیح ہے۔ اول وکیع بن الجراح جو امام محدث حافظ عراق کوفی ہیں۔

"تذکرۃ الحفاظ ص ۲۸" میں امام ذہبی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حدیث ابوحنیفہ سے پڑھی اور ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ "ویفتی بقول ابی حنیفة" ان کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ وکیع سے بڑھ کر میں نے قوی الحافظہ اور جامع علم کسی کو نہیں دیکھا۔ وکیع جیسا شخص میری نظر سے نہیں گزرا کہ وہ حدیث کے حافظ تھے اور فقیہ بھی تھے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ وکیع سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا وہ رات بھر نماز پڑھا کرتے اور دن کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے ان کے شاگرد امام احمد، عبداللہ بن مبارک، علی ابن المدینی، یحییٰ بن اکثم، اسحاق بن راہویہ، ابن ابی شیبہ، ابن معین، احمد بن منیع وغیرہ محدث ہیں۔ یہ وہی وکیع ہیں جو ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ کیا ان کو فن حدیث میں بصارت نہیں تھی۔ اور تعجب تر یہ ہے کہ باوجود بصارت نہ ہونے کے پھر امام احمد شاگرد ان کے ہو گئے۔ مولف رسالہ امام احمد کی طرف سے جواب دیں۔

دوسرے یزید بن ہارون حافظ حدیث اور شیخ الاسلام کہلاتے تھے۔ حافظ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں فرماتے ہیں انہوں نے فن حدیث عاصم احول اور امام ابوحنیفہ اور یحییٰ

عثمان بن عاصم بن حصین اسدی کوفی ثقة ثبت سنی ۱۱
الستة (تقریب)

ان کی نظیر صحیحین کے رواۃ میں نہیں ہے (نووی شرح مسلم) یہ کوفے کے
کے نام میں نے پیش کیے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کے حافظہ ثقاہت، علم
حدیث، فقاہت، اتقان کے جملہ محدثین قائل ہیں۔ یہ وہ ائمہ ہیں کہ جن سے
مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں
حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ وہ رواۃ حدیث ہیں جن میں کسی قسم کی خرابی کوئی
ثابت نہیں کر سکتا۔ یہ وہ محدثین ہیں جن کی حدیثیں اور راویوں کے اعتبار
مستند ہیں یہ وہ راوی ہیں کہ کتب حدیث خصوصاً صحاح ستہ کا مدار ان ہی پر
پر ہے۔ پس منہ اٹھا کر یہ کہہ دینا کہ تمام کوفہ والوں کی حدیث میں کدورت ہے
بالکل غلط ہے اور نہ خطیب اور صاحب تدریب کی یہ مراد ہے ورنہ یہ قول
عقلاً دونوں طرح غلط ہے۔ جس کی طرف ادنیٰ عقل والا توجہ نہیں کر سکتا۔ یہ
مبہم ہے جو مقبول نہیں چنانچہ گزر چکا۔ عوام کو دھوکہ میں ڈالنا مقصود ہے ورنہ
اس کا نام نہیں ہوتا کہ ابوحنیفہ کی عداوت میں جو جی میں آیا بک دیا اور اس کا
فرمایا کہ لکل فرعون موسیٰ مگر آپ کیا کریں۔

نیش عقرب نہ از پے کین ست
مقتضائے طبیعتش این ست

ناظرین! یہ ہے ان حضرات کا علمی سرمایہ اسی پر اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے
اور ظاہری ایمان یہ ہے۔

ما اهل حديثم و دغا رانه شناسيم

اعتراض نمبر۹:

پس جب سب کے سب ایک ہی لاٹھی کے ہانکے ہیں تو امام ابوحنیفہ کیسے قوی الا
ہو سکتے ہیں۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۲)

... ابھی آپ کو دودھ اور پانی علیحدہ ہو کر معلوم ہو چکا ہے جس پر مؤلف کو بہت
... اس کی حقیقت سے پردہ اٹھ چکا ہے کہ یہ صرف دھوکہ ہے جس کرتوت پر ناز تھا
... علیحدہ ہو گیا ہے کوفہ والے اور عراق والے قوی حافظہ اور امام ابوحنیفہ بھی
... حافظ ہیں جبھی تو حافظ ذہبی شافعی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کا ذکر کیا اور
... کی ہے مگر

... عداوت بزرگ تر عیب ست گل ست سعدی در چشم دشمناں خارست

... اگر بالفرض محال یہی تسلیم کر لیا جائے کہ کوفہ اور عراق والے ضعیف اور کمزور حافظہ
... والے تھے تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ابوحنیفہ بھی ایسے ہی تھے حضرت من اس
... ساوی بھی نہیں عقلی تو کجا۔ ان دونوں میں ملازمت ثابت کرنا آپ کے ذمہ
... اثبات مدعا سے آپ کوسوں دور ہیں ودونہ خرط القتاد۔
... دونوں قول جو آپ نے تدریب سے نقل کیے ہیں قضیہ مہملہ ہے جو قوت جزئیہ
... ہے۔ پس ثبوت مدعا میں ناکافی ہیں اور اگر کلیہ مراد ہے تو بالکل غلط ہے جو ابھی
... چکا ہوں۔ اور ایک مختصر سی فہرست ناموں کی گنا چکا ہوں۔ اس خرابی کے ابطال
... دلیل قائم کرنا چاہیے مگر

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی صاحب

یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے مے خانہ کہتے ہیں

... گز نہیں جو چھوٹنے کھا جائیں۔ بلکہ یہ مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص ابوجہل اور
ابولہب کی عداوت میں مکہ کے تمام صحابہ وغیرہ کو برا کہنے لگے یا ایک مسلمان کوئی برا
کام کرے تو اس کی وجہ سے تمام برے ہو جائیں یا ایک نے کوئی حق بات کہی تو سب
سے عداوت رکھنی ضروری ہے۔ یہ عجب منطق ہے جس کو اہل حدیث زمانہ ہی سمجھ سکتے
ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۰:

اب ابوحنیفہ کی بابت خاص قول سنو۔ تخریج ہدایہ ابن حجر فاروقی فی حاشیہ سلوم ۱۲ ہے۔

"قال صاحب المنتظم عن عبداللہ بن علی بن المدینی قال سالہ عن ابی حنیفۃ فضعفہ جدا انتہی"

یعنی علی بن مدینی کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ علی بن مدینی ابوحنیفہ کا حال پوچھا تو انہوں نے نہایت ضعیف بتلایا۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۲)

جواب:

ہوشیار اے چرخ ظالم ہوشیار دیکھ ہم نے آہ آتش بار کی

ناظرین یہ وہ عبارت ہے جس پر مولف رسالہ کو ناز ہے اسی عبارت کی وجہ سے حافظ ابن حجر کو مضعفین امام ابوحنیفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر کی کتاب "تقریب التہذیب" وہ کتاب ہے جس میں انہوں نے اقرب الی الصواب اور اعدل الاقوال قول لکھنے کی شرط کی ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہ کا ترجمہ لکھا ہے لیکن کوئی لفظ عبارت میں ایسا نہیں ہے۔ جس سے امام ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کا وہم بھی ہو۔ وہ فرماتے ہیں:

"النعمان بن الثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس ویقال مولی بنی تیم فقیہ مشہور من السادسۃ مات سنۃ خمسین و مائۃ علی الصحیح ولہ سبعون سنۃ روی لہ الترمذی و النسائی"

اگر امام ابوحنیفہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک ضعیف ہوتے یا ان کو ان کی تضعیف کا علم صحیح طریق سے ہوتا تو ضرور تقریب میں اپنی شرط کے مطابق لکھتے معلوم ہوتا ہے کہ یاروں کی گڑھی ہوئی بات ہے۔

یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے

... پر بہتان باندھا ہے نہ معلوم آپ کس جون میں تھے جس وقت رسالہ ... غالبا کوئی کتاب اٹھا کر نہیں دیکھی ورنہ کبھی اس قسم کی بکواس سرزد نہ ...

... حافظ ابن حجر نے خود "تهذیب التهذیب" میں یحییٰ بن معین سے امام ... کی توثیق نقل کی ہے چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے:

قال محمد بن سعد سمعت یحیی بن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظه وقال ... بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث"

... عبارت نے میدان صاف کر دیا ورنہ ضرور اس کو رد کرتے اور تضعیف ثابت ... بلکہ انہوں نے جرح کو رد کر دیا ہے جو بعض متعصبوں نے امام صاحب پر کی ... حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں جس کا نام "الهدی الساری" ہے فرماتے ...

... من لم یقبل جرح الجارحین فی الامام ابی حنیفة حیث جرحه ... بعضهم بکثرة القیاس وبعضهم بقلة معرفة العربیة وبعضهم بقلة ... الحدیث فان هذا کله جرح بما لا یجرح الراوی"

... اس سبب سے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہ کے حق میں مقبول نہیں ہے۔ ... نے کثرت قیاس کی وجہ سے اور بعض نے قلت روایت حدیث کی وجہ سے ان پر ... کی ہے لیکن یہ ایسی جرح ہے جس سے راوی میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا لہٰذا ... بالکل مردود ہے۔ حافظ کے اس قول نے تو ستم ڈھا دیا کہ امام ابوحنیفہ کو بالکل ... کر دیا کہ جن لوگوں نے جرح کی ہے وہ مردود ہے۔ اگر حافظ ابن حجر کے نزدیک ... قابل اعتبار ہوتی تو اس کی اور تائید کرتے یہ نہ کہ اس جرح کو مردود کر دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ حافظ ابن حجر کے نزدیک مجروح و ضعیف نہیں ان کو ضعفین میں شمار کرنا ان پر افترا اور بہتان باندھنا ہے۔

یوں تو ہر ایک کیا کرتا ہے دعویٰ حق کا
چھاچھ کو اپنی بتاتا نہیں کوئی کھٹا
زر کو جس وقت کسوٹی پر کسا جائے گا
حال کھل جائے گا سب اس کے کھرے کھوٹے کا
لاکھ تانبے پہ ملمع کو چڑھائے کوئی

ناظرین نے حافظ ابن حجر کی تصریحات سے اچھی طرح معلوم کرلیا کہ امام ا
ان کے نزدیک ثقہ ہیں ضعیف نہیں۔ اسی طرح یحییٰ بن معین اور محمد بن سعد ا
بن محمد اسدی کے نزدیک بھی ثقہ ہیں۔ لہٰذا مولف رسالہ کا یہ قول بالکل غلط ہو
آج تک جتنے محدث گزرے ہیں سب نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے کیوں ا
تو اس میں سے کم ہو گئے۔ تیسری عرض یہ ہے کہ یہ قول جو مولف رسالہ نے نقل
یہ حافظ ابن حجر کی کتاب درایہ میں جس کو تخریج احادیث ہدایہ سے تعبیر کیا ہے نہیں
بلکہ اس کے حاشیہ پر ہے۔ چنانچہ عبارت صاحب رسالہ سے ظاہر ہے۔ پس ا
حافظ ابن حجر کی طرف منسوب کر کے ان کو مضعفین امام میں شمار کرنا یہ ایک اور
اور افترا اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے

ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

اگر حافظ ابن حجر کی عبارت ہوتی تو درایہ میں بیان کرتے ہوئے ان کو کون مانع ا
افسوس ہے ایسی جہالت اور نادانی پر کہ عداوت کی وجہ سے کچھ بھی خیال نہ رہا کہ
کرتا ہوں اور وہم منبیہ کا بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ تمام کتاب میں کہیں پر بھی نہیں
اور نہ سلف کی یہ عادت تھی کہ منہیات لکھیں۔ حاشیہ پر عبارت کا ہونا پکار کر کہتا
کہ یہ کسی متعصب کی کرتوت ہے لہٰذا اس سے امام کے دامن ثقاہت پر کوئی داغ
پڑ سکتا۔ چوتھے صاحب المنتظم اور علی بن مدینی کے بیٹے عبداللہ کے درمیان
فاصلہ ہے زمانہ دراز کا بعد ہے سند میں انقطاع ہے یہ قول انہوں نے کس سے
کہاں سے نقل کیا جب تک بطریق سند صحیح متصل ثابت نہ ہو قابل اعتبار

...اور اس منقطع سند سے امام صاحب کے دامن عدالت پر کوئی آنچ نہیں آ
... یہ قول منقطع السند علی بن مدینی کے دوسرے قول کے منافی ہے جس
...انہوں نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ ثقہ ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ روایت
... میں ان کے شاگرد سفیان ثوری اور ابن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور
... عباد بن العوام اور جعفر بن العوام اور جعفر بن عون ہیں۔ اگر نقل کی ضرورت ہو
... ملاحظہ فرمائیے۔

... ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان کے اڑتیسویں فصل میں فرماتے ہیں:

... قد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن
... مبارك وحماد بن زید وهشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن
العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به انتهٰی"

... تو ابن حجر مکی اور علی بن مدینی کے نزدیک بھی امام ابوحنیفہ ثقہ ثابت ہو گئے۔ پہلے
... دونوں میں ان دو کو شمار کر کے چھ تسلیم کر لیں تاکہ جملہ محدثین سے کچھ اور کمی ہو
... اس قول کو "عقود الجواهر المنيفه" کے مقدمہ کے صفحہ ۸ میں بھی نقل کیا
... اب مؤلف رسالہ یا تو اس قول کو تسلیم کریں یا اس کی وجہ ترک بیان کریں یا اس کو
... اور اس کو چھوڑ دیں اور یا بقاعدہ تعارض دونوں کو چھوڑ دیں۔ اور یحییٰ بن
... وغیرہ کے قول پر عمل کریں کہ ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ چھٹے صاحب منتظم جو ابن
... ہیں تساہل میں ضرب المثل ہیں۔ دیکھو امام سیوطی کی "تدریب الراوی" جس
... بہت حوالہ دیا کرتے ہیں لہٰذا جب تک پایہ ثبوت کو نہ پہنچ جائے اس وقت تک
... قابل اعتبار نہیں۔

قال ابن حجر فيه ای فی کتاب ابن الجوزی من الضرر ان يظن ما
ليس بموضوع موضوعا وعكس الضرر بمستدرك الحاكم فانه يظن
ما ليس بصحيح صحيحا قال تعين الاعتناء بانتقاد الكتابين فان
... تساهلهما اعدم الانتفاع بهما الا للعالم بالفن لانه ما من

حدیث الا و یمکن ان یکون قد وقع فیہ التساہل تدریب"

(السعی المشکور)

ادھر امام ابن الجوزی تشدد فی الجرح میں بھی مشہور ہیں۔ ایک معمولی امر کی وجہ
بھی راوی کو مجروح کر دیتے ہیں لہٰذا ان کے قول کا اعتبار نہیں۔ خصوصاً امام صا
کے بارے میں جب کہ ان کی توثیق کرنے والے ان سے بڑھ کر ہیں۔ سا
قول عبداللہ کا جس کو صاحب منتظم نے نقل کیا ہے۔
یحییٰ بن معین کے اس قول کے بالکل خلاف ہے جس کو ابن حجر مکی نے خیرات ا
میں نقل کیا ہے:

"وسئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ ما سمعت احد ضعفہ"

ابن معین سے کسی نے امام صاحب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا ثقہ
ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے ابوحنیفہ کی تضعیف کی ہو۔
کیا یحییٰ بن معین اور ابوحنیفہ کے درمیان قرنوں اور صدیوں کا فاصل ہے کہ ا
مدینی کی تضعیف کی ان کو خبر نہ ہوتی اور ابن جوزی کو خبر ہوگئی تعجب ہے۔ اس ا
خوب ذہن نشین کرنا چاہیے۔ ابن معین کے نزدیک کسی کی تضعیف ثابت نہیں ا
اس بارے میں کوئی قول انہوں نے سنا یہ کلیہ ہے کیوں کہ نکرہ نفی کے تحت میں ا
رہا ہے۔ لہٰذا اصلاً ضعف ثابت نہیں اور جس کسی نے تضعیف کی ہے اس کے قول ا
اعتبار نہیں۔ اس کی بعینہ مثال قرآن شریف کے عدم ریب کی نفی کی سی ہے۔ خدا
تعالیٰ فرماتے ہیں لا ریب فیہ۔ اس قرآن میں شک ہے ہی نہیں۔ حالانکہ بہت
کفار موجود تھے جو شک کرتے تھے لیکن ان کے شک و ریب کا خدا تعالیٰ نے اعتبا
کیا اور بالکلیہ اس کی نفی کر دی۔ اسی طرح یحییٰ بن معین کے قول کا حال ہے کہ گو کو
نے ضعیف کہا ہو لیکن وہ ایسے نہیں جس کا قول امام ابوحنیفہ جیسے شخص کے بارہ میں معتبر
ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی نے تضعیف ہی نہیں کی اور میں نے تو کسی معتبر شخص کو ا
کی تضعیف کرتے سنا ہی نہیں۔ فافہم و تدبر فانہ دقیق۔

صفی الدین خزرجی خلاصہ تہذیب میں فرماتے ہیں:

النعمان بن ثابت الفارسی ابو حنیفۃ امام العراق وفقیہ الامۃ عن عطاء ونافع والاعرج وطائفۃ وعنہ ابنہ حماد و زفر وابو یوسف ومحمد وجماعۃ وثقہ ابن معین" (ص ۴۰۲)

اس سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک بھی ثقہ ہیں یہ ساتوں محدث ہیں۔

حافظ ابوالحجاج مزی یوں رقم طراز ہیں:

"قال محمد بن سعد العوفی سمعت یحییٰ بن معین یقول کان ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظہ ولا یحدث بما لا یحفظہ وقال صالح بن محمد الاسدی عنہ کان ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث" (تہذیب الکمال)

یہ آٹھویں محدث ہیں جو تسلیم کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ ثقہ ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

"قال صالح بن محمد جزرۃ وغیرہ سمعنا یحیی بن معین یقول ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث وروی احمد بن محمد بن محرز عن ابن معین لا بأس بہ انتہیٰ" (تذہیب التہذیب)

یہ نویں محدث ہیں جو ثقاہت ابوحنیفہ کے قائل ہیں اور صالح بن محمد جزرہ دسویں اور احمد بن محمد بن محرز گیارہویں محدث ہیں جو توثیق کو نقل کرتے ہیں اور کم از کم ذہبی کے لفظ غیرہٗ اور صالح کے لفظ سمعنا سے ایک تو اور سمجھنا چاہیے تو بارہ محدث ہو جاتے ہیں۔ جو ثقاہت ابوحنیفہ کے قائل ہیں۔ آٹھویں چونکہ امام ابوحنیفہ کے بہت سے حاسد تھے۔ اس لیے ان کی طرف بہت سی ایسی باتیں منسوب کر دیا کرتے تھے جو عیب کی سورت میں ہوتی تھیں۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ علی بن مدینی کے سامنے کسی حاسد نے کوئی جھوٹی بات کہہ دی ہو جس کی وجہ سے یہ قول ان سے صادر ہوا اور جب تحقیق ہوئی تو فرما دیا کہ ابوحنیفہ ثقۃ لاباس بہ ہیں۔

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ علی بن المدینی کے استاذ الاستاذ ہیں۔ اور شیخ

الشیخ ہیں۔ اس بنا پر اور بھی تحقیق کی ان کو ضرورت ہوئی ہوگی۔

ولا شك ايضا ان الاما اباحنيفة كان له حساد كثيرون في حيا

وبعد مماته الخ (خيرات الحسان)

تو جو لوگ آپ سے بغض وحسد رکھتے ہیں ان کا قول امام کے بارے میں ہرگز مقبو

نہیں ہوسکتا۔ دار قطنی، بیہقی، ابن عدی وغیرہ کو خاص تعصب امام سے تھا اسی وجہ

سختی کے الفاظ ان سے شان امام میں سرزد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور معاف

کرے آمین۔

اسی طرح حافظ ابن عبدالبر نے بھی جامع العلم میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ

حاسد کثرت سے تھے جو امام پر افترا پردازی کیا کرتے تھے۔

"وكان ايضا مع هذا يحسد وينسب اليه ما ليس فيه ويختلق عليه ما

يليق به" (عقود الجواهر ص١٠ وخيرات الحسان)

یہی وجہ تھی کہ نقادان فن حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی ابو الحجاج مزی، صفی الدین

خزرجی، ابن حجر مکی، ابن عبدالبر مغربی وغیرہم نے ان جروح کی طرف قطعا التفات

نہیں کیا۔ بلکہ ان کے جوابات شافیہ دے کر ان کو رد کر دیا اور امام کی توثیق و امامت

وغیرہ کے قائل ہو گئے۔ حافظ ابن عبدالبر تیرہویں شخص ہیں جو امام ابوحنیفہ کی ثقاہت

کے قائل ہیں۔ علامہ محمد طاہر نے آپ کا ترجمہ بسط کے ساتھ لکھا ہے اس میں کوئی ایک

لفظ نہیں ہے جس سے امام ابوحنیفہ کا ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہو۔ فرماتے ہیں:

"ولو ذهبنا الى شرح مناقبه لاطلنا الخطب ولم نصل الى الغرض

منها فانه كان عالما عاملا عابدا ورعا تقيا اماما في علوم الشريعة وقد

نسب اليه من الاقاويل ما يجل قدره عنها من خلق القران والقدر

الارجاء وغير ذلك ولا حاجة الى ذكر قائلها والظاهر انه كان منزها

عنها ويدل عليه ما يسر الله له من الذكر المنتشر في الآفاق وعلمه الذي طبق

الارض والاخذ بمذهبه وفقهه فلولم يكن لله سر خفي فيه لما جمع

...ار الاسلام او ما یقاربه علی تقلیده حتی عُبِدَ اللّٰہ بفقهه وعمل برایه
... وما ما یقارب اربع مائة وخمسین سنة وفیه اول دلیل علیٰ صحته
... جمع ابو جعفر الطحاوی وھو من اکبر الاخذین بمذھبه کتابا
... علیٰ عقیدۃ ابی حنیفة وهی عقیدۃ اهل السنة ولیس فیه بشیء مما
... الیه واصحابه واخبر بحاله وقد ذکر ایضًا سبب قول من قال عنه
... حاجة لنا الی ذکرہ فان مثل ابی حنیفة ومحله فی الاسلام لایحتاج
... صدار" مختصرًا

... خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اگر امام صاحب کے مناقب ہم بیان کرنا شروع کریں
... جائیں مگر اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیوں کہ ابوحنیفہ عالم، عامل، عابد،
... متقی، علوم شریعت کے امام تھے۔ بعض امور کی ان کی طرف نسبت کی گئی لیکن
... شان اور مرتبہ ان سے پاک دامنی میں بالاتر ہے۔ ان امور کے قائلین کے ذکر
... کی ہم کو حاجت نہیں یہ بات ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کا دامن ان باتوں سے
... منزہ تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے ذکر خیر کو اطراف عالم
... پھیلا دیا۔ اور ان کے علم نے دنیا کو گھیر لیا۔ اطراف عالم میں ان کے مذہب وفقہ
... ہو رہا ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ کو ان کے ساتھ کوئی تعلق رحمۃً وفضلاً نہ ہوتا جس کو ہم
... سمجھ سکتے تو آج نصف اہل اسلام یا اس کے قریب ان کی تقلید نہ کرتے حتیٰ کہ ان
... فقہ کے سبب سے خدا کی عبادت کی جانے لگی اور ہمارے زمانہ تک ان کے اقوال
... ہو رہا ہے۔ جو تقریباً ساڑھے چار سو سال ہوتے ہیں۔ ان کے حق پر ہونے کی یہ
... دلیل ہے امام طحاوی نے جو ان کے مذہب کے پیروکاروں میں بڑے متبع ہیں
... کتاب لکھی ہے جس کا نام "عقیدہ ابی حنیفہ" رکھا ہے۔

اس میں امام اور ان کے شاگردوں کے عقائد واقوال وافعال بیان کیے ہیں۔ جو اہل
... والجماعت کے عقائد ہیں۔ اس کتاب میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو امام
صاحب اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کی جاتی ہے و نیز اقوال کے وجوہ بھی

بیان کیے ہیں جو امام کی طرف جھوٹے نسبت کیے گئے ہیں۔ ہم کو اس جگہ ان سب کی ضرورت نہیں اس لیے کہ امام ابوحنیفہ جیسے شخص کا جو مرتبہ اسلام میں ہے اس کو ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں اس عبارت سے تمام امور کا جواب ہو گیا نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ علامہ محمد طاہر چودہویں شخص ہیں جو امام ابوحنیفہ کی تعریف کرتے ہیں اور ان کو اچھا سمجھتے ہیں۔ جو یہ خیال کرے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا یا کسی قسم کی جرح کی ہے تو اس کا قول غلط اور بالکل غلط ہے۔

نویں چونکہ علی بن مدینی نے قول مذکور میں کوئی ضعف کی وجہ نہیں بیان کی اور ان کے صاحبزادے اور صاحب المنتظم نے کوئی سبب ضعف بیان کیا اس لیے یہ جرح مبہم و مجمل ہے جو چنداں قابل اعتبار و اعتماد نہیں۔ جرح مقبول اور راوی میں عیب پیدا کرنے والی وہی ہوتی ہے جو مفسر ہو۔

علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں:

"بعد ان یوثق الراوی من جهة المزکین قد یکون مبهمًا غیر مفسر ومقتضی قواعد الاصول عند اهله انه لا یقبل الجرح الا مفسرًا" (شرح الامام باحادیث الاکمام) لا یقبل الجرح الا مفسرا مبین السبب" (نووی شرح مسلم) پس اس قول کا اعتبار نہیں۔

دسویں یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی راوی کے روایت و توثیق کرنے والے اور ثنا خواں ان حضرات سے زیادہ ہوں جو جرح کرنے والے ہیں تو جرح کرنے والے کا قول حد اعتبار سے خارج ہے۔

"قال ابو عمرو یوسف بن عبد البر الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه والذین تکلموا فیه من اهل الحدیث اکثر ما عابوا علیه الاغراق فی الرای والقیاس ای قد مر ان ذلك لیس بعیب"

(عقود الجواهر ص۱۰. وخیرات الحسان، فصل ۲۸)

ل طرح امام ابوحنیفہ ہیں کہ ان سے روایت حدیث کرنے والے اور ان کے ثنا
اور توثیق کے قائل جارحین سے زیادہ ہیں۔ لہٰذا ان کے مقابلہ میں بعض کے قول
۔۔۔ ی نہیں۔

اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حافظ ابن عبدالبر کے نزدیک بھی امام
۔۔۔ کی توثیق کے جو محدث قائل ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ لہٰذا مؤلف رسالہ کا یہ
ال ۔۔۔ تک جتنے محدث گزرے ہیں سب نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے سراسر
۔۔۔ افترا ہے۔ اور نقش برآب ہے۔

۔۔۔ ین یہاں تک تو قول علی بن مدینی کے متعلق گفتگو تھی۔ اس جملہ تقریر سے تقریباً
۔۔۔ رسالہ کی باتوں کا جواب ہو گیا۔ ہر ایک قول کو لے کر علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی
۔۔۔ رت نہیں۔ لیکن پھر بھی اپنے نئے مہمان اور فخر زمانہ مولف رسالہ کی قابلیت کو
۔۔۔ اظہار کرنے کے واسطے اقوال نقل کر کے جوابات پیش کرتا ہوں۔ مثل ہے کہ
۔۔۔ لے کو اس کے گھر تک پہنچا دینا چاہیے تا کہ مولف کے دل میں کوئی ہوس باقی نہ
۔۔۔

اعتراض نمبر ۱۱:

ایسے بہت سے اقوال ہیں ہم بالتصریح ان کو کہاں تک لکھیں۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۳۔۱۴)

جواب:

صرف دو قول آپ نے پیش کیے جن کی حقیقت یہاں تک معلوم ہوئی۔ کاش کہ آپ
اور بھی اقوال نقل کر دیتے تو دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں اور آپ کی
جہالت عالم پر روشن ہو جاتی۔

سخن شناس نہ دلبر اخطا اینجاست

اعتراض نمبر ۱۲:

صرف ہم ان محدثین کے نام مع کتب جنہوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے

لکھ دیتے ہیں لوسنو اور گنو لو (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۳-۱۴)

جواب:

قاضی ارما نشینہ بر فشانند دست را
محتسب گر مے خورد معذور دار و مست را

ناظرین مولف رسالہ نے ایک سو گیارہ نام گنائے ہیں جن پر ان کو بڑا فخر ہے کہ ا
حضرات نے ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔ خیر ایں ہم غنیمت است۔ یہ بات تو ظاہر
کہ ابو حنیفہ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک ہزاروں لاکھوں محدثین و علماء ہر ز
میں ہوتے چلے آئے ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف ایک سو گیارہ ایسے ہیں جنہو
نے امام ابو حنیفہ کی تضعیف کی ہے اور باقی سب ان کی امامت اور ثقاہت، ورع
وغیرہ کے قائل ہیں۔ لہٰذا اگر ان حضرات کی جرح امام کے حق میں بالفرض ثابت ہو
جائے تو ان ہزاروں کے مقابلہ میں جو ثقاہت کے قائل ہیں کوئی وقعت نہیں رکھتی ا
اس سے امام صاحب کے دامن علو مرتبت پر کسی قسم کا دھبہ نہیں آ سکتا۔ دوسرے
عجب پر عجب اس لیے اور پیدا ہوتا ہے کہ یہ حضرات اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہ
مگر جھوٹ بولنے پر ان کو اتنی جرأت کیوں ہو جاتی ہے۔ اسوۂ رسول ﷺ کا تو پا
ہے ہی نہیں کہ کوئی شخص عامل بالحدیث ہو کر کذب و افترا پر کمر باندھ لے اور اس کو
کی لاج اور عاقبت کے انجام کی پرواہ نہ ہو حاشا وکلا۔

تو پھر مولف رسالہ نے ایسا کیوں کیا اور روز روشن میں عالم کی آنکھوں میں کیوں
خاک ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا اس کو خبر نہیں لکل فرعون موسیٰ۔

تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

مگر پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مخلوق خدا میں سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ دنیا ک
ترکیب اسی پر واقع ہے ورنہ نظام عالم میں خرابی پیدا ہو۔

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اس لیے ایسے حضرات کی بھی ضرورت ہے کہ جھوٹ بول کر عوام کو بہکائیں مگر ا

اول دارا خدا خوش:

بدم گفتی وخور سندم عفاک اللہ نکو گفتی کلامِ تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

اس لیے ہم تو مؤلف رسالہ کو دعا ہی دیتے رہیں گے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ چاند پر تھوکنے والے سے اپنے منہ پر تھوک پڑتا ہے۔ جس کو دنیا جانتی ہے۔ تیسرے ناظرین والف رسالہ نے اپنے رسالہ میں یہ قاعدہ برتا ہے کہ جس کسی نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ کا نام بھی لے لیا خواہ کہیں پر بھی ذکر کیا ہو۔ بس وہ امام کی تضعیف کرنے والوں میں سے ہے۔ یہی سمجھ کر مولف رسالہ نے ایک سو گیارہ نام شمار کیے ہیں۔ ایسی حرکتیں صرف مؤلف رسالہ سے ہی سرزد نہیں ہوئیں بلکہ ان کے ہم نوا اور دوسرے بھی ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔ تو الولد سر لابیہ سے ہونا ہی چاہیے والشجر تنمی عن الثمرۃ کا مصداق بننا ہی ضروری ہے مگر

نہ خنجر اٹھے ہے نہ تلوار ان سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

جو امور آپ کے پہلوں کو نہ معلوم ہوئے وہ آپ نے پورے کیے

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

اب میں ناظرین کی ضیافت طبع کے واسطے نام ان حضرات کے جن کو مولف نے جارحین میں شمار کیا ہے۔ پیش کرتا ہوں۔ جن سے مؤلف رسالہ کی دیانت داری اور علمیت معلوم ہو جائے گی اور حقانیت وسچائی کا روز روشن کی طرح اظہار ہو جائے گا۔

ایک ابوداؤد سجستانی صاحب سنن ہیں جن کو سخت ضعیف کہنے والوں میں سے مؤلف نے شمار کیا ہے مگر اس کی تغلیط حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں کر دی ہے۔ ابوداؤد کا قول امام صاحب کے بارے میں یہ نقل کیا ہے "وقال ابوداؤد ان ابا حنیفۃ کان اماما" ابوداؤد فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ شریعت کے امام تھے۔ اب ناظرین پر انصاف ہے کہ وہ تو امام کی تعریف کر رہے ہیں اور مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ انہوں نے سخت ضعیف کہا ہے۔

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کہیے کون سچا ہے ذہبی یا مؤلف رسالہ؟ ابو داؤد کے اس قول کو حافظ ابن عبد البر ما لکی نے بھی اپنی "کتاب العلم" میں نقل کیا ہے اور وہ بھی سند کے ساتھ فرماتے ہیں

"حدثني عبدالله بن محمد بن يوسف حدثنا ابن رحمون قال سمعت محمد بن بكر بن داسه يقول سمعت ابا داؤد سليمان بن الاشعث السجستاني يقول رحم الله مالكا كان امام رحم الله الشافعي كان اماما رحم الله ابا حنيفة كان اماما" (عقود الجواهر ص۹)

اگر امام ہونے کے معنی ضعیف ہونے کے ہیں تو بے شک مولف کا قول صحیح ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ مولف کا قول غلط ہے۔ دوسرے حافظ ابن حجر ہیں ان کے متعلق ماسبق میں، میں بیان کر چکا ہوں کہ حافظ نے "تہذیب التہذیب" اور "تقریب" میں کہیں بھی امام کی تضعیف نہیں کی بلکہ مقدمہ فتح الباری میں تردید کر چکے ہیں۔ لہ ان کے نزدیک امام ابو حنیفہ مسلم الثبوت ثقہ ہیں۔ چنانچہ تینوں کتابوں کی عبارت میں نقل کر چکا ہوں۔ تیسرے علی بن المدینی ہیں جن کے قول کے متعلق مفصل بحث گزر چکی ہے اور ابن حجر مکی شافعی "خیرات الحسان" از تیسویں فصل سے نقل کر چکا ہوں کہ امام ابو حنیفہ ثقہ تھے ان میں کوئی عیب نہیں۔

چوتھے حافظ ابن عبد البر ہیں۔ ان کے اقوال بھی مختلف مقامات میں امام صاحب کے بارے میں منقول ہو چکے ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ ان کے نزدیک امام ابو حنیفہ ثقہ تھے۔ کتاب العلم میں خاص ایک باب اسی بحث میں انہوں نے لکھا ہے اور معترضین کے جوابات دے کر امام کی ثقاہت وعدالت، تقویٰ و پرہیزگاری، علم وفضل اعلیٰ وجہ الکمال ثابت کیا ہے اور اس کا ملخص صاحب "عقود الجواہر" نے مقدمہ میں بیان کیا ہے۔ وہاں مطالعہ کرنا چاہیے۔

پانچویں یحییٰ بن معین ہیں ان کا قول ماتقدم میں مختلف کتابوں سے نقل کر چکا ہوں کہ ان کے نزدیک امام صاحب حدیث میں ثقہ تھے۔

چھٹے ابن حجر مکی ہیں۔ انہوں نے ایک مستقل کتاب امام صاحب کے مناقب میں

گئی ہے۔ جس میں ثابت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ ہیں اور معترضین کے اعتراضات کا بالکلیہ استیصال کر دیا۔ ان کی کتاب "خیرات الحسان" سے میں چند عبارتیں نقل کر چکا ہوں۔

ساتویں شعبہ ہیں جن کے بارے میں خیرات الحسان میں یہ قول نقل کیا ہے کہ شعبہ کا اچھا خیال امام صاحب کے بارے میں تھا۔

"قال الحسن بن علی الحلوانی قال لی شبابة بن سوار کان شعبة حسن الرای فی ابی حنیفة" (عقود الجواهر ص ۸)

حافظ ابن حجر مکی نے "خیرات الحسان" میں ابن عبدالبر، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین اور شعبہ کا قول نقل کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"قال ابو عمرو یوسف بن عبدالبر الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه من اهل الحدیث اکثر ما عابوا علیه الاغراق فی الرای والقیاس ای قد مر ان ذلک لیس بعیب وقد قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وهو ثقة لاباس به وکان شعبة حسن الرای فیه وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة واصحابه فقیل له اکان یکذب قال لا"

اسی طرح صاحب عقود الجواہر نے یہ اقوال نقل کیے ہیں۔ پس مؤلف رسالہ کا یہ کہنا کہ ان حضرات نے ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے غلط اور بالکل غلط ہے۔

آٹھویں تاج الدین سبکی ہیں جنھوں نے ابو حنیفہ کی توثیق کی ہے۔ یعنی توثیق کے قائل ہیں۔ چنانچہ اپنے طبقات میں تصریح کی ہے اور جن لوگوں نے جرح کی ہے ان کے قول کو رد کر دیا بایں وجہ کہ جس شخص کی امامت وعدالت ثابت ہو جائے اور اس کی طاعات معاصی پر غالب ہوں اس کے مدح کرنے والے مذمت کرنے والوں پر زیادہ ہوں تو ایسے شخص کے بارے میں کسی کی جرح گو وہ مفسر ہی کیوں نہ ہو مقبول

نہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ کوئی قرینہ ایسا بھی اس جگہ موجود ہو کہ وہ
کسی تعصب مذہبی اور مناقشہ دنیوی پر مبنی ہے۔ اس وجہ سے امام ابوحنیفہ کے
سفیان ثوری کے قول اور امام مالک کے متعلق ابن ابی ذئب وغیرہ کا کلام اور امام شافعی
کے متعلق ابن معین کے قول کا اعتبار نہیں۔

ان کی عبارت یہ ہے:

"وفی طبقات شیخ الاسلام التاج السبکی الحذر کل الحذر ان
تفهم ان قاعدتهم الجرح مقدم علی التعدیل علی اطلاقها بل الصواب
ان من ثبت امامته وعدالته وکثر مادحوه وندر جارحه وکانت هناك
قرینة دالة علی سبب جرحه من تعصب مذهبی او غیره لم یلتفت الی
جرحه ثم قال ای التاج السبکی بعد کلام طویل قد عرفناك ان
الجارح لا یقبل جرحه فی حق من غلبت طاعاته علی معاصیه و
مادحوه علی ذامیه ومزکوه علی جارحیه اذا کانت هناك قرینة تشهد
بان مثلها حامل علی الوقیعة فیه من تعصب مذهبی او مناقشة دنیویة
وحینئذ فلا یلتفت بکلام الثوری فی ابی حنیفة وابن ابی ذئب وغیره
فی مالك وابن معین فی الشافعی والنسائی فی احمد بن صالح ونحوه
قال ولو اطلقنا تقدیم الجرح لما سلم احد من الائمة اذ ما من امام الا
وقد طعن فیه طاعنون وهلك فیه هالکون" (الخیرات الحسان)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں

الفضل ما شهدت به الاعداء

کمال یہ ہے کہ مخالف بھی تسلیم کر لیں کہ یہ بزرگی وفضیلت ہے۔ اب اتنے علماء کو
ایک سو گیارہ میں سے خارج کر دیں اور مؤلف رسالہ کو ان کی کوتاہ نظری اور
پروازی کی داد دیں۔ ایک حافظ ذہبی ہیں جن کے بارہ میں یہ زعم ہے کہ انہوں نے امام
سخت ضعیف کہا ہے۔ اور میزان الاعتدال کا حوالہ دیا ہے۔ میزان کی عبارت کے

نا بعد میں عرض کروں گا کہ اس کی امام ذہبی کی طرف نسبت کرنا صحیح بھی ہے یا نہیں یا
یوں ہی یار لوگوں نے ہاتھ صاف کر کے افترا کیا ہے۔

اول میں حافظ ذہبی کی وہ عبارت جو انہوں نے امام صاحب کے مناقب میں
"تذکرۃ الحفاظ" میں پیش کی ہے نقل کرتا ہوں اس عبارت کے ملاحظہ کے بعد فوراً ہی
انصاف پسند اور ادنیٰ عقل والا پکار اٹھے گا کہ میزان کی عبارت کی نسبت حافظ ذہبی
کی طرف صحیح ہے یا نہیں۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں:

"ابو حنیفة الامام الاعظم فقیه العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمی الکوفی مالده سنة ثمانین رأی انس بن مالك غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة رواه ابن سعد عن سیف بن جابر عن ابی حنیفة انه کان یقول وحدث عن عطاء ونافع عبد الرحمن بن هرمز الاعرج وسلمة بن کهیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادة وعمرو بن دینار وابی اسحق وخلق کثیر تفقه به زفر بن هذیل وداؤد الطائی والقاضی ابو یوسف ومحمد بن الحسن واسد بن عمرو والحسن بن زیاد ونوح الجامع وابو مطیع البلخی وعدة وکان تفقه بحماد بن ابی سلیمان وغیره وحدث عنه وکیع ویزید بن هارون وسعد بن الصلت ابو عاصم وعبدالرزاق وعبید الله بن موسیٰ وبشر کثیر وکان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکتسب قال ابن المبارك ابو حنیفة افقه الناس وقال الشافعی الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفة وروی احمد بن محمد بن القاسم عن یحیٰی بن معین قال لا باس به ولم یکن متهما ولقد ضربه یزید بن هبیرة علی القضاء فابی ان یکون قاضیا وقال ابو داؤد ان ابا حنیفة کان اماما وقال بشر بن الولید عن ابی یوسف قال کنت امشی مع ابی حنیفة فقال رجل لآخر هذا ابو حنیفة لا ینام اللیل فقال والله لا یتحدث الناس عنی

بما لم افعل فكان يحيى الليل صلوة ودعاء او تضرعا قلت ومثل هذا الامام قد افردتها فى جزء، كلامه فيها"

اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے تعریف نہ ثابت ہوتی ہو۔ اس عبارت سے کوئی متنفس، ہٹ دھرم، ضدی بھی اپنے مطلب کے موافق کھینچ تان کر کچھ نہیں نکال سکتا۔ فرماتے ہیں امام اعظم جن کو فقیہ عراق کا لقب ملا ہوا ہے جن کا نام نعمان بن ثابت تیمی کوفی ہے جن کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو انہوں نے کئی مرتبہ دیکھا جس کو ابن سعد نے سیف بن جابر سے روایت کیا ہے وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں امام نے حدیث کی روایت عطاء، نافع، عبدالرحمن اعرج، سلمہ بن کہیل، ابی جعفر محمد بن علی، قتادہ، عمرو بن دینا، ابواسحاق اور ایک جماعت محدثین نے کی ہے۔ فن فقہ کو ابوحنیفہ سے زفر بن ہذیل، داؤد طائی، قاضی ابو یوسف، محمد بن الحسن، اسد بن عمرو، حسن بن زیاد، نوح جامع، ابو مطیع بلخی اور ایک جماعت نے حاصل کیا۔ امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت وکیع، یزید بن ہارون، سعد بن صلت، ابوعاصم، عبدالرزاق، عبیداللہ بن موسیٰ اور بہت سے محدثین نے کی ہے۔ ابوحنیفہ امام متقی، پرہیزگار، عالم، عامل، عبادت گزار رفیع شان والے تھے۔ بادشاہوں کے ہدایا قبول نہیں کرتے خود تجارت اور کسب کرتے تھے۔ اسی سے اپنی معیشت دینوی کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن مبارک (جو محدثین کے استاذ اور ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ فقہا میں فقیہ تر تھے۔ امام شافعی (جو امام محمد کے شاگرد اور صاحب مذہب مجتہد مطلق ہیں) فرماتے ہیں کہ فن فقہ میں تمام فقہا ابوحنیفہ کی عیال اور خوشہ چین ہیں۔ احمد بن محمد بن القاسم یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ لاباس بہ اور غیر متہم ہیں (ابن معین کی اصطلاح میں کلمہ لاباس بہ ثقہ کے مثل اور مرتبہ میں ہے چنانچہ ماتقدم میں گزر چکا ہے) یزید بن ہبیرہ والی نے آپ کو قضاء کے قبول کرنے پر کوڑے بھی مارے لیکن قاضی ہونے سے انکار کر دیا۔ ابوداؤد سجستانی کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ شریعت کے امام تھے۔ بشر بن الولید امام ابو یوسف سے نقل

...تے ہیں کہ میں امام کی ہم رکابی میں ایک روز چل رہا تھا کہ اتفاق سے سر راہ دو شخص
...س میں گفتگو کرتے جا رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے ابوحنیفہ کو دیکھ کر دوسرے
...ہا کہ بھئی یہی وہ ابوحنیفہ ہیں جو شب بھر سوتے ہی نہیں۔ جس وقت امام کے کان
...آواز پہنچی اسی وقت قسم کھا کر فرمایا کہ میری طرف لوگ ایسے امور کی نسبت کرتے
...ن کو میں نے کیا ہی نہیں۔ بخدا آج سے شب کو سونے کا ہی نہیں۔ اس روز سے
...م صاحب تمام شب نماز، دعا، زاری میں گزار دیتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ
...لے امام ابوحنیفہ کے مناقب ایک مستقل کتاب میں بیان کیے ہیں۔ اس عبارت
...بھی معلوم ہو گیا کہ امام ذہبی، امام شافعی، ابن مبارک، احمد بن محمد بن قاسم، یحییٰ
...معین، ابوداؤد، بشر بن الولید، ابویوسف، ابن سعد، سیف بن جعفر بھی امام حنیفہ کے
...ماح اور مداح ہیں یہیں سے وہ قول مؤلف رسالہ کا صفحہ ہستی سے مٹ گیا جس
...فرماتے ہیں کہ آج تک جس قدر محدثین گزرے ہیں سب نے امام ابوحنیفہ کو
...ضعیف کہا ہے۔

...رین ضعیفوں کی یہ تعریف نہیں ہوا کرتی جو ائمہ مذکورین نے کی ہے۔ علامہ ابن
...جزری "جامع الاصول" میں فرماتے ہیں:

**ولو ذهبنا الى شرح مناقبه وفضائله لاطلنا الخطب ولم نصل الى
...لغرض منها فانه كان عالما عاملا زاهدا عابدا ورعا تقيا اماما في علوم
...الشريعة مرضيا"**

...رین ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائیں جو علامہ نے امام والا شان کے بارے میں
...ستعمال کیے ہیں۔ اب اس سے زبردست اور ارفع تعریف میں اور کیا لفظ ہو سکتے
...ہیں جن میں جملہ اوصاف کو ذکر کر دیا ہے جس کے بعد معاند سے معاند کو بھی دم زدن
...کی مجال باقی نہیں رہتی۔ ایک ان ناموں میں سے سفیان ثوری کا بھی نام ہے اس کے
...جواب ہیں ایک وہ جو سبکی نے طبقات میں دیا جو ابھی گزر چکا ہے۔ دوسرا جواب یہ
...ہے کہ حافظ ابن حجر مکی شافعی "خیرات الحسان" میں سفیان ثوری سے نقل کرتے ہیں:

"کان ثقة صدوقا فی الحدیث والفقه" سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ حدیث وفقہ میں ثقہ اور سچے تھے اللہ کے دین پر مامون تھے۔ کہیے ابن سلما کی تضعیف کہاں گئی۔ اب خیال تو فرمائیے کہ ایک سو گیارہ میں سے کتنے علماء ضعیف کہنے والوں سے کم ہو گئے۔

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

ناظرین یہاں پر آتا اور معلوم کریں کہ لفظ ثقہ تعدیل کی اعلیٰ قسم میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ کے صفحہ ۵۵ میں تصریح کی ہے:

"اما الفاظ التعدیل فعلی مراتب الاولی قال ابن ابی حاتم اذا قیل للواحد انه ثقة او متقن فهو ممن یحتج بحدیثه وقال الخطیب ابوبکر ارفع العبارات فی احوال الرواة ان یقال حجة او ثقة" ملتقطا اور "میزان الاعتدال" میں حافظ ذہبی نے اسی طرح تصریح کی ہے۔ ایک نام جارحین میں یحییٰ بن سعید القطان کا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے۔

ناظرین امام صاحب کے بارے میں یحییٰ یہ فرماتے ہیں کہ بخدا ہم نے ابوحنیفہ سے اچھا قول کسی کا سنا ہی نہیں اور ہم تو ان کے اکثر اقوال پر عمل کرتے ہیں۔

عن ابن معین قال سمعت یحیی بن سعید القطان یقول لا نکذب علی الله ما سمعنا احسن من رای ابی حنیفة ولقد اخذنا باکثر اقواله

(تهذیب الکمال و تذهیب التهذیب)

اور عقود الجواہر صفحہ ۹ میں اس طرح نقل کیا ہے:

"وقال یحیی بن سعید ربما استحسنا الشیء من قول ابی حنیفة فناخذ به قال یحیی وقد سمعت من ابی یوسف الجامع الصغیر ذکره الازدی حدثنا محمد بن حرب سمعت علی بن المدینی فذکره من اوله الی اخره حرفا بحرف انتهی"

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یحییٰ بن سعید امام ابو یوسف کے شاگرد

ہیں۔ غرض ان اقوال سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن سعید نے تعریف کی ہے نہ برائی۔ اگر
مولف رسالہ ہی ہے تو اس کو کسی معتبر کتاب سے یحییٰ بن سعید کا یہ قول نقل کرنا چاہیے کہ امام
ابو حنیفہ نہایت ضعیف ہیں۔ صرف نام ذکر کرنے سے کام نہیں چل سکتا۔

حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" کے صفحہ ۲۸۰ میں یہ بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن
سعید امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے:

"وکان یحیی القطان یفتی بقول ابی حنیفۃ ایضًا"

اسی طرح وکیع بن الجراح بھی امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔
چنانچہ ابو محمد بن الحسین الموصلی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے:

"قال یحیی بن معین ما رأیت احدا اقدمہ علی وکیع وکان یفتی برای
ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثا
کثیرا" (عقود الجواہر ص۸)

ناظرین آپ کے خیال میں کیا یہ بات آ سکتی ہے کہ ایک شخص کی برائی بھی کی جائے
اور برا کہنے والا اسی کے اقوال پر عمل بھی کرے اور اس کے قول کو مفتی بہ بھی سمجھے۔
عجب بات ہے کہ بزعم مؤلف رسالہ امام ابو حنیفہ کو یحییٰ بن سعید برا بھی کہتے جاتے
ہیں اور یہی ابو حنیفہ کے اقوال کو اچھا بھی سمجھتے ہیں اور وقت فتویٰ ان ہی کی طرف
رجوع کرتے اور ان ہی کے تلمیذ کے شاگرد بھی بن جاتے ہیں۔

اللہ تیری شان کے قربان جایئے

مؤلف رسالہ کو چاہیے کہ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دے مگر

ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں

"کان ابو حنیفۃ فقیھًا معروفًا مشھورا بالورع معروفا بالافضال علی
الناس صبورًا علی تعلیم العلم باللیل والنھار کثیر الصمت قلیل
الکلام حتی ترد علیہ مسئلۃ" (تبییض الصحیفۃ)

امام صاحب مشہور فقیہ تھے ان کی پرہیزگاری اور تقوے کا شہرہ تھا۔ ان کی
لوگوں پر عام تھی۔ روز و شب لوگوں پر تعلیم ان کا مذاق تھا اپنے نفس کو اسی کا عادی
تھا۔ زیادہ تر خاموشی ان کا شعار تھا۔ جب تک کوئی سوال ان سے نہ کیا جائے کلام
کرتے تھے۔

"عن ابراهيم بن عكرمة ما رايت في عصري كله عالمًا اورع
ازهد ولا اعبد ولا اعلم من ابي حنيفة"
ابراہیم بن عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے تمام عمر کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو امام ابو
سے زیادہ پرہیزگار، زاہد، عابد، عالم ہو۔

"وعن علي بن عاصم قال لو وزن عقل ابي حنيفة بعقل اهل الارض
لرجح بهم"
علی بن عاصم کہتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ کی عقل کا موازنہ دنیا والوں کی عقل کی جائے
تو امام ابوحنیفہ کی عقل ان پر راجح ہو جائے گی۔ اور وہ باعتبار عقل ان پر غالب رہیں
گے۔

"وعن وكيع قال كان ابو حنيفة عظيم الامانة وكان يؤثر رضاء الله
على كل شيء ولو اخذته السيوف في الله لاحتملها"
وکیع بن الجراح کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ عظیم الامانت تھے وہ ہر شے پر خداوند تعالیٰ
کی رضامندی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان پر تلواریں
چلنے لگیں تو ان کے زخموں کو برداشت کر لیتے۔ کیوں نہ ہو آپ لا یخافون لومۃ لائم کے
مصداق تھے۔

"وعن ابن داؤد قال اذا اردت الآثار فسفيان واذا اردت تلك
الدقائق فابو حنيفة"

ابن داؤد کا قول ہے اگر تم کو آثار وروایات کی ضرورت ہو تو سفیان کا دامن پکڑ لو اور
فن حدیث و تفسیر کے دقائق و نکات معلوم کرنا ہوں تو امام ابوحنیفہ کی صحبت اختیار کرو

وعن عبد الله بن المبارك قال لولا ان الله اعانني بابي حنيفة وسفيان

ورد لكنت كسائر الناس“

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعہ سے

ل مدد نہ کرتا تو میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا کہ کچھ نہ آتا۔

وعن محمد بن بشر قال كنت اختلف الى ابى حنيفة وسفيان فاتى

ابا حنيفة فيقول لى من اين جئت فاقول من عند سفيان فيقول لقد جئت

من عند رجل لو ان علقمة والاسود حضر الاحتاجا مثل واتى سفيان

فيقول من اين جئت فاقول من عند ابى حنيفة فيقول لقد جئت من عند

افقه اهل الارض“

محمد بن بشر کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ اور سفیان ثور کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔

جس وقت امام صاحب کے پاس آؤں تو وہ مجھ سے دریافت فرماتے کہاں سے آ

رہے ہو تو میں جواب دیتا کہ سفیان ثوری کے پاس سے آ رہا ہوں اس وقت امام

صاحب فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہو کہ اگر اس زمانہ میں علقمہ اور اسود موجود

ہوتے تو اس جیسے شخص کے محتاج ہوتے اور جس وقت سفیان کے پاس جاتا تو وہ

دریافت کرتے کہاں سے آ رہے ہو تو میں کہتا کہ ابوحنیفہ کے پاس سے آ رہا ہوں تو

سفیان فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہو جو روئے زمین کے لوگوں میں

افقہ ہے۔

وعن يزيد بن هارون قال ادركت الناس فما رايت احدا اعقل ولا

اورع من ابى حنيفة“

یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا لیکن امام ابوحنیفہ سے

زیادہ عقل مند اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔

”وعن اسماعيل بن محمد الفارسى قال سمعت مكى بن ابراهيم

ذكر ابا حنيفة فقال كان اعلم اهل الارض فى زمانه“

اسماعیل بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ
اپنے زمانہ کے علماء میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

"محمد بن حفص عن الحسن عن سلیمان انه قال لا یقوم الساعة
حتی یظهر قال علم ابی حنیفة"

محمد بن حفص حسن سے روایت کرتے ہیں اور حسن سلیمان سے ناقل ہیں کہ انہوں
نے کہا جب تک ابو حنیفہ کا علم ظاہر نہ ہو قیامت نہ آئے گی۔ حتی یظهر کے قائل کہتے ہیں
انہوں نے علم ابو حنیفہ سے کی کہ اس سے امام ابو حنیفہ ہی کا علم مراد ہے۔

"عن محمد بن احمد البلخی قال سمعت شداد بن حکیم یقول ما
رایت اعلم من ابی حنیفة"

شداد بن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔

"اما ابو حنیفة رحمہ اللہ فلقد کان ایضًا عابدًا زاهدا عارفا بالله خائفا منه
مریدا وجه الله بعلمه (احیاء العلوم)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ بھی عابد زاہد اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے
اللہ سے ڈرنے والے اپنے علم سے اللہ کی خوشنودی اور رضامندی طلب کرنے والے
تھے۔

ناظرین مؤلف رسالہ نے جارحین امام ابو حنیفہ میں امام غزالی کو بھی شمار کیا ہے
احیاء العلوم میں تو انہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی اور ثناء وصفت اور ان کا علم،
تقویٰ وغیرہ اوصاف جمیلہ بیان کیے ہیں۔ لیکن مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ امام
غزالی نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے۔ عجب پر عجب ہے۔

"وقال احمد بن حنبل فی حقه انه من العلم والورع والزهد وایثار
الدار الآخرة بمحل لا یدرکه احد" (خیرات الحسان)

امام صاحب کے بارہ میں امام احمد فرماتے ہیں کہ علم، پرہیزگاری، زہد اور ایثار
آخرت کے ایسے مرتبہ پر امام ابو حنیفہ تھے جس کو کوئی حاصل نہیں کر سکا۔

اور یہی وہی امام احمد ہیں جو بقول مؤلف رسالہ برا کہنے والوں میں شمار ہیں۔

"كان عالما عاملا زاهدًا ورعا تقيا كثير الخشوع دائم التضرع الى الله" (تاريخ ابن خلكان)

امام ابوحنیفہ عالم، عامل، زاہد، متقی، پرہیزگار، کثیر الخشوع، دائم التضرع تھے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

باتضرع باش تا شاداں شوی
گریہ کن تا بے وہاں خنداں شوی

"قال يحيى ابن معين القراءة قراءة حمزة و الفقة فقه ابى حنيفة على هذا ادركت الناس" (تاريخ ابن خلدون جلد ثالث)

ابن معین فرماتے ہیں کہ اصل قرأت تو حمزہ کی اور اصل فقہ ابوحنیفہ کی ہے اسی پر میں نے لوگوں کو عامل دیکھا اور اسی راہ مستقیم پر چل رہے ہیں۔

"قال ابو عاصم هو والله عنى الفقه من ابن جريج ما رات عينى رجلا اشد اقتدارا على الفقه منه" (خيرات الحسان)

ابو عاصم کہتے ہیں بخدا ابوحنیفہ ابن جریج سے افقہ ہیں۔ میری آنکھوں نے فقہ پر اتنی قدرت رکھنے والا آدمی نہیں دیکھا۔

"هذا اصل صحيح يعتمد عليه فى البشارة بابى حنيفة و الفضيلة التامة" (تبييض الصحيفة)

یہ حدیث اصل صحیح ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس میں امام کے لیے فضیلت کامل اور بشارت تام ہے۔ امام سیوطی اس حدیث کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جو مسلم شریف کے صفحہ ۳۱۲ میں ہے

"ولو كان الدين عند الثريا" (الحديث) کہ اگر دین ثریا پر ہوگا تو ایک شخص اہل فارس کا اس کو حاصل کرلے گا۔

چونکہ امام ابوحنیفہ فارسی النسل ہیں اور آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا

اس مرتبہ کا نہیں تھا۔ اس لیے علماء نے اس حدیث کا مصداق ابوحنیفہ کو ہی قرار
امام کے واسطے اس حدیث میں اعلیٰ درجہ کی خوش خبری اور بشارت ہے اور وہ
امام پر منطبق ہے۔

علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی شاگرد امام جلال الدین سیوطی کے حاشیہ علی الا
میں فرماتے ہیں:

"وما جزم به شيخنا من ان ابا حنيفة هو المراد من هذا الحد،
ظاهره لا شك فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس في العلم مبلغه احد"

کہ جو اعتقاد ہمارے شیخ کا ہے کہ اس حدیث سے ابوحنیفہ ہی مراد ہیں۔ اس
کوئی شک نہیں کیوں کہ اہل فارس میں سوائے امام ابوحنیفہ کے اور کوئی بھی علم
مرتبہ کو نہیں پہنچا۔

لہٰذا امام ابوحنیفہ پر یہ حدیث منطبق ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری وطبرانی
نے بھی بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے امام صاحب
مناقب میں تبییض الصحیفہ تصنیف کی ہے۔ اس میں کوئی لفظ سیوطی کا ایسا نہیں
سے امام ابوحنیفہ کی تضعیف ثابت ہوتی ہو۔ مؤلف رسالہ کا سیوطی پر اتہام
انہوں نے امام ابوحنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے اگر کوئی مرد میدان ہے تو وہ
دکھائے۔

یہی گو ہے یہی میدان ہے آئے کوئی

علامہ ابوعبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ شافعی نے اکمال فی اسماء رجال المشکاۃ
امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے

"من اراد ان يتبحر في الفقه فهو عيال على ابي حنيفة"

جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ابوحنیفہ کی عیال ہے۔

"روى الهرقاني قال اخبرنا ابو العباس بن حمدون لفظا قال حد
محمد بن الصباح قال سمعت الشافعي محمد بن ادريس يقول

لله هل رایت اباحنیفة قال نعم رایت رجلا لو کلمك في هذه
الاسطوانة ان یجعلها ذهبا لقام بحجته وفي روایة اخری ماذا اقول في
رجل لو ناظرني في ان نصف هذا العمود من ذهب ونصف من فضة
لقام بحجته" (عقود الجواهر ص٩ واکمال رجال المشکوٰة)

ملاحظہ فرمائیں کہ امام مالک نے امام صاحب کی قوت استدلال اور تبحر علمی
کو کس شدومد سے بیان فرمایا ہے اگر کسی کی ہمت ہو تو امام مالک اور امام شافعی کا وہ
قول پیش کرے جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کو سخت ضعیف کہا ہے مع سند صحیح کتب معتبرہ سے
ورنہ خاموش ہو کر بیٹھ رہے۔

قال الحکم بن هشام حدثت بالشام عن ابي حنيفة انه کان من
اعظم الناس امانة واراده السلطان علي ان يتولی مفاتيح خزائنه او
يضرب ظهره فاختار عذابهم علي عذاب الله" (اکمال)

حکم بن ہشام فرماتے ہیں کہ شام میں مجھ سے بیان کیا گیا کہ امام ابو حنیفہ لوگوں میں
سب سے بڑے امانت دار ہیں بادشاہ وقت نے ارادہ کیا کہ اپنے خزانہ کی کنجیاں ان کے
حوالے کرے اگر وہ قبول کریں تو بہتر ہے ورنہ ان کو مار کر یہ کام کرانا چاہیے تو امام
صاحب نے آخرت کے عذاب پر دنیا کے عذاب کو ترجیح دی اور تکلیف برداشت کی
بادشاہ کے خزانچی نہ ہوئے اور خدا کے عذاب سے اس طرح سے بچے

والغرض بايراد ذکره في هذا الکتاب ان لم نرو منه حديثا في
المشکوٰة للتبرك به لعلو مرتبته ووفور علمه" (اکمال)

صاحب مشکوٰۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنی کتاب میں ہم نے امام ابو حنیفہ کا جو ذکر کیا ہے مقصد
ان کے ذکر سے برکت حاصل کرنا ہے۔ گو مشکوٰۃ میں امام ابو حنیفہ سے کوئی
حدیث نہیں کی گئی لیکن چونکہ وہ بڑے مرتبہ والے اور زیادہ علم والے ہیں۔ اس لیے
ان کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ حاسدین اس قول کو دیکھیں اور آتش حسد میں جل کر
راکھ ہو جائیں۔

"وقد سالہ الاوزاعی عن مسائل واراد البحث معہ بوسائل فا
علی وجہ الصواب فقال لہ الاوزاعی من این ھذا الجواب فقال
الاحادیث التی رویتموھا ومن الاخبار والاثار التی نقلتموھا
وجہ دلالتھا وطرق استنباطھا فانصف الاوزاعی ولم یعسف
نحن العطارون وانتم الاطباء" (مرقات ص۲٤)

ایک مرتبہ امام اوزاعی نے مباحثہ کے قصد سے امام ابوحنیفہ سے چند مسائل
کیے۔ امام صاحب نے ان کے شافی وصحیح جواب دیے۔ امام اوزاعی نے فرمایا
جواب آپ نے کہاں سے حاصل کیا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ میں نے
احادیث وروایات اور اخبار وآثار سے استنباط کیا ہے جو تم نے روایت کی ہیں۔
کے بعد امام صاحب نے ان نصوص کے وجوہ دلالت اور ان سے استنباط کے طر
کو بیان کیا جس کو سن کر امام اوزاعی کو اقرار کرنا پڑا کہ بے شک ہم عطار اور آپ
اطباء ہیں۔ اس کو انصاف کہا جاتا ہے کہ جو واقعی بات ہو اس کو تسلیم کر لیا اور را
اختیار نہ کی۔ ایک مرتبہ میافارقین میں بھی امام اوزاعی نے امام صاحب سے رفع
فی الصلوٰۃ کے بارے میں مناظرہ کیا تھا جس کا جواب امام صاحب نے ایسا دیا
امام اوزاعی خاموش ہو گئے جس کو حافظ ابن ہمام نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے۔

"وقال جعفر بن الربیع اقمت علی ابی حنیفۃ خمسین سنۃ فما رأ
اطول صمتا منہ فاذا سئل عن شیء من الفقہ سال کالوادی"

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص۱۱

جعفر بن ربیع کہتے ہیں میں پانچ سال تک ابوحنیفہ کی خدمت میں رہا۔ میں نے
سے زیادہ خاموش رہنے والا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ لیکن جس وقت ان سے کسی
مسئلہ کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو وادی کی طرح بہہ پڑتے تھے۔

"قال یحیٰی بن ایوب الرازی کان ابوحنیفۃ لا ینام فی اللیل"

(مرقا

یحیٰی بن ایوب کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ شب بھر نہ سوتے تھے۔

"وقال نضر بن شمیل کان الناس نیاما عن الفقه حتی ایقظهم ابو حنیفة بما فتقه وبینه" (مرقات)

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ سے غافل اور خواب میں تھے امام ابوحنیفہ نے ان کو بیدار کر دیا۔

"وقال ابن عیینة ما قدم مکة فی وقتنا رجل اکثر صلٰوة منه" (مرقات)

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ہمارے مکہ کے قیام کے زمانہ میں کوئی ایسا شخص مکہ میں نہیں آیا جو ابوحنیفہ سے زیادہ نماز پڑھتا ہو۔

"وقد تقول بعض المتعصبین ان منهم من کان قلیل البضاعة فی الحدیث ولا سبیل الی هذا المعتقد فی کبار الائمة لان الشریعة انما تؤخذ من الکتاب والسنة (الی ان قال) والامام ابو حنیفة انما قلت روایته لما شدد فی شروط الروایة والتحمل وضعف روایة الحدیث الیقینی اذا عارضها الفعل النفسی وقلت من اجل ذلك روایته فقل حدیثه لا انه ترك روایة الحدیث عمدا فحاشا من ذالك ویدل علی انه من کبار المجتهدین فی الحدیث اعتماد مذهبه فیما بینهم والتعویل علیه واعتباره ردا وقبولا الخ" (تاریخ ابن خلدون)

بعض متعصبین نے یہ بکواس کی ہے کہ بعض ان ائمہ میں سے حدیث میں کم پونجی والے تھے لیکن یہ خیال کبار ائمہ کے بارے میں بالکل غلط ہے کیوں کہ شریعت کا مدار قرآن وحدیث پر ہے (الی ان قال) اور امام ابوحنیفہ کی روایات کے کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے شروط روایات اور تحمل روایات اور ضعف روایات حدیثیہ میں بہت سختی سے کام لیا اور اس کی صحت میں بہت سی سخت شرطیں لگائی ہیں اس بنا پر ان کی روایت حدیث کم ہے یہ بات نہیں ہے کہ انہوں نے قصداً روایت حدیث ترک کر دی حاشا وکلا۔ ان کے کبار مجتہدین فی الحدیث ہونے پر یہ واضح دلیل ہے کہ علماء میں ان

کے مذہب کا اعتبار و اعتماد ردا قبولاً ہوتا ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ روایات حدیثیہ میں بہت ہی احتیاط سے کام لیتے تھے اور سخت شرطیں لگا رکھی تھیں۔ جو تقویٰ اور ورع کی ظاہر دلیل ہے۔ مجتہدین فی الحدیث سے کبار مجتہدین میں داخل تھے۔ اسی وجہ سے حافظین حدیث مخالفین نے بھی ان کو شمار کیا ہے۔ چنانچہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ سے ظاہر ہے۔ متعصبین اور معاندین نے اس سے اپنی ظاہری آنکھ بھی بند کر لی ہے۔ لیکن حق ظاہر ہی ہو کر رہتا ہے۔ اور اگر قلت روایت عیب شمار کیا جانے لگے تو پھر سب سے پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا چاہیے کہ ان کی روایات حدیث باعتبار باقی صحابہ کے بہت ہی کم ہیں۔

چنانچہ ناظرین کتب احادیث پر مخفی نہیں تاریخ ابن خلدون کے بعض نسخوں میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی تھیں۔ اور اس قول کو نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب "الحطہ" میں نقل کیا اور وہیں سے اور غیر مقلدین نقل کر کے امام صاحب پر طعن کرتے ہیں لیکن یہ قول کئی وجوہ سے غلط ہے۔ اول اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ واقعہ میں ابن خلدون سے اس میں غلطی نہیں ہوئی تو ضرور یہ غلطی چھاپے خانے اور مطبع والوں اور کاتبین کتاب تاریخ کی ہے کیونکہ یہ قول علمائے ثقات کے اقوال کے صریح مخالف ہے جنہوں نے امام صاحب کی روایات کی تعداد بیان کی ہے جو اس سے سینکڑوں گنا زیادہ ہے۔ امام زرقانی وغیرہ نے چند اقوال امام صاحب کی روایات میں نقل کیے ہیں۔ ان میں یہ قول مذکور نہیں ہے ورنہ ضرور ذکر کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول غلط ہے۔ دوسرے ابن خلدون امور تاریخیہ میں کمال رکھتے تھے اور ان کو امور شرعیہ میں اتنی دستگاہ نہ تھی چنانچہ سخاوی وغیرہ نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے لہٰذا ایسے امور میں ابن خلدون کا قول معتبر نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کا قول ائمہ اثبات کے اقوال کے مخالف ہو۔ کیونکہ جس شخص کو امور شرعیہ میں مہارت نہ ہو وہ ائمہ کبار کے مراتب پر مطلع نہیں

ا۔

...ے ابن خلدون نے اس قول کو کلمہ یقال سے تعبیر کیا ہے۔ جو ضعف اور عدم
ثبوت پر دال ہے لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں کیوں کہ خود مورخ کو ہی جزم نہیں تو
دوسرا کیا جزم کر سکتا ہے۔ چوتھے امور تاریخیہ اور حکایات منقولہ کی جانچ پڑتال کرنی
ضروری ہے جو امور اور حکایات دلائل عقلیہ ونقلیہ کے قطعی مخالف ہوں وہ اہل عقل
اور ارباب علم کے نزدیک یقیناً مردود ہیں کبھی ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

اور یہ قول کہ روایات امام سترہ ہیں دلائل قطعیہ اور مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ جس
نے امام محمد صاحب اور امام ابو یوسف صاحب وغیرہ کی تصانیف دیکھی ہیں وہ کبھی بھی
اس قول کو باور نہیں کر سکتا۔ کہ امام ابو حنیفہ کی سترہ روایتیں ہیں۔ موطا امام محمد، کتاب
الآثار، کتاب الحجۃ، سیر کبیر، کتاب الخراج، امام ابو یوسف کی یہ ایسی کتابیں ہیں جو آج
مطبوع ہیں۔ ان میں سینکڑوں روایتیں امام ابو حنیفہ سے مروی ہیں۔ پھر یہ قول کہ ان
کی سترہ حدیثیں ہیں قطعاً غلط ہے۔ علاوہ ازیں جس نے مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف
عبد الرزاق، تصانیف دار قطنی، تصانیف حاکم، تصانیف بیہقی اور تصانیف امام طحاوی کو
آنکھیں کھول کر دیکھا ہوگا وہ قول مذکور کو یقینی غلط اور باطل سمجھے گا پھر ستم یہ ہے کہ
مخالف وموافق سب ہی امام ابو حنیفہ کو کبار مجتہدین میں سے سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ
مجتہد کے واسطے سترہ حدیثیں کسی طرح بھی کفایت نہیں کر سکتی ہیں تو لامحالہ قول مذکور
باطل مردود ہے پس نواب صدیق حسن خاں نے جو قول نقل کیا ہے غلط ہے۔ تعجب تو یہ
ہے کہ ایک شخص عالم ہو کر ایسے اقوال مردودہ اپنی کتابوں میں نقل کرے اور ان پر کسی
قسم کی جرح وقدح نہ کرے اور خاموش چلا جائے۔ اس کی شان سے بسا بعید ہے۔

جہاں جہاں نواب صاحب نے امام صاحب کے حالات اپنی کتابوں میں بیان کیے
ہیں۔ مثلاً الحطہ فی اصول الصحاح الستہ، اتحاف النبلاء، التاج
المکلل، ابجد العلوم وغیرہ۔ سب میں اسی روش کو اختیار کیا ہوا ہے۔ بلکہ ان
کتابوں کو نظر غور سے دیکھا جائے تو امام صاحب کے تراجم میں ان کے اقوال متضاد

اور متعارض نظر آئیں گے۔ لہٰذا ایسی کتابوں کی علماء کو تنقید کرنی ضروری ہے تا
گمراہی کے گڑھے میں نہ گر پڑیں۔ ابن جوازی کے متعلق ناظرین کو پہلے معلوم
ہے کہ تساہل اور تشدد فی الجرح میں ضرب المثل ہیں۔ لہٰذا ان کی جرح خصوصاً
صاحب کے بارے میں مردود ہے۔ اسی بنا پر سبط ابن الجوزی نے ان پر ا
ظاہر کیا ہے وہ فرماتے ہیں "لیس العجب من الخطیب بانہ یطعن فی جماعۃ
من العلماء وانما العجب من الجد کیف سلک اسلوبہ وجاء بما ہو
اعظم منہ" (مراۃ الزمان) خطیب پر تو کوئی تعجب نہیں آتا کیوں کہ علماء
کرنے کی ان کی عادت ہے۔ زیادہ تر تعجب تو نانا جان سے ہے کہ انہوں نے
کیوں طریقہ اختیار کیا۔ بلکہ طعن کرنے میں ان سے بھی چند قدم آگے بڑھ گئے
سے معلوم ہوا کہ خطیب اور ابن جوزی نے جو جرح کی ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔

اسی بنا پر بعض علماء نے "السہم المصیب فی کبد الخطیب" کتاب
جس میں خطیب کی تمام جروح کا جواب دیا ہے۔ نیز ائمہ نے تصریح کی ہے کہ
کی روایات جو امام کی جرح میں نقل کی ہیں باعتبار سند ثابت نہیں غیر معتبر ہیں۔
خیرات الحسان میں مصرح ہے۔ علاوہ ازیں خطیب بغدادی کو امام احمد اور امام ا
سے خاص بغض تھا اس وجہ سے اور بھی ایسے امور زبردستی جمع کرتے تھے جو
ہوں گو واقع میں کوئی ان کی حقیقت و وقعت نہ ہوتی تھی۔ لیکن عوام کو دھوکہ میں
سے ان کو کام تھا۔ ابن جوزی کی طرح صنعانی، جوزقانی، مجد الدین فیروز آبادی
تیمیہ، ابوالحسن بن القطان وغیرہ بھی تشدد فی الجرح میں مشہور ہیں۔ لہٰذا بغیر تحقیق
ہوئے ان کے اقوال مقبول نہیں ہو سکتے۔ خطیب کے بعد جتنے بھی ایسے لوگ
ہوئے سب نے ہی خطیب کی تقلید کی اور کسی نے بھی تنقید و تحقیق سے کام نہ لیا۔
پر مکھی مارتے رہے۔ دار قطنی وغیرہ متعصبین میں معدود ہیں ان کی جرح کا بھی
نہیں۔

حافظ عینی نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری اور ہدایہ کی شرح بنایہ میں دار قطنی

امام ابو حنیفہ کی جرح کا جواب دیا ہے۔

من این له تضعیف ابی حنیفة وهو مستحق التضعیف فانه روی فی مسنده احادیث سقیمة و معلولة ومنکرة غریبة وموضوعة"

(بنایه شرح هدایه)

دار قطنی کو امام ابو حنیفہ کی تضعیف کا حق ہی کیا ہے بلکہ وہ خود تضعیف کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے سنن میں منکر معلول، سقیم، موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔"

قلت لو تأدب الدار قطني واستحيى لما تلفظ بهذه اللفظة في حق ابي حنيفة فانه امام طبق علمه الشرق والغرب ولما سئل ابن معين عنه فقال ثقة مامون ما سمعت احدا ضعفه هذا شعبة بن الحجاج يكتب اليه ان يحدث وشعبة شعبة وقال ايضًا كان ابو حنيفة ثقة من اهل الدين والصدق ولم يتهم بالكذب وكان مامونا على دين الله صدوقا في الحديث واثنى عليه جماعة من الائمة الكبار مثل عبدالله بن المبارك ويعد من اصحابه سفيان بن عيينة وسفيان الثوري و حماد بن زيد وعبدالرزاق ووكيع وكان يفتي برايه والائمة الثلاثة مالك والشافعي واحمد و اخرون كثيرون وقد ظهر لك من هذا تحامل الدار قطني عليه وتعصبه الفاسد وليس له مقدار بالنسبة الى هؤلاء حتى يتكلم في امام متقدم على هؤلاء في الدين والتقوى والعلم وبتضعيفه اياه يستحق هو التضعيف افلا يرضى بسكوت اصحابه عنه وقد روى في سننه احاديث سقيمة ومعلولة ومنكرة وغريبة وموضوعة ولقد روى احاديث ضعيفة في كتابه الجهر بالبسملة واحتج بها مع علمه بذلك حتى ان بعضهم استحلفه على ذلك فقال ليس فيه حديث صحيح ولقد صدق القائل حسد والفتى اذ لم ينالوا سلوة والقوم اعداء له

وخصوم" (عمدۃ القاری ج۲ ص ۶۷)

اگر دار قطنی کو کچھ حیا اور ادب ہوتا تو امام ابو حنیفہ کی شان میں اپنی زبان سے ا...
کو نہ نکالتے کیوں کہ ابو حنیفہ ایسے امام ہیں جن کا علم مشرق و مغرب کو محیط ہو ...
جس وقت ابن معین سے امام ابو حنیفہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں ...
ثقہ اور مامون ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے ابو حنیفہ کی تضعیف کی ...
شعبہ بن حجاج ہیں کہ امام ابو حنیفہ کو فرمائش کیا کرتے تھے کہ حدیث بیان کریں ...
سے روایت کرتے تھے اور شعبہ جیسے کچھ زبردست محدث ہیں ان کو کون نہیں جا...
بھی انہیں کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ اور اہل دین اور اہل صدق میں سے ہیں ...
کے ساتھ متہم نہیں ہیں۔ دین پر مامون ہیں حدیث میں صادق ہیں۔ اور بڑے ...
ائمہ نے ان کی تعریف اور ثنا و صفت کی ہے جیسے عبداللہ بن مبارک کہ یہ امام ا...
کے شاگردوں میں بھی شمار ہیں۔ سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن ...
عبدالرزاق، وکیع جو امام صاحب کے قول پر فتویٰ بھی دیتے تھے۔ امام مالک، ا...
شافعی، امام احمد اور بہت سے بڑے بڑے ائمہ نے بھی امام صاحب کی مدح کی ...
اسی سے دار قطنی کا تعصب فاسد اور تحامل کا سد ظاہر ہو گیا۔ ان کی کوئی ہستی ان ...
کبار کے مقابلہ میں نہیں، جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی ہے تا کہ ایسے امام ...
شان میں کلام کرے جو ان ائمہ پر دین و تقویٰ اور علم کے اعتبار سے مقدم ہے۔ ا...
ابو حنیفہ کی تضعیف کرنے کی وجہ سے خود دار قطنی تضعیف کے مستحق ہیں۔ کیا ا...
صاحب کے اصحاب کے سکوت پر راضی نہیں اور پھر خود اپنے سنن میں سقیم حدیثیں ا...
معلول، منکر، غریب، موضوع روایات روایت کی ہیں و نیز کتاب الجہر بالبسملہ
میں احادیث ضعیفہ باوجود یکہ ان کو علم ان کے ضعیف ہونے کا تھا روایت کیں اور ا...
مذہب پر ان سے استدلال کیا۔ حتیٰ کہ بعض علماء نے قسم کھلائی تو اقرار کیا کہ اس کتاب
میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ ناظرین یہ حال جرح کرنے والوں کا ہے۔

واما قول ابن القطان وعلته ضعف ابی حنیفة فاساءة ادب وقلة حیاء

فان مثل الامام الثوری وابن المبارک واضرابهما وثقوه واثنوا علیه فما مقدار من یضعفه عنه هولاء الاعلام.

(بنایه شرح هدایه بحث اجارة ارض مکة)

ابن القطان کا قول کہ یہ حدیث ابوحنیفہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے معلول ہے بے ادبی اور بے حیائی ہے کیوں کہ امام ابوحنیفہ کی توثیق اور مدح امام ثوری اور ابن مبارک جیسے ائمہ نے کی ہے لہٰذا ان کی کوئی وقعت ان اعلام کے مقابلہ میں نہیں ہے کہ تضعیف میں ابن القطان کا قول معتبر ہو۔

بعض الجروح صدر من المتاخرین المتعصبین کالدار قطنی وابن عدی وغیرهما. ممن یشهد القرائن الجلیة بانه فی هذا الجرح من المتعسفین والتعصب امر لا یخلو منه البشر الا من حفظه خالق القوی والقدر وقد تقرر ان مثل ذلک غیر مقبول عن قائله بل هو موجب لجرح نفسه (التعلیق الممجد ص۳۲)

بعض جروح متاخرین متعصبین سے صادر ہوئی ہیں جیسے دار قطنی، ابن عدی وغیرہ جن پر قرائن جلیہ شاہد ہیں کہ یہ لوگ اس جرح پر تعسف وتعصب کے پابند ہیں اور ظاہر بھی یہ ہے کہ تعصب سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جس کو خدا محفوظ رکھے ورنہ کوئی انسان اس سے خالی نہیں ہے اور یہ اپنے محل پر محقق ہو چکا ہے کہ متعصب کی جرح مقبول نہیں بلکہ اس جیسی جرح سے وہ خود مجروح ہو جاتا ہے لہٰذا دار قطنی، ابن عدی، ابن جوزی، خطیب وغیرہ سب کے سب خود مجروح ہیں۔ ان کی جرح امام صاحب کے بارے میں ہرگز مقبول نہیں۔

ولا عبرة لکلام بعض المتعصبین فی حق الامام ولا بقولهم انه من جملة اهل الرای بل کلام من یطعن فی هذا الامام عند المحققین یشبه الهذیانات" (میزان کبری للشعرانی ص۱۸)

امام ابوحنیفہ کے حق میں بعض متعصبین کے کلام کا اعتبار نہیں اور نہ ان کے اس قول کا

اعتبار ہے کہ وہ اہل رائے میں سے تھے بلکہ جو شخص امام ابو حنیفہ پر طعن کرتا محققین کے نزدیک اس کا کلام بکواس کے مشابہ ہے اس کی کوئی وقعت نہیں۔

ناظرین خیال کریں کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی مذہب کے شافعی ہیں وہ امام صاحب کی تعریف کر رہے ہیں۔ اور جو لوگ امام صاحب میں کلام کرتے ہیں ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ بے شک فضیلت وہی ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں۔

"فانه لا اعتداد بقول المتعصب كما قدح الدار قطني في الامام ابي حنيفة بانه ضعيف في الحديث" (شرح مسلم الثبوت)

متعصب کے قول کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ دار قطنی نے امام ابو حنیفہ میں قدح کیا یوں کہہ دیا کہ وہ حدیث میں ضعیف تھے۔ کیوں کہ یہ متعصب ہیں لہذا ان کے بارے میں ان کا قول معتبر نہیں۔

ومن ثمه لم يقبل جرح الجارحين في الامام ابي حنيفة حيث جرحه بعضهم بكثرة القياس وبعضهم بقلة معرفة العربية وبعضهم بقلة رواية الحديث فانه هذا كله جرح بما لا يجرح الراوي.

(مقدمه فتح الباري)

ناظرین یہ عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہے جو پہلے بھی ایک مقام پر منقول ہو چکی ہے جو شاہد عادل ہے کہ حافظ کے نزدیک امام صاحب مجروح نہیں بلکہ ثقہ ہیں اسی بنا پر جن لوگوں نے جرح کی ان کے قول کو ابن حجر نے رد کر دیا۔ چنانچہ عبارت شاہد ہے۔

"درایہ" کے حاشیہ پر جو عبارت لکھی ہوئی ہے جس کو مؤلف رسالہ نے نقل کیا جو ابتدا میں گزر چکی ہے۔ وہ کسی متعصب کی لکھی ہوئی ہے۔ جو مؤلف رسالہ کے بھائی بند ہوں گے جو اپنے آپ کو ابو المکارم سے تعبیر کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر "درایہ" میں حدیث من کان لہ امام کے تحت میں صرف دار قطنی کا قول نقل کیا وہ جو انہوں نے حسن بن عمارہ اور امام ابو حنیفہ کے بارہ میں کہا تھا۔ خود حافظ ابن حجر

ں ہی ضعیف نہیں کہا۔ کوئی عبارت ان کی اس کے ثبوت میں کوئی بھی پیش نہیں کر
۔ اتنی بات ضرورت ہے کہ حافظ ابن حجر کے قلم سے یہاں پر لغزش ہو گئی اور
۔ دل چلے گئے اور یہ اسی بنا پر خاموشی کی نسبت میں ان کی طرف کر رہا ہوں۔ کہ ان
ی دوسری تصانیف اور ان کے اقوال اس کی تردید کرتے ہیں۔ پس اس سے کوئی
دل بھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ حافظ ابن حجر کے نزدیک ضعیف ہیں۔ ابوالمکارم
۔ حاشیہ پر صاحب المنتظم کا جو قول نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ حافظ نہیں۔ مضطرب
۔ ذاہب الحدیث ہیں۔ اول اس کو یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی اور سفیان
۔ اور شعبہ بن حجاج اور عبداللہ بن المبارک اور حافظ ابن عبدالبر وغیرہ ائمہ کا قول رد
۔ کیوں کہ یہ لوگ ان کے ثقہ، صدوق مامون حافظ الحدیث ہونے کے قائل
۔ ان کے مقابلہ میں ابوحفص بن عمرو بن علی کے قول کا اعتبار نہیں۔
۔ اس قول کو حافظ ذہبی کی "تذکرۃ الحفاظ" کی عبارت رد کرتی ہے۔
۔ انہوں نے امام صاحب کو حافظ الحدیث کہا ہے۔ اگر ذاہب الحدیث یا
۔ ب الحدیث ہوتے اور حافظ حدیث نہ ہوتے تو امام ذہبی جیسا شخص جو شافعی
۔ ہے ہیں امام ابوحنیفہ کو حافظ الحدیث نہ کہتے۔ تیسرے یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ
۔ ابوحنیفہ جن کو ذاہب الحدیث مضطرب الحدیث کہا جاتا ہے وہی ابوحنیفہ ہیں جن کا
۔ امام نعمان بن ثابت الکوفی ہے جو صاحب مذہب ہیں جن کی طرف حنفیہ منسوب
۔ ہے ہیں جو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کئی مرتبہ دیکھا
۔ ہو تابعی ہیں۔ کیوں کہ ابوحنیفہ بہت سے لوگوں کی کنیت ہے اور ان میں بعض
۔ ن ہیں۔ امام صاحب اس سے مراد نہیں۔ چنانچہ منصف اور حق پسند حضرات پر
۔ نہیں۔
۔ ین کے اطمینان قلب کے واسطے چند علماء کے نام ذکر کرتا ہوں جن کی کنیت
ابوحنیفہ ہے۔ اول احمد المصدق ابن محمد نیشاپوری ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے جن کو ابن
۔ نے ذکر کیا ہے۔ دوسرے جعفر بن احمد ہیں ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ تیسرے محمد

بن عبید اللہ بن علی خطمی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ چوتھے محمد بن یوسف کی کنیت ا
ہے۔ پانچویں عبدالمومن کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ چھٹے محمد بن عبداللہ الہندوانی ا
ابوحنیفہ ہے۔ ساتویں علی بن نصر کی کنیت ابوحنیفہ ہے آٹھویں عبیداللہ بن ا
عبدالملک کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ نویں محمد بن حنیفہ بن ماہان قصبی کی کنیت ا
ہے۔ دسویں قیس بن احرام کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ گیارہویں ابوالفتح محمد بن ال
کنیت ابوحنیفہ ہے۔ بارہویں بکر بن محمد بن علی بن فضل کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔
عبدالکریم زیلعی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ چودہویں امام طحاوی کے استاذ
الاستاذ خوارزمی کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ پندرہویں نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن
احمد بن حیوان کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ سولہویں احمد بن داؤد دینوری کی کنیت ا
ہے۔ سترہویں وہ ابوحنیفہ ہیں جو سلمان بن مرو کے شاگرد ہیں اور ان سے
بیٹے عبدالاکرم روایت کرتے ہیں۔ اٹھارویں وہ ابوحنیفہ ہیں جو جبیر بن مطعم
جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔ اور ان سے مغیرہ بن مقسم روایت کرتے ہیں
ہیں۔ ان دونوں کو ذہبی نے باب الکنی میں میزان الاعتدال کے ضمن میں ذکر کیا
غرض یہ اٹھارہ شخص امام صاحب کے علاوہ ہیں جن کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ پس
دلیل کے یہ کہا جاتا ہے کہ جس ابوحنیفہ کو ذاہب الحدیث مضطرب الحدیث لیہ جا
جاتا ہے۔ وہ امام صاحب ہیں جن کی توثیق ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، ام
بن معین، سفیان ثوری، علی بن المدینی، شعبہ بن حجاج، عبداللہ بن المبارک
وغیرہم کرتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ قول یا تو غلط ہے یا کسی دوسرے ابوحنیفہ
بارے میں ہے۔

حافظ ابن عبدالبر کی کتاب جامع العلم سے علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی
کتاب تنویر الصحیفہ میں نقل کیا ہے:

"لا تتکلم فی ابی حنیفة بسوء ولا تصدقن احد ایسئ القول فیه،
واللہ ما رایت افضل ولا اورع ولا افقه منه ثم قال ولا یغتر احد بکلام

خطیب فان عنده العصبية الزائدة على جماعة من العلماء كابي حنيفة والامام احمد وبعض اصحابه وتحامل عليهم بكل وجه وصنف فيه بعضهم السهم المصيب في كبد الخطيب واما ابن الجوزي فانه تابع الخطيب وقد عجب منه سبط ابن الجوزي حيث قال في مرأة الزمان ليس العجب من الخطيب فانه طعن في جماعة من العلماء وانما العجب من الجد كيف سلك اسلوبه وجاء بما هو اعظم قال ومن المتعصبين على ابي حنيفة الدار قطني وابو نعيم فانه لم يذكره في الحلية وذكر من دونه في العلم والزهد" (رد المحتار ص۳۸ ج۱)

امام ابو حنیفہ کے بارے میں کسی برائی سے کلام مت کر تو اور جو امام صاحب کے بارے میں برا خیال رکھتا ہو اس کی بھی ہر گز تصدیق نہ کر۔ میں نے بخدا ان سے زیادہ افضل اور پرہیز گار اور فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر کہا کہ دیکھو کوئی خطیب کے کلام سے دھوکا نہ کھائے کیوں کہ خطیب حد سے زیادہ علماء پر تعصب کی نظر رکھتے ہیں۔ جیسے امام ابو حنیفہ اور امام احمد اور ان کے بعض اصحاب پر پوری طرح سے خطیب نے حملے کیے ہیں لہذا ان کا اعتبار نہیں اور خطیب کے جوابات میں علماء نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "السهم المصيب في كبد الخطيب" رکھا ہے۔ لیکن ابن جوزی۔ پس وہ خطیب کے ہی مقلد محض ہیں۔

سبط ابن الجوزی نے تعجب ظاہر کیا ہے "مرآۃ الزمان" میں فرماتے ہیں کہ خطیب سے ایسے امور کا ظاہر ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ کیوں کہ علماء پر طعن کرنا ان کی تو عادت قدیمہ ہے۔ تعجب تو اپنے نانا پر آتا ہے کہ انہوں نے کیوں خطیب کی روش کو اختیار کیا۔ اور خطیب سے چند قدم آگے بڑھ کر بالکل حد میں تجاوز کر گئے نیز امام صاحب سے تعصب رکھنے والوں میں سے ایک دار قطنی اور ابو نعیم بھی ہیں اس لیے کہ ابو نعیم اپنی کتاب حلیہ میں ان حضرت کو لائے اور بیان کیا جو امام ابو حنیفہ سے علم و زہد میں بدرجہ کم تھے اور امام ابو حنیفہ کو ذکر نہیں کیا جو مرتبہ اور علم میں مذکورین سے بڑھ کر

ہیں لیکن ان کو نہ ذکر کیا تو یہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔ مولف رسالہ نے یحیی کے قول مذکور کو نقل کر کے یہ کہا ہے کہ یہ قول معتبر نہیں کیوں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے اس لیے یحییٰ بن معین کی توثیق معتبر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جرح تعدیل پر اسی وقت مقدم ہوتی ہے کہ جب مفسر ہو اور کوئی مانع موجود نہ ہو ورنہ یہ عام قاعدہ جگہ نہیں ہے۔

میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب "معیار الحق" میں لکھتے ہیں۔ پس وجہ جرح مضعفین کی ثابت نہ ہوئی اور جرح ان کا بے وجہ باقی رہا تو اس کو کون قبول کرتا ہے۔

وبهذا التحقيق اندفع ما قال بعض قاصري الانظار المعلوم في بعض الحواشي على بعض الكتب ان الجرح مقدم على التعديل فلا يدفعه تصحيح لبعض المعدلين له ذكره ابن حجر وغيره ووجه الاندفاع لا يخفى عليك بعد التامل الصادق الا ترى ان تقديم الجرح على التعديل فرع لوجود الجرح وقد نفيناه لعدم وجود وجهه وصار هباء منثور افاين المقدم واين التقديم. (معيار الحق)

میاں صاحب فرماتے ہیں کہ ہماری اس تحقیق سے وہ اعتراض رفع ہو گیا ہو کوتاہ نظر اصحاب نے بعض کتب کے حواشی میں کیا ہے کہ جرح تعدیل کے اوپر کی وجہ تامل وغور کے بعد مخفی نہیں رہتی کیوں کہ ظاہر بات ہے کہ تقدیم جرح التعدیل وجود جرح کی فرع ہے اور ہم وجود جرح کو مٹا چکے ہیں۔ اس لیے کہ اس کوئی دلیل نہیں اور اس کو ہم نے ہباء منثورا کر دیا ہے پھر کیسا مقدم اور کہاں کی تقدیم تو سب وجود جرح پر مبنی ہیں۔

یہی گو ہے یہی میدان ہے آئے کوئی امام نووی فرماتے ہیں:

"ولا يقال الجرح مقدم على التعديل لان ذالك فيما اذا كان الجرح ثابتا مفسر السبب والا فلا يقبل اذا لم يكن كذا" (شرح مسلم)

۔۔۔ یہ ہوا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے کیوں کہ یہ اسی صورت میں ہے
۔۔۔ جرح ثابت اور مفسر السبب ہو ورنہ مقبول نہیں اور مقدم نہیں ہوتی۔

۔۔۔ وی فرماتے ہیں: "وقدموا الجرح لكن ينبغي تقييد الحكم
۔۔۔ الجرح بما اذا فسرا ما اذا تعارضا من غير تفسير فانه يقدم
۔۔۔ يل قاله المزى وغيره و عليه يحمل قول من قدم التعديل
۔۔۔ اضى ابو الطيب الطبرى وغيره" (فتح المغيث)

۔۔۔ نے جرح کو مقدم کیا ہے لیکن یہ حکم اس صورت کے ساتھ مقید ہے کہ جرح مفسر
۔۔۔ دونوں میں تعارض ہو اور کسی قسم کی تفسیر جرح و تعدیل کی نہ ہو تو اس وقت
۔۔۔ جرح پر مقدم ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ مزی وغیرہ نے تصریح کی ہے اور ایسی ہی
۔۔۔ ونوں پر ان علماء کا قول محمول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے
۔۔۔ قاضی ابو الطیب طبری وغیرہ۔ مراد یہ ہے کہ تعدیل مفسر ہو گی تو جرح پر مقدم ہو
گی۔

۔۔۔ رین ان اقوال سے اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ جرح کا تعدیل پر مقدم ہونا
۔۔۔ م قاعدہ نہیں ہے ورنہ کوئی امام اس سے بچ نہیں سکتا۔ امام صاحب کے بارے میں
۔۔۔ جرح ظاہر ہے کہ حسد اور تعصب مذہبی کی وجہ سے کی ہے چنانچہ ماسبق میں اچھی
۔۔۔ واضح ہو چکا۔ لہٰذا یہاں تو یہ قاعدہ کسی طرح بھی جاری نہیں ہو سکتا۔ تقدیم جرح
۔۔۔ جرح کی فرع ہے۔ جب جرح ہی موجود نہیں تو تقدیم کیسی چنانچہ میاں صاحب
۔۔۔ نے تصریح کی ہے اور اگر بالفرض جرح کو تسلیم کر لیں تو تعدیل و جرح میں تعارض
۔۔۔ چنانچہ ظاہر ہے اور تعارض کی صورت میں بقول حافظ سخاوی اور حافظ مزی وغیرہ
۔۔۔ تعدیل مقدم ہے۔ غرض کسی طرح بھی امام صاحب کے بارے میں جرح ثابت
۔۔۔ ہر پہلو پر نظر ڈالیے اور مؤلف رسالہ کو داد دیجیے۔ دوسرے یحییٰ بن معین ہی
۔۔۔ تعدیل میں متفرد نہیں بلکہ اور بھی ائمہ ہیں جنہوں نے امام صاحب کی توثیق کی ہے
۔۔۔ علی بن مدینی، سفیان ثوری، شعبہ بن حجاج، حافظ ابن حجر، حافظ ذہبی، حافظ ابو

الحجاج مزی، وکیع بن الجراح، ابوداؤد، حافظ ابن عبدالبر، عبداللہ بن المبارک۔
ابن حجر مکی، امام مالک، امام شافعی وغیرہم۔ چنانچہ مکرر سکرر گزر چکا ہے۔
والحال اگر یحییٰ بن معین کی توثیق معتبر نہ ہو تو حضرات مذکورین کی توثیق کافی
تیسرے یہ جرح مبہم ہے۔ جب تک مفسر نہ ہو اور کوئی مانع نہ ہو اس وقت تک
نہیں۔ کیوں کہ عداوت وحسد اور تعصب وحمیت غیر شرعیہ کے آثار یہاں پر
پس اس جرح کے مردود ہونے میں کوئی شک نہیں۔ چوتھے ابن جوزی نے خطیب
تقلید کی ہے اور خطیب کی جروح معتبر نہیں کیوں کہ ائمہ پر طعن کرنا ان کی عادت
لہٰذا ابن جوزی کی جرح کا بھی اعتبار نہیں۔ پانچویں ابن جوزی متشددین فی الجرح
سے ہیں۔ بغیر وجہ وجیہ کے بھی رواۃ کو مجروح کر دیتے ہیں۔
چنانچہ گزر چکا لہٰذا یہ قول ان کا معتبر نہیں۔ چھٹے اس کی سند صحیح بیان کرنی چاہیے
صحت سند کے یہ قول معتبر نہیں۔ ساتویں حافظ ابن عبدالبر تصریح کر چکے ہیں کہ
ابوحنیفہ کی توثیق وثنا وصفت کرنے والے زیادہ ہیں۔ لہٰذا ان ائمہ کے مقابلہ
طاعنین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں۔ امام صاحب کا علم وفضل تقویٰ وپرہیزگاری
دیانت وامانت، ورع وزہد، عبادت وریاضت، تابعیت وعدالت، ثقاہت وذکاوت
وغیرہ اوصاف ایسے ہیں جن کے مخالف بھی تعریف کیے بغیر نہ رہے۔ چنانچہ ا
میں مفصل بیان ہو چکا۔
پس ایسے شخص میں وہی عیوب نکالے گا جس کے دل کی اور ظاہری آنکھوں کی
جاتی رہی ہوگی۔ اور جو شراب عداوت وحسد سے مخمور ہوگا۔ جس نے ضد وعناد پر
باندھی ہوگی۔ تعصب وہٹ دھری جس نے اپنا پیشہ کر لیا ہوگا۔ ورنہ اہل حق
انصاف کے نزدیک حق ظاہر ہے۔

"وقال ابو یوسف ما رایت احدا اعلم وبتفسیر الحدیث من ابی حنیفۃ وما رایت احد اعلم بتفسیر الحدیث منہ"

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ جاننے والا نفس مسئلہ

ں کو نہیں دیکھا اور نہ کوئی ان سے زیادہ تفسیر حدیث کا عالم میری نظر سے گزرا۔
یں جب امام حنیفہ کو بقول حاسدوں اور دشمنوں کے حدیث سے واقفیت ہی
نہ احادیث واخبار کے معانی اور ان کی تفسیر کا ان کو علم ہوتا چہ معنی وارد۔ اور وہ بھی
زمانہ میں ان کے برابر کا بھی کوئی نہیں کیوں کہ ان سے اچھا تو عالم کوئی تھا ہی
تعریف بھی وہی شخص کر رہا ہے جو اپنے وقت کا امام مجتہد تسلیم کیا ہوا ہے یعنی امام
ف جن کے شاگرد امام احمد وغیرہ ہیں۔ مجد الدین فیروز آبادی کے متعلق بھی یہ
کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ کی تضعیف کی ہے۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی
فرماتے ہیں:

دسوا علی شیخ الاسلام مجد الدین الفیروز آبادی کتابا فی الرد
علی ابی حنیفة وتکفیره ودفعوه الی ابی بکر الخیاط الیمنی فارسل
الامام مجد الدین فکتب الیه ان کان بلغك هذا الکتاب فاحرقه فانه
افتراء علی من الاعداء وانا من اعظم المعتقدین فی ابی حنیفة
وذکرت مناقبه فی مجلد" (الیواقیت والجواهر)

امام صاحب کے رد اور تکفیر میں بعض لوگوں نے مجد الدین فیروز آبادی کے نام سے
ایک کتاب تصنیف کی اور ابو بکر بن خیاط یمنی کو لوگوں نے دکھائی تو انہوں نے
فیروز آبادی کو خط لکھ کر بہت لعنت ملامت کی اس پر فیروز آبادی نے ابو بکر کو
لکھ بھیجا کہ جب کتاب آپ کے پاس پہنچے تو آپ اس کو جلا دیں۔ یہ مجھ پر
دشمنوں نے افترا پردازی کی ہے۔ میں تو امام ابو حنیفہ کا بہت بڑا معتقد ہوں اور میں
نے ایک کتاب ان کے مناقب میں لکھی ہے تو میں کس طرح ان کو برا بھلا کہہ سکتا
۔ مؤلف رسالہ نے ان کو بھی مضعفین امام میں گنایا تھا۔ یہ اپنی بریت ظاہر کرتے
اور کہتے ہیں کہ یہ میرا کام نہیں بلکہ میرے دشمنوں کا ہے۔ شیخ عبد القادر
جیلانی کی نسبت بھی مؤلف رسالہ نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔
"غنیۃ الطالبین" میں ان کو مرجئی کہا ہے۔ اس کے بارے میں اول تو یہ عرض

ہے کہ پہلے اس کو ثابت کیا جائے کہ غنیۃ الطالبین شیخ کی تصنیف ہے اس
متعلق "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" مصنفہ مولانا
لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ دیکھنی چاہیے۔

دوسرے یہ عرض ہے کہ اگر بالفرض شیخ ہی کی تصنیف وتالیف ہے تو بھی
کیوں کہ شیخ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ امام ابوحنیفہ مرجئی تھے اگر کوئی مدعی ہے
شیخ کی عبارت سے جو غنیۃ میں ہو ثابت کر دکھائے مگر

سخن شناس نہ دلبر اخطا اینجاست

یہی خبر نہیں کہ شیخ نے کیا بیان کیا ہے اور ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ شیخ نے
فرقوں میں غسانیہ کی جگہ حنفیہ کو لکھا ہے جس کی تفصیل وتشریح خود آگے چل کر
سے فرماتے ہیں:

"اما الحنفية فهم بعض اصحاب ابی حنيفة النعمان بن ثابت ر
ان الايمان هو المعرفة والاقرار بالله ورسوله وبما جاء به من
جملة علی ما ذكره البربوتی فی كتاب الشجرة" (غنية الطالبين)

کہ میں نے جو حنفیہ کے فرقہ کو مرجئہ میں شمار کیا ہے اس سے تمام حنفی مراد
بلکہ بعض اصحاب کا یہ خیال ہے کہ ایمان صرف معرفت اور اقرار لسانی کا نام ہے
ناظرین اس عبارت میں کہاں شیخ نے امام کو یا جملہ حنیفہ کو مرجئی کہا ہے۔
کس طرح امام کے متعلق شیخ کی تضعیف ثابت کی جاتی ہے یہ روز روشن کی
اور عوام کو دھوکہ دہی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اسی کو حق اور دیانت داری اہل حدیث
خصوصا مؤلف رسالہ سمجھتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ذریعہ آخرت کے سنوارنے کا
ہے۔

شیخ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عرفنی رسول الله ﷺ ان فی المذهب الحنفی طريقة انيقة هی
الطريق بالسنة المعروفة التی جمعت ونضجت فی زمان البخاری

صحابہ" (فیوض الحرمین)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ مذہب حنفی میں ہی عمدہ طریق ہے جو سب طریقوں
موافق اس سنت معروفہ کے کہ جو بخاری اوران کے اصحاب کے زمانہ میں
ل کی ہے۔ یہ وہی شاہ صاحب ہیں جن کے ذمہ یہ الزام ہے کہ انہوں نے امام
کو ضعیف کہا ہے اگر وہ بڑے تھے تو ان کا مذہب کیسے اچھا ہو گیا اور وہ بھی
ل سے اور احادیث کے زیادہ موافق عجب پر عجب ہے۔

مؤلف رسالہ نے جتنے نام شمار کرائے تھے ان میں سے اکثر کو میں لکھ چکا
اسی طرح اوروں کو ناظرین قیاس کریں۔ گو مجملاً تو سب ہی کا جواب ہو چکا تھا
اطمینان کے لیے اتنی تفصیل سے میں نے ذکر کر دیا تا کہ اچھی طرح مؤلف
ل دیانت داری کی داد دیں۔ اب میں چند نام کتب کے ناظرین کے سامنے
تا ہوں۔ جن میں امام صاحب کے مناقب موجود ہیں جن کے مؤلفین شافعی،
حنبلی، حنفی ہیں۔ عقود المرجان، قلائد عقود الدرر والعقیان یہ دونوں کتابیں امام
ب کے مناقب میں حافظ ابو جعفر طحاوی نے تالیف کی ہیں۔ البستان فی مناقب
ان علامہ محی الدین بن عبد القادر بن ابو الوفا قرشی نے تالیف کی۔ شقائق النعمان
جار اللہ زمخشری کی کشف الآثار علامہ عبداللہ بن محمد حارثی کی۔ الانتصار لامام ائمۃ
علامہ یوسف سبط ابن جوزی کی تبییض الصحیفہ امام جلال الدین سیوطی نے
محرر سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ تحفۃ السلطان علامہ ابن کاس نے تالیف
عقود الجمان علامہ محمد بن یوسف دمشقی نے تالیف کی۔ ابانہ احمد بن عبداللہ
کا۔ تنویر الصحیفہ علامہ یوسف بن عبد الہادی کی تصنیف ہے۔ خیرات الحسان
ابن حجر مکی شافعی کی۔ محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ قلائد العقیان یہ بھی
ابن حجر مکی شافعی نے امام صاحب کے مناقب میں تصنیف کی ہے۔ الفوائد المہمہ
علامہ عمر بن عبد الوہاب عرضی شافعی کی۔ مرآۃ الجنان امام یافعی کی۔ تذکرۃ الحفاظ امام
ی۔ محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تذہیب التہذیب الکاشف یہ دونوں

بھی حافظ ذہبی شافعی کی ہیں۔ تہذیب الکمال حافظ ابو الحجاج مزی کی جامع الاصول علامہ ابن اثیر جزری کی۔ احیاء العلوم امام غزالی کی محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تہذیب الاسماء واللغات امام نووی کی۔ تاریخ ابن خلدون، تاریخ ابن خلکان۔ اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکاۃ، محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ طبقات کبریٰ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی محرر سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ المیزان یہ بھی شعرانی کی ہے۔ طبقات شافعیہ ابو اسحاق شیرازی کی۔

اول کتاب مسند میں ابو عبداللہ بن خسرو بلخی نے امام صاحب کے مناقب بیان کیے ہیں۔ محرر سطور نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ الایضاح عثمان بن علی بن محمد شیرازی کی۔ جامع الانوار محمد بن عبدالرحمٰن غزنوی کی۔ مرقات شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری کی۔ محرر سطور نے اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تنسیق النظام فاضل سنبھلی کی۔ اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ مسند امام اعظم کا احناف کے واسطے میرے خیال میں اس سے اچھا کوئی حاشیہ نہیں بلکہ مستقل شرح ہے۔ النافع الکبیر، مقدمہ تعلیق مجد، مقدمہ ہدایہ، مقدمہ شرح وقایہ، مقدمہ سعایہ، اقامۃ الحجہ، الرفع والتکمیل، تذکرۃ الراشد، مولانا عبدالحئی لکھنوی کی ہیں یہ آٹھوں کتابیں محرر سطور کے مطالعہ سے گزری ہیں۔

آثار السنن، اوشحہ الجید، علامہ شوق نیموی کی۔ ان دونوں کتابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ خصوصاً آثار السنن بہت اچھی کتاب ہے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔

خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال علامہ صفی الدین خزرجی کی یہ کتاب بھی مطالعہ سے گزری ہے۔

عمدۃ القاری، شرح بخاری، بنایہ شرح ہدایہ یہ دونوں کتابیں حافظ وقت عینی کی اور دونوں محرر سطور کے مطالعہ میں رہ چکی ہیں۔ شرح عین العلم ابن حجر مکی شافعی حاشیہ محمد بن یوسف دمشقی علی المواہب، عین العلم محمد بن عثمان بلخی کی اس کا بھی محرر سطور نے مطالعہ کیا ہے۔ انتصار الحق جواب معیار الحق فاضل رام پوری کی۔ یہ بھی مطالعہ سے گزری ہے اچھی کتاب ہے۔ شرح مسلم الثبوت علامہ بحر العلوم لکھنوی کی،

...الفضل لکھنوی کا اس کو بھی دیکھا ہے۔ تمہید حافظ ابن عبدالبر، استذکار حافظ ابن
...البر، کتاب جامع العلم حافظ ابن عبدالبر۔ اس کا ایک مختصر ہے۔ احقر نے اس کا
...لعہ کیا ہے۔ بہت عجیب سی کتاب ہے۔ مجمع البحار علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی کی اس کا بھی
...لعہ کیا ہے۔ ان کی ایک کتاب قانون فن رجال میں ہے جو قلمی ہے چھپی ہوئی نہیں
... اس کے خطبہ میں خود مؤلف نے اپنے آپ کو حنفی لکھا ہے۔ احقر نے اس کا
...لعہ کیا ہے اچھی کتاب ہے۔ طبقات کبریٰ تاج الدین سبکی کی، لواقح الانوار شعرانی
...کی۔ تذکرۃ الاولیاء عطار کی، فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ محدث کی۔ عقود الجواہر
... علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی کی اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں
... اس میں ان روایات حدیثیہ کو جمع کیا ہے جن کو امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں۔
...عجیب کتاب ہے ہر شخص کو جو حنفی مذہب رکھتا ہو۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تا کہ اس
...معلوم ہو کہ امام ابوحنیفہ کو کتنی حدیثیں پہنچی تھیں اور دشمن کتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ
... سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ درمختار رد المحتار دونوں کا مطالعہ کیا ہے۔ مقدمہ فتح
...الباری اس کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب یہ دونوں بھی
...حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہیں۔ احقر نے دونوں کا مطالعہ کیا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔
...الفائق علامہ شعیب کی جو مشہور بحرفش ہیں۔

التاج المکلل، الحطہ فی اصول الصحاح الستۃ، اتحاف النبلاء،
...الالتباس۔ یہ چاروں کتابیں نواب صدیق حسن خان قنوجی کی ہیں جو میرے
...لعہ سے گزری ہیں۔ المقابت المنفیہ، کتاب الخلفاء یہ دونوں مولوی عبدالاول
...پوری کی ہیں جو خاکسار نے دیکھی ہیں۔ کتاب المناقب للموفق بن احمد مکی اس کا
...ی مطالعہ کیا ہے۔ مناقب کردری اس کو بھی احقر نے دیکھا ہے۔ یہ دونوں کتابیں
... المعارف میں چھپی ہیں جو حیدر آباد میں ہے۔ الحیاض علامہ شمس الدین سیواسی
... جزء المناقب حافظ ذہبی مصنف کاشف کی ہے۔ الطبقات السنیہ علامہ تقی الدین
...عبدالقادر کی الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ حافظ ذہبی کا ہے۔ یہ اناسی کتابوں کے نام

ناظرین کے سامنے مشتے نمونہ از خروارے پیش کیے ہیں جس میں بہت سی اصل ہیں جو خاص امام صاحب کے مناقب ومحامد میں لکھی گئی ہیں جن کے دیکھنے سے ہوتا ہے کہ سوائے حاسدوں اور دشمنوں کے اور کوئی بھی امام صاحب کے فضائل نہیں کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جن میں آپ کے موجود ہیں جس کی ظاہری آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھ سکتا ہے۔ مذکورہ کتب میں بیالیس کتابیں میں نے دیکھی ہیں اور ان کا مطالعہ کیا ہے۔

ناظرین یہاں تک ان اقوال کے متعلق ذکر تھا جن کے مؤلف رسالہ لے تھے تقریباً نصف تام میں نے ان سے ذکر کیے ہیں۔ انہیں پر اوروں کو قیاس کر کو مضمون بہت طویل ہو گیا مگر فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اب آگے مؤلف فرماتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۳:

یہ تو ہوا امام صاحب کی نسبت۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۳۔۱۴)

جواب:

ناظرین جس کی کیفیت مفصل طور پر معلوم کر چکے ہیں صرف دو قول یہاں صاحب کے مجاہدہ نفس اور ریاضت فی العبادت کے بارہ میں پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں: "عن حفص بن عبدالرحمٰن کان ابو حنیفۃ یحیی اللیل ویقرء القرآن فی رکعۃ ثلاثین سنۃ"

حفص بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ تمام شب عبادت میں گزار کرتے تھے اور تیس سال تک برابر ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

عن مسعر قال دخلت لیلۃ المسجد فرایت رجلا یصلی ... الصلوٰۃ حتی ختم القرآن کلہ فی رکعۃ فنظرت فاذا ھو ابو حنیفۃ

مسعر کہتے ہیں کہ میں ایک رات ایک مسجد میں جو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے ایک رکعت میں تمام قرآن ختم کر

نے جو غور سے دیکھا تو وہ امام ابوحنیفہ نکلے۔ صاحبو یہ ہے کوئی ایسی عبادت اور اس کا کرنے والا۔ مگر ہائے ابوحنیفہ کی عداوت کہ اس نے اس عبادت کو بھی بدعت بنا دیا۔ الجرح علیٰ اصول الفقہ کے مؤلف نے اس کا ذکر کیا ہے۔ احقر نے اس کا جواب بھی لکھا ہے جو طبع ہو چکا ہے جس کا نام الصارم المسلول ہے جس کے سامنے مخالفین کو بھی دم زدن کا چارہ نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴:

امام صاحب کے بیٹے اور پوتے کی بابت

میزان الاعتدال جلد اول میں ہے "اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفة نعمان بن ثابت الکوفی عن ابیه عن جده قال ابن عدی ثلثهم ضعفاء انتهیٰ" (الجرح علیٰ ابی حنیفة ص۱۴)

جواب:

ناظرین آپ کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ابن عدی متعصبین میں سے ہیں خصوصاً امام صاحب کے ساتھ تو ان کو خاص طور پر محبت ہے اسی لیے ان پر صفائی کا ہاتھ پھیرتے ہیں لہٰذا ان کے قول کا اعتبار نہیں۔ دوسرے جب تک جرح مفسر نہ ہو اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ مفصل بحث گزر چکی ہے۔ اور ابن عدی کا قول مذکور جرح مبہم غیر مفسر ہے لہٰذا مقبول نہیں۔ اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے کوئی قطعی فیصلہ تقریب میں ان کے متعلق نہیں کیا۔ صرف لفظ تکلموا کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفة الکوفی القاضی حفید الامام تکلموا فیه من التاسعة مات فی خلافة المامون" (تقریب) اور ظاہر ہے کہ لفظ تکلموا جرح مبہم ہے۔ لہٰذا حد اعتبار سے ساقط ہے۔

"ومن ذلك قولهم فلان ضعيف ولا يبينون وجه الضعف فهو جرح مطلق والاولى ان لا يقبل من متاخرى المحدثين لانهم يجرحون بما لا يكون جرحا" (سعی مشکور)

انہیں اقوال میں سے جو جرح مبہم میں شمار ہوتے ہیں۔ محدثین کا یہ قول
ضعیف ہے اور وجہ ضعف بیان نہیں کرتے تو یہ جرح مطلق ہے۔ بہتر یہ ہے کہ
محدثین سے اگر یہ قول صادر ہو تو مقبول نہیں کیا جائے کیوں کہ ان کی عادت
کہ یہ ایسی باتوں کے ساتھ جرح کرتے ہیں جو واقع میں جرح نہیں ہوتی ہیں

ابن سعد لم یکن بالقوی قلت هذا جرح مردود وغیر مقبول"

(مقدمۃ الفتح)

حافظ ابن حجر مقدمہ میں عبد الاعلیٰ بصری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ابن سعد
کہا کہ عبد الاعلیٰ قوی نہیں تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جرح مردود ہے مقبول نہیں۔
ناظرین دیکھیے کہ لفظ لم یکن بالقوی اور فلاں ضعیف دونوں سے ضعف راوی
نہیں ہوتا۔ حالانکہ دونوں لفظ جرح کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ معلوم
یہ جرح مبہم غیر مفسر ہے۔ جس سے عیب پیدا نہیں ہوسکتا۔ پس اسی طرح ابن عدی
کہنا کہ تینوں ضعیف ہیں غلط ہے مقبول نہیں وجہ یہ کہ کوئی سبب ضعیف نہیں پایا جا

"قلت قول ابن عدی ان کان مقبولا فی اسمعیل وحماد
سبب الضعف لعدم اعتبار الجرح المبهم فهو غیر مقبول قطعا فی
حنیفة وکذا کلام غیره ممن ضعفه کالدار قطنی وابن القطان
حققه العینی فی مواضع من البنایة. شرح الهدایة وابن الهمام فی
القدیر وغیرهما من المحققین" (فوائد بهیه ص ۴٦)

جب تک اسماعیل اور حماد کے بارے میں سبب ضعف نہ بیان کیا جائے اس
تک ابن عدی کی جرح مقبول نہیں کیوں کہ جرح مبہم مردود ہوا کرتی ہے۔ لیکن
عدی کی جرح امام ابوحنیفہ کے بارے میں قطعی اور یقینی غیر مقبول ہے۔ اسی طرح
قطنی اور ابن القطان وغیرہ کا کلام بھی قطعاً غیر مقبول ہے۔ چنانچہ حافظ عینی اور
ابن ہمام وغیرہ محققین نے تصریح کی ہے۔

میزان میں حافظ ذہبی ابن عدی کا قول نقل کرنے کے بعد خطیب کا قول نقل

قال الخطيب وحدث عن عمرو بن ذر ومالك بن مغول وابن
ب وطائفة وعنه سهل بن عثمان العسكري وعبدالمؤمن بن علي
ه وجماعة ولي قضاء الرصافة وهو من كبار الفقهاء قال محمد
عبدالله الانصاري ما ولي من لدن عمر الى اليوم اعلم من اسمعيل
ماد قيل ولا الحسن البصري قال ولا الحسن"

(میزان ج۱ ص۱۰۵)

حدیث اسماعیل نے عمرو بن ذر اور مالک بن مغول اور ابن ابی ذئب اور ایک
محدثین سے حاصل کیا ہے اور ان سے فن حدیث کو سہل بن عثمان اور عبدالمومن
ایک گروہ محدثین نے حاصل کیا۔ رصافہ کے قاضی اور کبار فقہاء میں شمار
بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ سے لے کر ہمارے
اسماعیل بن حماد سے زیادہ عالم کوئی قاضی نہیں مقرر ہوا۔ کسی نے پوچھا کہ
سے بھی علم میں امام اسماعیل بڑھ کر تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ حسن بھی
برابر نہیں تھے۔ قضاءت کے لائق امام اسماعیل ہی تھے۔ اس عبارت سے امام
ل محدثیت، فقاہت، اہلیت وغیرہ اوصاف روز روشن کی طرح ثابت ہیں۔ نہ
وں ان کو ضعیف کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ابن عدی کے قول سے یہ لازم نہیں
حافظ ذہبی کے نزدیک بھی اسماعیل بن حماد ضعیف ہوں۔ کیوں کہ حافظ ذہبی
ان میں ایسے لوگوں کو بھی ذکر کیا ہے جو واقع میں ثقہ اور جلیل القدر ہیں۔ لیکن
اور نقل تجریح کی وجہ سے جو قابل اعتبار نہیں ہے ان کو ذکر کر دیا ہے وہ خود
یں کہ اگر ابن عدی وغیرہ ایسے حضرات کو اپنی تصانیف میں ذکر نہ کرتے تو
کتاب میں ان کی ثقاہت کی وجہ سے ان حضرات کو ذکر نہ کرتا۔

ان کے اس قول کو "وفيه من تكلم فيه مع ثقته وجلالته بادنى لين
تجريح فلولا ابن عدي اوغيره من مؤلفي كتب الجرح ذكروا
شخص لما ذكرته لثقته" (دیباچہ میزان ص۲ ج۱)

اور اسی طرح امام ذہبی نے یادداشت کے طور پر ختم کتاب پر بھی اس قول کا
ہے۔ چنانچہ تیسری جلد کے اختتام پر فرماتے ہیں "وفیه خلق کما قدمنا فی الا
من الثقات ذکرتهم للذب عنهم او لان الکلام فیهم غیر
ضعفاء" (میزان ج۳ ص۴۰۰)

میری اس کتاب میں بہت سے ثقہ لوگ بھی مذکور ہیں۔ چنانچہ میں نے ثقاہت
کی تصریح کی ہے۔ لیکن میں نے ان کو دو وجہ سے ذکر کیا ہے۔ یا تو ان سے
دفع کروں یا جو کلام ان کے بارے میں کیا گیا ہے وہ ان میں ضعف کو پیدا نہیں
ان تمام امور پر نظر ڈالتے ہوئے ہر شخص جس کو ادنیٰ عقل ہوگی یہ کہہ دے گا
حالت میں کسی طرح بھی ابن عدی کی جرح مذکور مقبول نہیں "ولی القضاء
بالجانب الشرقی ببغداد وقضاء البصرة والرقة وکان بصیرا بالقضاء
عارفا بالاحکام والوقائع والنوازل صالحا دینا عابدا زاهدا
الجامع فی الفقه والرد علی القدرية وکتاب الارجاء وعن الحلم
اسماعیل نافلة ابی حنیفة کان یختلف الی ابی یوسف یتفقه علیه
صار بحال یعرض علیه ومات شبابا" (الفوائد البهیه ص۴۶)

امام اسماعیل بغداد کی جانب شرقی اور بصرہ اور رقہ کے قاضی رہ چکے ہیں۔ قضا
کے ماہر احکام اور حوادثات اور واقعات کے پورے عارف و عالم تھے۔ صالح
دار، عابد، پرہیزگار، زاہد تھے۔ کتاب الارجاء، الجامع، الرد علی قدریہ۔ چند
تصنیف کیں، جوانی کی حالت میں انتقال ہوا۔ اس عبارت میں جو اوصاف
بڑے عالم و امام کے واسطے شایاں ہیں وہ سب موجود ہیں۔ ان حضرات کی صحت
تعجب آتا ہے کہ جب ایسے ائمہ ضعیف ہو جائیں گے تو پھر ثقہ کون ہوگا۔ افسوس
ہزار افسوس۔

ناظرین اب حماد کے بارے میں سنیں:

"وبعض المتعصبین ضعفوا حمادا من قبل حفظه کما ضعفوا

... لکن الصواب هو التوثيق لا يعرف له وجه في قلة الضبط ... وطعن المتعصبه غير مقبول انتهى" (تنسيق النظام ص۱۴)

... متعصبین نے ... بارے امام حماد کی تضعیف کی جس طرح متعصبین نے ... ضعیف کہا ہے ... بن حماد کے بارے میں صحیح توثیق ہی ہے کیوں کہ قلت ... کی کوئی وجہ ہی نہیں معلوم ہوتی۔ پھر کیونکر ضعیف ہو سکتے ہیں اور متعصب کی ... قول نہیں تا کہ تضعیف مقبول ہو۔

... علی قاری مکی بھیسے فرماتے ہیں:

هو حماد بن النعمان الامام ابن الامام تفقه علي ابيه وافتى في زمنه ... عليه ابنه وهو في طبقة ابي يوسف ومحمد وزفر والحسن بن ... وكان الغالب عليه الورع قال الفضل بن دكين تقدم حماد بن ... حماد الى شريك بن عبد في شهادة فقال شريك والله انك لعفيف ... والفرج خيار مسلم" (شرح مسند الامام)

... ان ہیں نعمان بن ثابت کے بیٹے خود بھی امام وقت اور امام کے بیٹے بھی ہیں۔ ... اپنے والد ماجد امام ابوحنیفہ سے حاصل کیا اور امام صاحب ہی کے زمانہ میں ... بھی تھے ان سے ان کے بیٹے اسماعیل بن حماد نے فن فقہ حاصل کیا۔ امام ... امام محمد، امام زفر امام حسن بن زیاد کے طبقہ میں شمار ہیں۔ اتقاء و پرہیز گاری ... آپ تھی فضل بن دکین کہتے ہیں کہ حماد ایک شہادت میں شریک بن عبد کے ... گئے تو شریک نے کہا بخدا پاک نظر اور پاک فرج ہیں اور مسلمانوں میں ... مسلم ہیں نیز ابن عدی وغیرہ متعصب ہیں چنانچہ ماسبق میں مفصل معلوم ہو ... جب تک کوئی وجہ و جیہ بیان نہ کریں ان کی تضعیف کا اعتبار نہیں۔

... نمبر ۱۵:

... ان کے مقرب شاگردان کی نسبت ضعف کا تمغہ پہلے امام ابو یوسف کو لیجیے ... ان کی بابت میزان الاعتدال میں ہے: "قال الفلاس كثير الغلط وقال

البخاری تر کوہ الی قولہ" اور لسان المیزان میں ہے:"قال ابن المبارک ابو یوسف ضعیف الروایة" (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۴۔۱۵)

جواب:

چو قاضی بفکرت نویسد سجل　　　نہ گردد ز دستار بندان خجل

ناظرین یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کے امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین شاگرد ہیں۔ چنانچہ کئی سلسلے ان کے ابتدا میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ وہی امام ابو یوسف جن کے بارے میں امام نسائی نے کتاب الضعفاء والمتروکین میں کہا ہے: ابو یوسف ثقہ ہیں۔ یہ وہی امام ابو یوسف ہیں جن کو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حافظین حدیث میں شمار کیا ہے۔

"سمع هشام بن عروة وابا اسحق الشيباني وعطاء بن السائب وطبقتهم وعنه محمد بن الحسن الفقيه واحمد بن حنبل وبشر بن الوليد ويحيى بن معين وعلي بن الجعد وعلي بن مسلم الطوسي وخلق سواهم نشاء في طلب العلم وكان ابوه فقيرا فكان ابو حنيفة يتعاهده قال المزني ابو يوسف اتبع القوم للحديث وروى ابراهيم بن ابي داؤد عن يحيى بن معين قال ليس في اهل الراى احد اكثر حديثا ولا اثبت منه وروى عباس عنه قال ابو يوسف صاحب حديث وصاحب سنة وقال ابن سماعة كان ابو يوسف يصلي بعد ما ولي القضاء في كل يوم مائتي ركعة وقال احمد كان منصفا في الحديث مات سنة اثنتين وثمانين ومائة وله اخبار في العلم والسيادة وقد افردته وافردت صاحبه محمد بن الحسن في جزء انتهى ملخصا"

(تذكرة الحفاظ للذهبي)

ابو یوسف نے فن حدیث کو ہشام بن عروہ، ابو اسحاق شیبانی، عطاء بن سائب اور ان کے طبقے والوں سے حاصل کیا ہے اور فن حدیث میں امام ابو یوسف کے شاگرد امام

امام یحییٰ بن معین، بشر بن ولید، علی بن جعد، علی بن مسلم طوسی اور ایک مخلوق محدثین
طلب علم ہی میں ان کی نشو ونما ہوئی ہے۔ ان کے والد ماجد کی افلاس کی
حالت تھی اس لیے امام ابو حنیفہ ان کی خبر گیری رکھتے اور ضروریات کو پورا کرتے تھے۔
مزنی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف جماعت بھر میں حدیث کے متبع تھے۔ ابراہیم بن
ابی داؤد یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ اہل رائے میں امام ابو یوسف اثبت اور
صاحب حدیث ہیں۔ عباس دوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسف صاحب
حدیث، صاحب سنت ہیں۔ ابن سماعہ کہتے ہیں کہ قاضی ہو جانے کے بعد امام
ابو یوسف ہر روز دو سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے امام احمد فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف
حدیث میں منصف تھے۔ ۱۸۲ھ ایک سو بیاسی میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ امام ذہبی
صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ان کے واقعات علم و سیادت کے بہت سے ہیں۔ میں نے
ان کے اور امام محمد کے مناقب کو ایک مستقل کتاب میں جمع کیا ہے۔

ناظرین یہ ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابو یوسف کے بارے میں کتنے
شاندار الفاظ مدحیہ ہیں اس پر بھی معاندین اور حساد آنکھیں نکال رہے ہیں۔ کیا
آپ کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ جو شخص بقول بخاری متروک ہو بقول فلاس
کثیر الغلط ہو وہ ان الفاظ کا ایسے ائمہ سے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے مستحق ہو سکتا ہے؟
ہرگز نہیں۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں کوئی ناقد رجال ہو کر اس کے مناقب میں
کتاب تصنیف کر سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ بخاری نے محض اس رنجش کی وجہ سے جو ان کو
اہل حنفیوں سے ہو گئی تھی امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے بارے میں کلام کر دیا
حالانکہ یہ محض تعصب پر مبنی ہے۔ جو قابل قبول نہیں ہے۔ متروک اور کثیر الغلط ہونے
کا تہمت ہی تہمت ہے جس کا کچھ وجود نہیں ورنہ امام احمد جیسا شخص اور ابن معین جیسا
ناقد کبھی بھی امام ابو یوسف کا شاگرد نہ ہوتا۔ بلکہ سب سے اول یہی لوگ ان کی
مخالفت کرتے لیکن یہ حضرات جب ان کو صاحب حدیث، صاحب سنت، منصف فی
الحدیث، اثبت و اکثر حدیثا، اتبع الحدیث، حافظ حدیث فرماتے ہیں تو پھر ترک و اور کثیر

الغلط کی بنیاد محض عداوت اور تعصب پر ثابت ہو جاتی ہے۔ جس کا کرادینا کچھ مشکل نہیں۔

نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں: "کان القاضی ابو یوسف من اھل الکوفۃ وھو صاحب ابی حنیفۃ وکان فقیھا عالما حافظا"

(التاج المکلل ص ۱۱)

کہ قاضی ابو یوسف کوفہ کے اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ فقیہ، عالم، حافظ حدیث تھے۔ سلیمان تیمی، یحیٰ بن سعید انصاری، اعمش، محمد بن یسار وغیرہ سے فن حدیث حاصل کیا۔ نواب صاحب نے ان چار ناموں کو زیادہ لکھا ہے۔ اس لیے نقل کر دیا۔

آگے چل کر نواب لکھتے ہیں:

"ولم یختلف یحییٰ بن معین واحمد بن حنبل وعلی ابن المدینی فی ثقتہ فی النقل" (التاج المکلل ص ۹۲)

کہ یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل اور علی بن مدینی تینوں اماموں کا امام ابو یوسف کے ثقہ فی الحدیث ہونے پر اتفاق ہے۔ یہ ابن مدینی وہی شخص ہیں جن کے لیے بخاری کو اقرار کرنا پڑا کہ میں اپنے آپ کو انہیں سے چھوٹا سمجھتا ہوں۔

حافظ ابن حجر "تقریب" میں ابن مدینی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ثقۃ ثبت امام اعلم اھل عصرہ بالحدیث وعللہ حتی قال البخاری ما استصغرت نفسی الا عندہ" (تقریب)

کہ ابن مدینی ثقہ، ثبت، امام اعلم اہل زمانہ بالحدیث وعلل ہیں حتی کہ بخاری بھی کہہ اٹھے کہ ان کے سامنے میری کوئی حقیقت نہیں۔ جب علی مدینی امام ابو یوسف کو ثقہ کہتے ہیں تو بخاری کا قول ان کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

ولم یختلف یحیی بن معین واحمد وابن المدینی فی کونہ ثقۃ فی الحدیث (انساب سمعانی)

امام ابو یوسف کے ثقہ فی الحدیث ہونے میں ابن معین، احمد علی بن المدینی مختلف

ہا ہیں۔

وذکر ابن عبد البر فی کتاب الانتھاء فی فضائل الثلاثة الفقھاء ان ابا یوسف کان حافظا وانه کان یحضر المحدث ویحفظ خمسین ستین حدیثا ثم یقوم فیملیھا علی الناس وکان کثیر الحدیث

(التاج المکلل ص۹۲)

حافظ ابن عبدالبر مالکی مغربی کتاب الانتہا میں فرماتے ہیں جس میں فقہائے ثلاثہ کے مناقب بیان کیے ہیں کہ امام ابو یوسف حافظ تھے ان کے حافظہ کی یہ حالت تھی کہ محدث کی مجلس میں تشریف لاتے اور پچاس ساٹھ حدیثیں وہیں یاد کر لیتے اور جب مجلس سے اٹھتے تو فوراً لوگوں کو جوں کی توں لکھا دیا کرتے تھے۔ ان میں کسی قسم کا فرق نہ ہوتا تھا اور امام ابو یوسف کثیر الحدیث تھے اس قول سے فلاس کے قول کی تردید ہو گئی۔ اگر کثیر الغلط ہوتے تو ابن عبدالبر بھی ان کے حافظہ کی تعریف بالفاظ مذکور نہ کرتے۔

قال طلحة بن محمد بن جعفر ابو یوسف مشھور الامر ظاھر الفضل افقه اھل عصرہ ولم یتقدم احد فی زمانه وکان النھایة فی العلم والحکم والریاسة والقدر وھو اول من وضع الکتب فی اصول الفقه علی مذھب ابی حنیفة واملی المسائل ونشرھا وبث علم ابی حنیفة فی اقطار الارض (التاج المکلل ص۹۲)

طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف مشہور الامر، ظاہر الفضل، افقہ، اہل زمانہ، ان کے زمانہ میں ان سے کوئی فضل میں مقدم نہ تھا۔ علم، فیصل جات، ریاست، قدر و منزلت کی منتہا تھے۔ مذہب امام ابو حنیفہ کے موافق اصول فقہ میں اول انہیں نے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مسائل کا املا اور ان کا شیوع انہیں نے کیا۔ اطراف عالم میں امام ابو حنیفہ کے علم کو انہیں نے پھیلایا۔

قال عمار بن ابی مالك ما کان فی اصحاب ابی حنیفة مثل ابی

یوسف لولا ابو یوسف ما ذکر ابو حنیفة ولا محمد بن ابی لیلیٰ ولکنه هو الذی نشر قولهما وبثّ علمها (التاج المکلل ص۹۲)

عمار بن ابی مالک کہتے ہیں کہ اصحاب ابی حنیفہ میں امام ابو یوسف جیسا کوئی شخص نہیں ہے اگر امام ابو یوسف نہ ہوتے تو محمد بن ابی لیلیٰ اور امام ابو حنیفہ کا کوئی ذکر نہ کرتا انہیں نے دونوں کے قول وعلم کو عالم میں پھیلایا۔

وقال ابویوسف سالنی الاعمش عن مسئلة فاجبته عنها فقال لی من این لك هذا فقلت من حدیثك الذی حدثتناه انت ثم ذکرت له الحدیث فقال لی یا یعقوب انی لاحفظ هذا الحدیث قبل ان یجتمع ابواك وما عرفت تاویله حتی الآن (التاج المکلل ص۹۲)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مجھ سے اعمش نے ایک مرتبہ ایک مسئلہ پوچھا میں نے اس کا جواب دے دیا تو فرمانے لگے تم کو یہ جواب کہاں سے معلوم ہوا تو میں نے کہا کہ اسی حدیث سے جو آپ نے مجھ سے بیان کی تھی اور پھر وہ حدیث میں نے ان کو سنا دی تو اعمش کہنے لگے اے یعقوب (یہ امام ابو یوسف کا نام ہے) میں بھی اس حدیث کا حافظ ہوں۔ لیکن اب تک اس کے معنی میری سمجھ میں نہ آئے تھے اس وقت سمجھا ہوں۔

ناظرین اس کو ملاحظہ فرمائیں اور امام ابو یوسف کے حافظہ اور فہم کی داد دیں جس کا اعمش نے بھی اقرار کرلیا۔ اسی پر فلاس اور بخاری کثیر الغلط اور ترکوہ کہتے ہیں۔ سبحان اللہ!

"واخبار ابی یوسف کثیرة واکثر الناس من العلماء علی فضله و تعظیمه" (التاج المکلل ص۹۲)

امام ابو یوسف کے اخبار بہت ہیں اور اکثر علماء ان کی فضیلت اور تعظیم کے قائل ہیں۔ یہ نواب صاحب کا قول ہے جو فیصلہ کے طور پر ہے۔ ماقبل میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جس کے مدح کرنے والے زیادہ ہوں اس کے بارے میں جارحین کی جرح

مقبول نہیں۔ نیز ہم عصر کی جرح بھی دوسرے ہم عصر کے بارہ میں مقبول نہیں۔ عبداللہ ابن مبارک، وکیع بن الجراح ہم عصر ہیں۔ بخاری، دار قطنی، ابن عدی وغیرہ متعصب ہیں لہٰذا ان کی جرح بھی مقبول نہیں۔

ناظرین اب میزان الاعتدال کی عبارت کے متعلق سنیے۔ مؤلف رسالہ نے جو فلاس کا قول نقل کیا ہے۔ اس کا ایک لفظ ترک کر دیا کیوں کہ وہ امام ابو یوسف کی مدح میں تھا اصل عبارت یوں ہے۔

"قال الفلاس صدوق کثیر الغلط" فلاس کہتے ہیں امام ابو یوسف صدوق کثیر الغلط تھے۔ دوسرے جملہ کا جواب عرض کر چکا ہوں۔ پہلا جملہ الفاظ تعدیل و توثیق میں سے ہے لہٰذا فلاس کے نزدیک بھی ان کا صدوق ہونا مسلم ہے۔

ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

وقال عمرو الناقد کان صاحب سنة (میزان ص ۳۲۱)

عمرو کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف صاحب سنت تھے یہ بھی توثیق ہے۔

وقال ابو حاتم یکتب حدیثه (میزان الاعتدال ص ۳۲۱)

ابو حاتم کہتے ہیں امام ابو یوسف کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ یہ بھی تعدیل کے الفاظ ہیں۔

وقال المزنی هو اتبع القوم للحدیث (میزان ص ۳۲۱)

امام مزنی کا قول ہے کہ وہ اتبع الحدیث دوسروں کے اعتبار سے ہیں یہ بھی مدح ہے۔

واما الطحاوی فقال سمعت ابراهیم بن ابی داؤد البراسی سمعت یحییٰ بن معین یقول لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا ولا اثبت من ابی یوسف (میزان ج ۲ ص ۳۲۱)

لیکن امام طحاوی نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی داؤد براسی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن معین کو کہتے ہوئے سنا امام ابو یوسف اکثر حدیث اور اثبت

فی الحدیث باعتبار دوسرے اصحاب رائے کے ہیں۔

وقال ابن عدی لیس فی اصحاب الرای اکثر حدیثا منه الا انه یروی عن الضعفاء الکثیر مثل الحسن بن عمارة وغیره وکثیرا ما یخالف اصحابه ویتبع الاثر فاذا روی عنه ثقة وروی هو عن ثقة فلا بأس به (میزان ص۳۴۲)

ابن عدی کہتے ہیں اصحاب رائے میں ان سے زیادہ حدیث والا کوئی دوسرا نہیں مگر اتنی بات ہے کہ ضعیفوں سے زیادہ روایت کرتے ہیں جیسے حسن بن عمارہ وغیرہ اور بسا اوقات اپنے اصحاب کی مخالفت اور حدیث کی اتباع کرتے ہیں جس وقت ان سے کوئی ثقہ روایت کرے اور وہ بھی ثقہ سے روایت کریں تو لا باس بہ ہیں۔

ناظرین ''میزان'' کی یہ سب عبارتیں جن میں امام ابو یوسف کی ائمہ نے تو ثیق کی ہے۔ مؤلف رسالہ نے اپنی حقانیت اور دیانت داری ظاہر کرنے کے واسطے حذف کر دیں اور صرف فلاس اور بخاری کے قول کو نقل کر دیا تا کہ عوام کو دھوکہ میں ڈال دیں۔ ضعیف راویوں سے روایت کرنا اگر کسی کو ضعیف بنا دیتا ہے تو پھر امام مسلم اور بخاری بھی ضعیف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بھی روایت ایسے لوگوں سے کی ہے۔ جس نے بخاری، مسلم کا مطالعہ کیا ہے اور کتب رجال پر اس کی نظر ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ بخاری مسلم میں کتنے راوی متکلم فیہ ہیں۔ میں نمونہ کے طور پر چند نام ان کے ذکر کرتا ہوں۔ ان سے اندازہ فرمالیں اور مؤلف رسالہ کو داد دیں۔

حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: کتاب المناقب میں حسن بن ... موجود ہیں، جن کے ترک پر ائمہ جرح و تعدیل کا اتفاق ہے۔ (مقدمہ ص۳۹۵)

اسید بن زید الجمال بخاری کتاب الرقاق میں موجود ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں نے کسی کی ان کے بارے میں توثیق نہیں دیکھی (مقدمہ ص۳۸۸)

حسن بن بصری کو دیکھیے .. بخاری میں موجود ہیں۔ امام احمد، ابن معین، امام ...

نسائی، ابن مدینی۔ یہ پانچوں ان کے ضعیف ہونے کے قائل ہیں۔

(مقدمہ ص ۳۹۴)

غرض ایسے بہت سے نکلیں گے جن میں ائمہ نے کلام کیا اور وہ بھی حد درجہ کا ہ
بخاری میں موجود ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی بخاری کو ضعیف کہنے لگے تو کیا مؤلف رسالہ
ابن عدی اس کے ہم نوا ہوں گے۔ بس جو اس کا جواب ہے وہی امام ابو یوسف کی
طرف سے جواب ہے۔

میں نے "التحقیق التام" میں اس کے متعلق زیادہ وسط سے بحث کی ہے جو مطبوعہ
ہے خلاصہ یہ ہے ایسی جرح ہے جس سے راوی مجروح نہیں ہوتا۔ چنانچہ مقدمہ فتح الباری
اور کتاب جامع العلم سے منقول ہو چکا ہے لہٰذا ایسے امور کو پیش کرنا مفید نہیں۔ امام
ابو یوسف پر جو یہ مصیبت آئی ہے کہ وہ ضعیف ہو گئے وجہ اس کی صرف امام ابو حنیفہ کی
شاگردی ہے۔ مؤلف رسالہ نے یہاں پر دریدہ دہنی سے کام لیا ہے جو اہل علم کی شان
سے اور خصوصاً اہل حدیث کی شان سے بسا بعید ہے۔ ان الفاظ کی نقل کرنے کو بھی
میں اچھا نہیں سمجھتا۔ لہٰذا ترک کرتا ہوں۔ صرف جواباً یہ عرض ہے:

گل ست سعدی و در چشم دشمناں خارست

اعتراض نمبر ۱۶:

یہ تو ہوا حال ابو یوسف کا۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۴۔۱۵)

جواب:

اس کی تفصیل ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۷:

اب سنیے امام محمد کا حال جنہوں نے ایک موطا بھی لکھ ماری ہے۔ (پانچوں سواروں
میں اپنے کو بھی شامل کرنے یا خون لگا کر شہید بننے کو) (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵)

جواب:

ناظرین یہ ہے کہ تہذیب اور سلف کے ساتھ ان کا یہ برتاؤ ہے۔ کیا آپ اس کو تحریر سمجھتے ہیں۔ جو اور الفاظ گندے لکھے ہیں وہ ان سے بھی بڑھ کر ہیں زن بازاری بھی مات ہیں لیکن یہ حضرات کا طریقہ ہے کہ ہر ایک کو برا بھلا کہا کرتے! اور سوائے اس کے ان کے پلے میں اور کچھ نہیں

آپ نے گالیاں دیں خوب ہوا خوب کیا بخدا مجھ کو مزا آیا شکر بار اس

امام محمد کے موطا تصنیف کرنے پر آپ کو کیوں حسد پیدا ہو گیا۔ اگر آپ میں ہمت ہے تو اپنی سند کے ساتھ اسی طرح کی حدیث کی کتاب چھوٹی سی تصنیف کر کے دکھائیں۔ دیکھیں تو سہی آپ کتنے پانی میں ہیں۔ امام محمد نے ایک سو نا تصنیف نہیں کی۔ نوسو ننانوے کتابیں تالیف کی ہیں۔ آپ ننانوے ہی تالیف دکھائیں۔ امام محمد کی تصانیف سے بڑے بڑوں نے فائدہ حاصل کیا ہے اور قرون ہے اور ان کے علم کا لوہا مان گئے لیکن چنانچہ آ رہا ہے۔

یہاں تک تو ناظرین نے مؤلف رسالہ کی علمی حالت کا اندازہ کر لیا ہے۔ اب آگے چل کر معلوم کر لیں گے۔ نیز امام محمد صاحب کی قدر و منزلت، فضیلت وغیرہ بھی معلوم ہو جائے گی۔

امام نسائی نے اپنے رسالہ کتاب الضعفاء والمتروک میں لکھا ہے "ومحمد الحسن ضعیف" اور میزان الاعتدال میں ہے: "لینه النسائی وغیرہ من قبل حفظه" اور لسان المیزان میں ہے: "قال ابو داؤد لا یکتب حدیثه" بعد ترجمہ اردو۔

کم بخت دل خراش بہت ہے صدائے دل

کانوں پہ ہاتھ رکھ کے سنوں ماجرائے دل

میزان الاعتدال میں تلیین امام نسائی ذکر کرنے کے بعد ذہبی فرماتے ہیں "ہ

عن مالك بن انس وغيره وكان من بحور العلم والفقه قويا في مالك"

(میزان ج۲ ص۴۲)

حدیث کی روایت امام مالک وغیرہ سے کرتے ہیں۔ علم وفقہ کے دریائے ناپیدا کنار تھے۔ روایات مالک میں قوی تھے۔

ناظرین مقدمہ میزان الاعتدال کی عبارت کو پیش نظر رکھیں کہ میری اس کتاب میں وہ لوگ ہیں جن میں مشددین فی الجرح نے ادنیٰ لین کی وجہ کلام کیا ہے۔ حالانکہ وہ جلیل القدر اور ثقہ ہیں۔ اگر ابن عدی وغیرہ ان کو اپنی اپنی کتابوں میں ذکر نہ کرتے تو میں بھی ان کو ثقہ ہونے کی وجہ سے اپنی اس کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔ امام ذہبی مالک میں ان کو قوی کہتے ہیں۔ علم کے دریا ناپیدا کنار اور فقہ کے بحر بے پایاں ہیں۔ اس سے امام ذہبی کے نزدیک ممدوح اور ان کا ثقہ ہونا ظاہر ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: "ولم ار من الرای ان احذف اسم احد ممن له ذكر بتليين ما في كتب الائمة المذكورين خوفا من ان يتعقب علي لا اني ذكرته لضعف فيه عندي"

میں نے اس خوف کی وجہ سے کہیں لوگ میرے درپے نہ ہو جائیں مناسب نہیں سمجھا کہ جن حضرات کی تلیین کتب ائمہ مذکورین میں ہیں۔ ان کو ذکر نہ کروں۔ اور ان کے ناموں کو حذف کر دوں۔ یہ بات نہیں ہے کہ میرے نزدیک ان میں کسی قسم کا ضعف تھا۔ اس لیے میں نے ان کو اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ حاشا وکلا۔

لہذا یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امام محمد حافظ ذہبی کے نزدیک ضعیف ہیں۔ اس لیے ان کو ان میں ذکر کیا ہے۔ اگر کوئی مدعی ہے تو ثابت کر دکھائے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"هو محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني مولاهم ولد بواسط ونشا بالكوفة وتفقه على ابي حنيفة وسمع الحديث من الثوري ومسعر وعمرو بن ذر و مالك بن مغول والاوزاعي ومالك بن انس و ربيعة بن

صالح وجماعة وعنه الشافعي وابو سليمان الجوزجاني وهشام الرازي وعلي بن مسلم الطوسي وغيرهم ولي القضاء في ايام الرشيد وقال ابن عبد الحكم سمعت الشافعي يقول قال محمد اقمت على باب مالك ثلاث سنين وسمعت منه اكثر من سبع مائة حديث وقال الربيع سمعت الشافعي يقول حملت عن محمد وقر بعير كتبا وقال ابن علي بن المديني عن ابيه في حق محمد بن الحسن صدوق" (لسان الميزان) (یہ کتاب حیدرآباد میں مطبوع ہوئی ہے)

محمد بن الحسن مقام واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں انہوں نے نشو ونما پائی۔ فن فقہ امام ابوحنیفہ سے حاصل کیا۔ سفیان ثوری، مسعر، عمرو بن ذر، مالک بن مغول، اوزاعی مالک بن انس، ربیعہ بن صالح اور ایک جماعت محدثین سے فن حدیث کو حاصل کیا امام شافعی، ابوسلیمان جوزجانی، ہشام رازی، علی بن مسلم طوسی وغیرہ محدثین نے فن حدیث کے حصول میں امام محمد کی شاگردی اختیار کی۔ ہارون رشید کی خلافت کے زمانہ میں قاضی مقرر کیے گئے تھے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ امام محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام مالک صاحب کے یہاں تین سال اقامت کی اور سات سو سے زیادہ حدیثیں امام مالک سے سنیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک اونٹ کتابیں امام محمد کی مجھ کو پہنچیں۔ علی بن مدینی کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والد محمد بن الحسن کو صدوق کہا کرتے تھے۔ جب ابن مدینی نے امام محمد کی توثیق کر دی تو اور کسی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ وہی ابن مدینی ہیں جن کے سامنے امام بخاری جیسے شخص نے زانوئے ادب کو تہہ کیا اور ان کے فضل وکمال کا اقرار کیے بغیر چارہ کار نہ تھا چنانچہ گزر چکا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لفظ صدوق الفاظ توثیق میں سے ہے۔

چنانچہ حافظ ذہبی میزان کے دیباچہ میں فرماتے ہیں: "فاعلى العبارات في الرواة المقبولين ثبت حجة، وثبت حافظ وثقة متقن وثقة ثم ثقة ثم صدوق ولا بأس به الخ" (میزان ج۱ ص۲)

اور جب ثابت ہوا کہ لفظ صدوق توثیق ہے تو امام محمد صاحب کے مقبول اور ثقہ فی الحدیث ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا اور وہ بھی علی بن مدینی کی توثیق جو امام بخاری اور نسائی وغیرہ پر غالب ہے۔

قال الشافعی ما رایت اعقل من محمد بن الحسن (انساب سمعانی)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سا عاقل کوئی نہیں دیکھا۔

وروی عنه ان رجلا ساله عن مسئلة فاجابه فقال الرجل خالفك الفقهاء فقال له الشافعی وهل رایت فقیها اللهم الا ان یکون رایت محمد بن الحسن (انساب سمعانی)

امام شافعی سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا اس کا انہوں نے جواب دیا سائل نے کہا کہ فقہا تو آپ کی اس مسئلہ میں مخالفت کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا تو نے کیا کوئی بھی فقیہ دیکھا۔ ہاں امام محمد کو دیکھا ہو تو بے شک ٹھیک ہے کہ وہ اسی قابل ہیں اس سے ظاہر ہے کہ امام شافعی بھی امام محمد کی فقاہت فی الدین کا لوہا مانے ہوئے ہیں۔

وکان اذا حدثهم عن مالك امتلاء منزله وکثر الناس حتی یضیق علی الموضع (تهذیب الاسماء)

جس وقت امام محمد حدیث کی روایت امام مالک سے کرتے تو ان کا مکان کثرت سامعین اور شاگردوں سے بھر جاتا تھا۔ حتی کہ خود موضع جلوس بھی تنگ ہو جاتا تھا۔ اگر امام محمد صاحب کو حدیث دانی میں دخل نہ ہوتا تو یہ کثرت ازدحام محدثین کی کیوں ہوتی اگر وہ ضعیف ہوتے یا حافظ حدیث نہ ہوتے تو یہ محدثین بڑے بڑے کیوں ان کی شاگردی کو مایہ ناز سمجھتے اور کیوں ان کے مکان کو شوق سماعت حدیث میں بھر دیا کرتے۔ اس کو تو وہی حضرات خوب سمجھ سکتے ہیں جن کو خدا نے عقل و ہوش عنایت کئے ہیں اور علم دین سے کچھ حصہ ملا ہے۔

عن یحیی بن معین قال کتبت الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن (تاریخ خطیب و تهذیب الاسماء)

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے جامع صغیر کو روایۃً امام محمد سے لکھا ہے۔

عن یحییٰ بن معین قال سمعت محمدا صاحب الرای فقیل سمعت هذا الکتاب من ابی یوسف قال واللہ ما سمعته منه وهو اعلم الناس الا الجامع الصغیر فانی سمعته من ابی یوسف.

(مناقب کردری ص۱۰۱)

امام محمد سے یحییٰ بن معین کا روایت کرنا اور ان کی کتابوں کی سماعت کرنی اور ان کی شاگردی اختیار کرنی یہ جملہ امور امام محمد کی فضیلت اور صاحب علم اور عادل ضابط محدث، فقیہ، ثقہ صدوق ہونے پر دال ہیں۔

عن عبداللہ بن علی قال سالت ابی عن محمد قال محمد صدوق

(مناقب کردری ج۲ ص۱۵۱)

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی بن مدینی سے امام محمد کے بارے میں دریافت کیا تو کہا کہ امام محمد صدوق ہیں۔

عن عاصم بن عصام الثقفی قال کنت عند ابی سلیمان الجوزجانی فاتاہ کتاب احمد بن حنبل بانك ان ترکت روایة کتب محمد جئنا الیك لنسمع منك الحدیث فکتب الیه علی ظهر رقعته ما مصیرك الا یرفعنا ولا قعودك عنا یضعنا ولیت عندی من هذا الکتاب اوقارا ثم ارویها حسبة (مناقب کردری ج۲ ص۱۵۲)

اگر امام محمد صدوق اور ثقہ، عادل، حافظ، ضابط، محدث نہ ہوتے تو امام احمد جیسا محدث ان کی کتابوں کی روایت کی تمنا نہ کرتا کیوں کہ وہ ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں۔ نیز جو جواب ابوسلیمان جوزجانی نے امام احمد کو دیا وہ بھی امام محمد کے علم وفضل اور کمال پر دال ہے چنانچہ ظاہر ہے۔

وذکر السلامی عن احمد بن کامل القاضی قال کان محمد موصوفا بالروایة والکمال فی الرای والتصنیف وله المنزلة له الرفیعة وکان

صحابہ یعظمونہ جدا (مناقب کردری ج۲ ص۱۵۲)

احمد بن عامل قاضی کہتے ہیں کہ امام محمد روایت حدیث اور کمال فی الفقہ اور وصف علم کے جامع تھے۔ ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ ان کے اصحاب ان کی بہت ہی تعظیم کرتے تھے۔

وذکر الحلبی عن یحیٰ بن صالح قال قال یحیٰ بن اکثم القاضی رأیت مالکا ومحمدا قلت ایھما افقہ قال محمد

(مناقب کردری ج۲ ص۱۵۶)

یحییٰ بن صالح کہتے ہیں کہ یحییٰ قاضی نے فرمایا کہ میں نے امام مالک کو بھی دیکھا اور امام محمد کو بھی میں نے دریافت کیا دونوں میں افقہ کون ہے تو جواب دیا کہ امام محمد افقہ تھا۔

وبہ عن ابی عبید قال ما رایت اعلم بکتاب اللہ تعالیٰ من محمد

(مناقب کردری ج۲ ص۱۵۶)

ابی عبید کہتے ہیں کہ میں نے کتاب اللہ کا عالم امام محمد سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

عن ادریس بن یوسف القراطیسی عن الامام الشافعی ما رایت رجلا اعلم بالحلال والحرام والناسخ والمنسوخ من محمد

(مناقب کردری ص۱۵۷)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کسی کو حلال و حرام اور ناسخ و منسوخ کا عالم نہیں دیکھا۔

عن ابراھیم الحربی قال سالت احمد بن حنبل من این لک ھذہ المسائل الدقاق قال من کتب محمد بن الحسن

(مناقب کردری ص۱۶۰)

ابراہیم حربی نے امام احمد سے دریافت کیا کہ یہ مسائل دقیقہ آپ نے کہاں سے حاصل کیے تو انہوں نے جواب دیا کہ امام محمد صاحب کی کتابوں سے میں نے حاصل

کیے ہیں۔

اس روایت کو خطیب نے اپنی تاریخ میں اور امام نووی نے تہذیب الاسماء میں نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابو عبید کے قول مذکور کو بھی امام نووی نے کتاب مذکور میں نقل کیا ہے۔

غرض ناظرین کے سامنے مشتے نمونہ از خروار کے امام محمد کے بارے میں اہل علم کے اقوال پیش کیے ہیں جو امام محمد کے فضل وکمال، علم وحفظ، صدق ودیانت، مفسر، محدث، فقیہ ہونے پر شاہد عادل ہیں۔ اگر ایسا شخص ضعیف ہو تو پھر قیامت نہیں تو اور کیا ہے۔ ناظرین ان اقوال سے جلالت شان امام محمد ظاہر ہے۔

اعتراض نمبر۱۸:

یہ تو ہوا امام صاحب کے شاگردوں کا حال۔ (الجرح علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۵)

جواب:

جس کی کیفیت ناظرین نے معلوم کرلی۔

اعتراض نمبر۱۹:

لیکن امام صاحب کا ایک مزیدار حال اور سنیے۔ (الجرح علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۵۔۱۶)

جواب:

یہ سنا ہے کہ حضرت ناصح یہاں آنے کو ہیں

میں سمجھتا ہوں جو کچھ مجھ سے وہ فرمانے کو ہیں

اس کے متعلق پہلے بھی کچھ عرض کر چکا ہوں اور آئندہ بھی خدمت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ فرمایئے اور جواب سنیئے۔

اعتراض نمبر۲۰:

امام صاحب اس کے علاوہ کہ ضعیف تھے مرجئہ بھی تھے۔

(الجرح علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۵،۱۶)

جواب:

دیکھتے ہی تجھ کو اے قاصد سمجھ جائیں گے وہ
ان کے دل پر حال دل میرا ہے یکسر آئینہ

ہم تو پہلے ہی سمجھ رہے ہیں کہ عوام کو گمراہ کرنا آپ حضرات کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حق پوشی آپ کا شعار اور ناانصافی آپ کا وتیرہ ہے خیر۔

ناظرین کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ نہ تو ضعیف تھے نہ مرجئہ۔ یہ بات تامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے۔ امام صاحب پر یہ اتہام اور افتراء ہے۔ سنیئے مرجئہ ارجاء سے مشتق ہے۔ جو باب افعال کا مصدر ہے۔ لغت میں اس کے معنی تاخیر کرنا ہیں۔ اصطلاح میں ارجاء کے معنی اعمال کو ایمان سے علیحدہ رکھنے کے ہیں۔ مرجئہ ضالہ اس فرقہ کو کہتے ہیں جو صرف اقرار لسانی اور معرفت کا نام ایمان رکھتا ہے۔ اور ساتھ اس کے اس فرقہ کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ معصیت اور گناہ ایمان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور گناہ گار کو گناہ پر سزا نہیں دی جائے گی۔ بلکہ معاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی اور عذاب و ثواب گناہوں اور نیکیوں پر مترتب ہی نہیں ہوتا۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ فرقہ گمراہ ہے۔ ان کے عقائد اس کے خلاف ہیں چنانچہ امام ابوحنیفہ خود فقہ اکبر میں تصریح فرماتے ہیں اور فرقہ مرجئہ کا رد کر رہے ہیں۔

"لا نقول حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة ولكن نقول من عمل عملا حسنا بجميع شرائطها خالية عن العيوب المفسدة ولم يبطلها حتى يخرج من الدنيا مومنا فان الله تعالىٰ لا يضيعها بل يقبلها منه ويثيبه عليها" (فقه اكبر)

ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجئہ کا اعتقاد ہے کہ ایمان کے ساتھ کسی قسم کی برائی نقصان دہ نہیں اور نافرمان کی نافرمانی پر سزا نہیں۔ اس کی خطائیں سب معاف ہیں۔ بلکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو اور اس کو

باطل نہ کیا ہو اور دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہو تو اللہ تعالیٰ اس عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

ناظرین اس عبارت نے تمام بہتانوں کو دفع کر دیا۔ امام ابو حنیفہ تو مرجئہ کا رد فرماتے ہیں اگر خود مرجئی ہوتے تو ان کے عقیدہ کا رد کیسا اور اپنے عقیدہ کا اظہار کیوں کرتے جو مرجئہ کے خلاف اور اہل سنت کے موافق ہے۔ افسوس ہے ان حضرات پر جو عداوت اور عناد کو اپنا پیشوا اور امام بنا کر اس کی اقتدا کرتے اور حق کو پس پشت ڈالتے ہیں۔

ومن العجب ان غسان كان يحكي عن ابي حنيفة مثل مذهبه ويعده من المرجئة (الملل والنحل عبدالكريم شهرستاني) تعجب خیز بات ہے کہ غسان اپنا مذہب ابو حنیفہ کے مذہب کی طرح بیان کرتا ہے۔ پھر بھی ان کو مرجئہ میں سے شمار کرتا ہے۔

ناظرین غسان بن ابی ابان مرجئی ہے۔ اس نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لیے امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت کی اور مرجئہ کے مسائل امام صاحب کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا۔ حالانکہ امام صاحب کا دامن اس سے بالکل بری تھا۔

اسی بنا پر علامہ ابن اثیر جزری نے اس کی تردید کی وہ فرماتے ہیں:

"وقد نسب اليه وقيل عنه من الاقاويل المختلفة التي يجل قدره عنها ويتنزه منها القول بخلق القران والقول بالقدر والقول بالارجاء وغير ذلك مما نسب اليه ولا حاجة الى ذكرها ولا الى ذكر قائلها والظاهر انه كان منزها عنها" (جامع الاصول)

بہت سے اقوال مختلفہ ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں جن سے ان کا مرتبہ اعلیٰ ہے اور وہ ان سے بالکل منزہ اور پاک ہیں چنانچہ خلق قرآن، تقدیر ارجاء وغیرہ کا قول جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کی ضرورت نہیں کہ اقوال کا اور ان کے قائلین کا ذکر کیا جائے۔ کیوں کہ بدیہی بات یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ ان تمام امور سے بری الذمہ

ات تھے۔ جب علماء اور ائمہ نے اس کی تصریح کردی کہ یہ جملہ امور امام ابوحنیفہ پر بہتان، جھوٹ اور افترا پردازی ہے۔ اور امام صاحب کا دامن اس سے بالکل پاک و صاف تھا تو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے اور حق کا تبع بنتے ہیں پھر ایسے غلط اور باطل امور کو کتابوں رسالوں میں لکھ کر شائع کرتے اور عوام کو بھڑکاتے ہیں۔

اے ہنر ہا نہادہ برکف دست   عیب ہارا گرفتہ زیر بغل

ناظرین ان عبارتوں پر غور فرمائیں اور مؤلف رسالہ کو داد دیں۔ ایمان کے متعلق امام صاحب کا عقیدہ ان کے اس قول سے معلوم کریئے:

"اخبرنی الامام الحافظ ابوحفص عمر بن محمد البارع النسفی فی کتابه الی من سمرقند اخبرنا الحافظ ابو علی الحسن بن عبد الملک النسفی انا الحافظ جعفر بن محمد المستغفری النسفی انا ابو عمرو محمد بن احمد النسفی انا الامام الاستاذ ابو محمد الحارثی انباء محمد بن یزید انباء الحسن بن صالح عن ابی مقاتل عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال الایمان هو المعرفة والتصدیق والاقرار والاسلام قال والناس فی التصدیق علی ثلاثة منازل فمنهم من صدق الله تعالیٰ وبما جاء منه بقلبه ولسانه ومنهم من یقر بلسان ویکذب بقلبه ومنهم من یصدق بقلبه ویکذب بلسانه فاما من صدق الله وبما جاء من عنده بقلبه ولسانه فهو عند الله وعند الناس مومن ومن صدق بلسانه و کذب بقلبه کان عند الله کافرا وعند الناس مومنا لان الناس لا یعلمون ما فی قلبه وعلیهم ان یسموه مومنا بما ظهر لهم من الاقرار بهذه الشهادة ولیس لهم ان یتکلفوا علم القلوب ومنهم من یکون عند الله مومنا وعند الناس کافرا وذالک بان یکون الرجل مومنا عند الله یظهر الکفر بلسانه

فی حال التقیۃ فیسمیہ من لا یعرفہ متقیا کافرا وھو عند اللہ مومنا"

(کتاب المناقب للموفق بن احمد المکی ج۱ ص۸۴،۸۵)

امام صاحب فرماتے ہیں کہ معرفت اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی اور اسلام کے مجموعہ کا نام ایمان ہے۔ لیکن تصدیق قلبی میں لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور جو امور اس کی طرف سے آئے ہیں دونوں کی تصدیق قلب اور زبان سے کی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو زبان سے اقرار کرتے ہیں لیکن قلب سے تکذیب کرتے ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو قلب سے تصدیق کرتے اور تکذیب لسانی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

پہلی قسم کے حضرات عند اللہ اور عند الناس مومن ہیں اور دوسری قسم کے لوگ عند اللہ کافر اور عند الناس مومن شمار ہوتے ہیں کیوں کہ لوگوں کو باطن کا حال معلوم نہیں اور صرف ظاہری حال دیکھ کر حکم لگاتے ہیں اور وہ ظاہر میں تصدیق کرتا ہے لہٰذا ان کے نزدیک مومن ہے اور چونکہ تکذیب قلبی ہے اس لیے خدا کے نزدیک کافر ہے۔ تیسری قسم کے لوگ خدا کے نزدیک مومن اور دنیا داروں کے نزدیک کافر شمار ہوتے ہیں چونکہ کسی خوف و مصیبت کی وجہ سے انہوں نے کلمہ کفر نکالا ہے لیکن دل میں تصدیق و ایمان باقی ہے اس لیے خدا کے نزدیک مومن ہے اور ظاہری حالت تکذیب کی ہے اس لیے ان پر حکم کفر عائد کرتے ہیں۔

ناظرین اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ایمان میں امام صاحب کا قول فرقہ مرجئہ کے بالکل خلاف ہے۔ امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرنا جاہلوں اور مفسدوں کا کام ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اعمال ظاہریہ تصدیق قلبی کے اجزاء نہیں ہیں۔ ہاں ایمان کامل کے اجزاء ہیں مطلق ایمان کے متمم اور مکمل ہیں۔ اعمال ظاہرہ سے ایمان میں کمال نور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ کا عقیدہ اور جملہ اہل اعتقاد ہے خارجیوں اور رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔ اگر کوئی عمل فرض مثلاً ایک وقت کی نماز کسی نے ترک کر دی تو ان کے نزدیک وہ کافر ہے

ب۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ فاسق ہے کافر نہیں یہی حنفیوں کا عقیدہ
ب۔ یہ ارجاء کے معنی ہیں کہ اعمال ایمان سے جس کو تصدیق قلبی کہا جاتا ہے علیحدہ
ہیں اس کی حقیقت اور ماہیت میں داخل نہیں۔ ہاں اس کے متممات ہیں۔ اسی بنا پر
علماء نے مرجئہ کی دو قسمیں کی ہیں۔

ثم المرجئة علی نوعین مرجئة مرحومة وهم اصحاب النبی ﷺ ومرجئة ملعونة وهم الذین یقولون بان المعصیة لاتضر و العاصی لا یعاقب (تمہید ابو الشکور)

پھر مرجئہ کی دو قسمیں ہیں ایک مرجئہ مرحومہ جو صحابہ کرام کی جماعت ہے اور دوسری نوع مرجئہ ملعونہ کی ہے جو اس کے قائل ہیں کہ معصیت ایمان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتی اور عاصی کو عتاب وعذاب نہیں ہوگا۔

ناظرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مرجئہ کہلاتے ہیں لیکن وہ اس گمراہ فرقہ سے علیحدہ ہیں۔ اگر بالفرض کسی نے امام ابوحنیفہ کو مرجئی لکھا ہے تو اس کا مطلب وہی ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس لفظ کو اطلاق کرنے میں لیا جاتا اور سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ وجہ فرق کے واسطے ثبوت کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ امام صاحب کے اقوال واعمال اور ان کا عقیدہ مذہب مرجئہ ضالہ کے خلاف ہے تو پھر کس طرح ان پر اس کو منطبق کیا جاتا ہے۔

حافظ ذہبی مسعر بن کدام کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"اما مسعر بن کدام فحجة امام ولا عبرة بقول السلیمانی کان من المرجئة مسعر وحماد بن ابی سلیمان والنعمان وعمرو بن مرة وعبدالعزیز بن ابی رواد وابو معاویة وعمرو بن ذر وسرد جماعة قلت الارجاء مذهب لعدة من جملة العلماء لا ینبغی التحامل علی قائله"

(میزان الاعتدال ج۴ ص۱۶۳)

قول سلیمان کا اعتبار نہیں کہ مسعر اور حماد اور نعمان اور عمرو بن مرہ اور عبدالعزیز اور

ابو معاویہ اور عمرو بن ذر وغیرہ مرجئی تھے۔ان کی طرف اس کی نسبت کرنی غلط ہے ا،
سے وہی ارجاء مراد ہے جو ملعون فرقہ کا اعتقاد ہے۔امام ذہبی فرماتے ہیں۔ ارجا،
بڑے بڑے علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔لہٰذا اس کے قائل پر تحامل مناسب
نہیں اسی سے وہی ارجاء مراد ہے جو صحابہ کرام کا طریق تھا۔صدر اول میں فرقہ معتزلہ
اہل سنت کو مرجئہ کہتا تھا۔پس اگر کسی نے امام کو مرجئہ کہا تو اس سے کوئی نقصان نہیں
کیوں کہ یہ اقوال معتزلہ کے ہیں جو اہل سنت کے بارے میں استعمال کرتے تھے
نواب صدیق حسن خاں نے کشف الالتباس میں تصریح کی ہے کہ ائمہ اربعہ کے
مقلدین ہی اہل سنت والجماعت میں منحصر ہیں اور اہل سنت کا انحصار مقلدین ائمہ
اربعہ میں ہے۔پس وہ حدیث جو مؤلف رسالہ نے ترمذی سے نقل کی ہے جو ابن
عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔وہ امام صاحب اور حنفیہ پر کسی طرح منطبق نہیں ہو
سکتی ورنہ صحابہ کرام اور اجلہ علماء بھی اس سے عبارات بالا بچ نہیں سکتے اور پھر اس کا جو
کچھ نتیجہ ہے ظاہر ہے۔

اعتراض نمبر ۲۱:

اب سنیے ثبوت۔(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵۔۱۶)

جواب:

اب ثبوت کی ضرورت نہیں کیوں کہ ان اقوال کا اعتبار نہیں۔

اعتراض نمبر ۲۲:

ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں فہرست اسمائے مرجئہ کی یوں نکالی
ہے۔

جواب:

جس کا جواب امام ذہبی میزان الاعتدال میں دے چکے ہیں اس کو ملاحظہ فرمائیں۔
جو ابھی میں نقل کر چکا ہوں۔اس کے بعد جامع الاصول کی عبارت کو ملاحظہ فرمائیں جو

منقول ہو چکی۔ اس کے بعد تمہید کی عبارت کو غور سے دیکھیں۔ پھر فقہ اکبر کی عبارت کو آنکھیں کھول کر دیکھیں اور کتاب المناقب پر سرسری سی نظر ڈال لیں تو تمام مرحلے طے ہو جائیں گے۔ ابن قتیبہ دینوری کی اگر فہرست گنانے سے یہ منشا ہے کہ یہ حضرات فرقہ ضالہ گمراہ میں داخل ہیں تو عقل ونقل دونوں کے اعتبار سے غلط ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ مرجئہ مرحومہ میں داخل ہیں جو اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل سنت کا فرقہ ہے تو کوئی عیب نہیں ورنہ اس کی دلیل ہونی چاہیے۔ علاوہ ازیں ایک اور مصیبت یہ ہے کہ اگر ابراہیم تیمی، عمرو بن مرہ، مسعر بن کدام، خارجہ بن مصعب، ابو یوسف وغیرہ بقول مؤلف رسالہ مرجئی ہیں۔ اور مرجئی بزعم مؤلف مسلمان نہیں چنانچہ تصریح کی ہے کہ (مطلب یہ ہے کہ مسلمان نہیں) تو امام ابو حنیفہ کے بارے میں ان حضرات کی جرح جو بزعم مؤلف کافر ہیں کیوں کر قابل قبول ہوگی کیوں کہ اگر انہیں حضرات کو جارحین امام میں بھی مؤلف نے شمار کیا ہے اس کا جواب مؤلف صاحب ارا سوچ سمجھ کر دیں۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ میرا ہی گھر نہ ہو

اعتراض نمبر ۲۳:

یہ چاروں کے چاروں مرجئہ ہیں اور مرجئہ کی بابت حدیث اوپر سنائی گئی، یہ لطف پر لطف ہے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵۔۱۶)

جواب:

پہلے ارجاء کے معنی کی لغوی واصطلاحی تحقیق کیجیے اس کے بعد مرجئہ کی تقسیم دیکھیے اس کے بعد ائمہ رجال اور محققین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں اور اپنے فہم وشعور اور افترا بہتان سے توبہ کریے تاکہ قیامت میں نجات کی صورت ہو۔ ورنہ مشکل پر مشکل ہے۔

اعتراض نمبر ۲۴:

اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی نے تمام حنفیوں کو مرجئہ لکھا

ہے۔ دیکھو غنیۃ الطالبین ص ۲۲۷۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵۔۱۶)

جواب:

اس کے متعلق میں ابتدا میں کچھ لکھ چکا ہوں۔ شیخ نے کہیں نہیں لکھا کہ تمام
مرجئہ ہیں جو ان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو دلیل بیان کرنی ضروری ہے۔ لیکن وہ
رہتے ہیں کشمکش ایک اس طرف ایک اُس طرف۔

پیران پیر خود تصریح فرماتے ہیں:

"اما الحنفية فهم بعض اصحاب ابی حنيفة النعمان بن ثابت زعموا
ان الايمان هو المعرفة الخ"

لیکن حنفیہ پس اس سے بعض اصحاب امام ابی حنیفہ مراد ہیں کہ انہوں نے یہ خیال
ہے کہ ایمان صرف معرفتِ الٰہی کا نام ہے۔ یہ عبارت صریح اس بارے میں ہے کہ کل
حنفیہ مرجئہ نہیں اور وہ بعض بھی غسان جیسے حضرات ہیں جن کا مذہب مرجئہ ہے
حقیقت میں حنفی نہیں ظاہر میں ابو حنیفہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اس
شیخ کی تصریح موجود ہے تو ان کے مجمل قول کو ان کے خلاف منشا پر حمل کرنا جاہلوں
مؤلف جیسے عقل مندوں کا کام ہے۔

اعتراض نمبر ۲۵:

اب تمام حنفیوں کی بابت یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔

ليس لهم فی الاسلام نصيب كما ورد فی الحديث فافهموا ولا
تعجلوا۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۵۔۱۶)

جواب:

جب ناظرین کو پوری کیفیت معلوم ہو چکی کہ حنفی اس سے بری ہیں یہ ان پر تہمت
ہے تو مؤلف رسالہ کا یہ قول کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مؤلف
جیسے حضرات کو اسلام میں کچھ حصہ نہیں ہے کیوں کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن نے

ا سے میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: "لا یتجاوز القرآن عن حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة" صحیح حدیث ہے، صحاح میں موجود ہے۔

اعتراض نمبر ۲۶:

اب بالتصریح امام صاحب کے استادوں کے متعلق سنیے۔

(الجرح علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۶)

جواب:

اگر ان میں کلام کیا جائے گا تو صحاح ستہ کی حدیثوں سے ہاتھ دھو بیٹھیے کیوں کہ جن پر آپ جرح کر رہے ہیں وہ صحاح کے رواۃ ہیں۔ لہٰذا آپ کی کیا مجال ہے کہ آپ ان میں کلام کریں۔ اس کے متعلق میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اب پھر خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

اعتراض نمبر ۲۷:

امام صاحب کے مشہور استاد دو ہیں: (۱) حماد بن ابی سلیمان، (۲) سلیمان بن مہران الکاہلی کوفی اعمش۔ (الجرح علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۶)

جواب:

غالباً آپ نے اپنے گھر کی شہرت مراد لی ہے۔ ورنہ فقہا اور محدثین کے نزدیک تو بہت سے امام صاحب کے مشائخ ہیں۔ چنانچہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ عطا، نافع، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، سلمہ بن کہیل، ابو جعفر محمد بن علی، قتادہ، عمرو بن دینار، ابو اسحاق یہ نام تو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیے ہیں۔ اور اس کے بعد یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ خلق کثیر سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ موسیٰ بن ابی عائشہ، ابن شہاب زہری، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، سماک بن حرب، عون بن عبداللہ، علقمہ بن مرثد، علی بن الاقمر، قابوس بن ابی ظبیان، خالد بن علقمہ، سعید بن مسروق، شداد بن

عبدالرحمٰن، ربیعہ بن عبدالرحمٰن، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید، ابوالزبیر المکی، السائب، منصور بن المعتمر، حارث بن عبدالرحمٰن، محارب بن دثار، معن بن عبدالقاسم مسعودی۔ یہ اٹھائیس نام تہذیب الکمال میں امام صاحب کے مشائخ کے ہیں۔ کل ملا کر تیس تو یہی ہو گئے اگر یہ امام صاحب کے اساتذہ نہیں ہیں تو کیوں کتابوں کے مصنفین نے ان کو امام صاحب کے استاذوں کی فہرست میں شمار کیا۔ دو وہ ملالیں تو بتیس ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ کو رسالہ لکھتے وقت کچھ ذہول ہو گیا اتنی موٹی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ ائمہ علما جھوٹ نہیں بولتے اور کسی قسم کا آپ کے ساتھ نہیں رکھتے کہ یہ آپ کے خلاف صدا بلند کر رہے ہیں۔

تمہیں منصف بنو خدا کے لیے

کیا ہمیں ہیں فقط جفا کے لیے

امام صاحب کے استادوں کو معلوم کرنا ہو تو تبییض الصحیفہ، تنویر الصحیفہ، الاسماء مقابت منیفہ، تہذیب، تذہیب التہذیب، تہذیب الاسماء، خیرات الحسان، عقیان، طبقات حنفیہ، تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتابوں کو ملاحظہ فرمائیں اور اگر فہرست کی معلوم کرنی ہو تو کتاب المناقب موفق بن احمد مکی کی جلد اول کے صفحہ ۳۷ ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح کتاب المناقب بزاری کردری کے جلد اول کے صفحہ ۷۰ سے ملاحظہ فرمائیں۔ سینکڑوں مشائخ آپ کو امام صاحب کے ملیں گے حتی کہ شمار کرتے آپ چار ہزار استاذوں تک پہنچ جائیں گے۔ یہاں پر ان کی فہرست شمار کرنی محال ہے اس لیے کتاب کا حوالہ مع صفحہ لکھ دیا ہے تاکہ ملاحظہ فرمالیں۔ آپ کے قول غلط ثابت کرنے کے لیے یہ بتیس ہی کافی ہیں۔

اعتراض نمبر ۲۸:

حماد کی بابت تقریب التہذیب ص ۶۴ میں لکھا ہے "رمی بالارجاء"

(الجرح علی ابی حنیفۃ ص ۱

جواب:

پوری عبارت تقریب کی ص ۷۴ میں یہ ہے:

"حماد بن ابی سلیمان مسلم الاشعری مولاهم ابو اسمعیل الکوفی فقیه صدوق له اوهام من الخامسة رمی بالارجاء مات سنة عشرین او قبلها"

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں صدوق ہیں بعض اوہام بھی ان کے ہیں۔ ارجا کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حافظ کے نزدیک بھی مرجئی تھے۔ نیز ان کی طرف ارجاء اور وہم کی نسبت کرنی تحامل اور عصبیت پر مبنی ہے جو احادیث حماد روایت کرتے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں امر سے وہ بری تھے۔ ان کی روایات مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام اعظم، مؤطا امام محمد وغیرہ کتب میں موجود ہیں۔

جن حضرات نے ان کی روایات کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی عامہ روایات ارجاء کے داغ کو ان سے مٹاتی ہیں۔ وہ فقیہ، عادل، ضابط، حافظ، متقن، صادق تھے۔ اسی بنا پر حافظ ذہبی یہ فرماتے ہیں اگر ابن عدی ان کو ذکر نہ کرتے تو میں بھی ان کے ثقہ ہونے کی وجہ سے اپنی کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔ رواۃ حدیث میں اگر بالفرض ارجاء تسلیم کرلیا جائے تو جرح نہیں ہے کیوں کہ صحیحین کے رواۃ میں بہت سے راوی رافضی غالی اور خارجی ہیں جیسے عدی بن ثابت وغیرہ۔ پس اگر ارجا مضرت رساں ہو تو رافضی ہونا بطریق اولیٰ مخل فی الروایۃ ہوگا۔ چہ جائے کہ غلو فی الرفض کیوں کہ رفض مطلق کے اعتبار سے ارجاء کا مرتبہ کم ہے۔ نیز محققین کے نزدیک مسلم ہے کہ اہل بدعت کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ جب تک کوئی داعی نہ ہو اور نہ وہ حدیث ان کی بدعت کی تائید وموافقت کرتی ہو تو جو ارجاء کے ساتھ منسوب ہو اس کی حدیث کیوں نہ مقبول ہوگی۔ علاوہ ازیں جب کہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرجئہ کی دو قسمیں ہیں: مرحومہ، ملعونہ۔ تو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ وہ فرقہ ملعونہ میں داخل ہیں

اس کے واسطے دلیل کی ضرورت ہے۔ امام حماد کی روایات اور اقوال جوان سے منقول
ہیں وہ صریح اس امر میں ہیں کہ وہ فرقہ ملعونہ میں کسی طرح داخل نہیں۔ پھر قائل
کلام کی ایسی تاویل کیوں کی جاتی ہے جو اس کی منشا کے خلاف ہے۔ نیز ابن عدی
چکے ہیں کہ سلیمانی کے قول کا اعتبار نہیں کہ حماد مرجہ تھے لہٰذا ان تمام امور پر نظر
ہوئے کون عاقل ان پر جرح کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

اعتراض نمبر۲۹:

اور میزان الاعتدال جلد اول ص ۲۳۶ میں ہے "تکلم فیه بارجاء"

(الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

یہاں بھی وہی مجہول کا صیغہ ہے۔ امام ذہبی کے نزدیک امام حماد مرجی نہیں
اسی بنا پر وہ فرماتے ہیں:

"حماد بن سليمان ابو اسماعيل الاشعري الكوفي احد الائمة الفقهاء سمع انس بن مالك وتفقه بابراهيم النخعي روى عنه سفيان وشعبة وابو حنيفة وخلق تكلم فيه للارجاء ولولا ذكر ابن عدي له في كامله لما اوردته" (ميزان جلد اول ص۲۷۹)

حماد بن سلیمان جن کی کنیت ابو اسمٰعیل ہے جو اشعری کوفی ہیں۔ ائمہ فقہاء سے ا
امام فقیہ ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔ ابراہیم نخعی سے فن فقہ حاصل
ہے۔ روایت حدیث میں سفیان، شعبہ، امام ابو حنیفہ اور ایک جماعت محدثین کی
شاگرد ہے۔ ارجاء کی وجہ سے ان میں کلام کیا گیا ہے۔ اگر ابن عدی اپنے کامل
ان کو ذکر نہ کرتے تو میں بھی اپنی اس کتاب میں ان کو ذکر نہ کرتا۔

"لما ذكرته لثقته" (ميزان ج۱ ص۲) کیونکہ یہ ثقہ ہیں۔

اگر بالفرض حماد مرجی ہوتے اور بزعم مؤلف رسالہ مرجہ مسلمان نہیں ہیں تو
اور شعبہ وغیرہ غیر مسلم سے روایت کیوں کرتے۔ اس سے تو ان حضرات کی

بھی ساقط ہوگئی اور ان کی روایات درجہ اعتبار سے گر گئیں کیوں کہ نعوذ باللہ یہ لوگ کافر کے شاگرد ہوئے اور اسی کافر کی روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں۔

امام ذہبی مسعر بن کدام کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

"ولا عبرة بقول السليماني كان من المرجئة مسعر وحماد بن ابی سلیمان"

(میزان ج۴ ص۱۶۲)

سنبھل کر پاؤں رکھنا ئے کدہ میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے مے خانہ کہتے ہیں

اب اس عبارت نے بالکل مطلع صاف کر دیا۔ اب اور سنیئے:

"قال ابن معين حماد ثقة وقال ابو حاتم صدوق وقال العجلي كوفي ثقة وكان افقه اصحاب ابراهيم وقال النسائي ثقة" (تهذيب التهذيب)

"وفي الكاشف كان ثقة امام مجتهدا كريما جوادا"

(تنسيق النظام وتعليق ممجد)

یحییٰ بن معین کہتے ہیں حماد ثقہ ہیں۔
ابو حاتم کا قول ہے کہ صدوق ہیں۔
عجلی کہتے ہیں کوفی ثقہ ہیں۔
اصحاب ابراہیم میں افقہ ہیں۔
امام نسائی فرماتے ہیں ثقہ ہیں۔
کاشف میں ہے کہ حماد ثقہ، امام، مجتہد، جواد، کریم ہیں۔

ناظرین! ان اقوال کو ملاحظہ فرما کر مؤلف رسالہ کو داد دیں کہ کتنے حق پوش اور حق کش ہیں۔

اعتراض نمبر ۳۰:

دونوں عبارتوں کا ماحصل یہ ہوا کہ حماد مرجئہ تھے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

میں بھی اقوال نقل کر چکا ہوں ان کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر بالفرض ارجاء ثابت ہو
مرجئہ مرحومہ کی فہرست میں داخل کیے بغیر چارہ کار نہیں۔ نیز ارجاء ثقاہت کے منافی
نہیں ورنہ سفیان وغیرہ ثقہ نہیں رہتے اور ان کی روایت پر سے امان اٹھ جائے گا نیز
ابن معین، ابو حاتم، نسائی، عجلی، ابن عدی، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر وغیرہ بقول مؤلف
رسالہ اسلام سے خارج ہوں گے کیوں کہ یہ ائمہ اسلام بزعم مؤلف ایک کافر کی
تعریف و مدح سرائی کر رہے ہیں اور اس کی روایات کو معتبر سمجھتے بلکہ اپنا پیشوا
مجتہد وغیرہ مانے ہوئے ہیں۔ عجب ہے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

ناظرین یہ ہے ان حضرات کی تحقیق اور ان کا مبلغ علم

نہ خنجر اٹھے نہ تلوار اُن سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اعتراض نمبر ۳۱:

اب سنو اعمش کے بابت جو دوسرے استاد امام صاحب کے ہیں۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۱۹)

جواب:

سنائیے اور اپنی جہالت کی داد ناظرین سے وصول کریے پھر میں بھی وہ جواب دوں
کروں جس کو آپ کے ہم نوا پرکھ لیں پرکھالیں اور مصرین کو دکھالیں۔

اعتراض:

میزان الاعتدال جلد اول ص ۳۸۰ میں ہے:

"قال ابن المبارك انما افسد حديث اهل الكوفة ابو اسحق
والاعمش وقال احمد في حديث الاعمش اضطراب كثير وقال ابن
المديني الاعمش كان كثير الوهم انتهى ملخصًا"

جواب:

بتائے دیتے ہیں تم کو گواہ کرتے ہیں ہتو فلک کے تلے سے ہم آہ کرتے ہیں

الغرض یہ اعمش وہی ہیں جو صحاح ستہ کے رواۃ میں داخل ہیں۔ ہمارا کچھ حرج نہیں۔ اگر یہ ضعیف ہو جائیں سب سے زیادہ مصیبت کا سامنا اہل حدیث کو اور خصوصا مؤلف رسالہ کو ہوگا۔ کیوں کہ یہ اعمش بخاری، مسلم کے راوی ہیں۔ یہ دونوں وہ کتابیں ہیں جن پر غیر مقلدین خصوصیت کے ساتھ ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اور بخاری کا تو مرتبہ صحت میں قرآن شریف کے بعد سمجھتے ہیں اس لیے ہماری بلا سے اگر ضعیف ہو جائیں لیکن پھر بھی مؤلف رسالہ کی خاطر سے وہ اقوال پیش کرتے ہیں جن سے روز روشن میں مؤلف رسالہ نے اپنی آنکھیں امام ابوحنیفہ کی عداوت کی وجہ سے بند کر لی ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"سلیمان بن مهران الاسدی الکاهلی ابو محمد الکوفی الاعمش ثقة حافظ عارف بالقراۃ ورع لکنه یدلس من الخامسة"

(تقریب ص۷۹)

سلیمان بن مہران اسدی کاہلی جن کی کنیت ابو محمد ہے جو کوفہ کے رہنے والے ہیں جن کا لقب اعمش ہے ثقہ حافظ ہیں۔ قرأت کے ماہر و عارف ہیں۔ پرہیزگار ہیں۔ لیکن تدلیس کرتے ہیں۔ طبقہ خامسہ میں داخل ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان پر صحاح ستہ کی علامت لکھی ہے اور مرتبہ ثانیہ میں ان کو داخل کیا ہے۔ اور مرتبہ ثانیہ میں وہ شخص حافظ کی اصطلاح میں داخل ہوگا جس کی محدثین نے تاکید کے ساتھ مدح کی ہے۔

چنانچہ خود فرماتے ہیں

"الثانیة من اکد مدحه اما بافعل کاوثق الناس او بتکریر الصفة لفظا کثقة ثقة او معنی کثقة حافظ" (تقریب ص۲)

مرتبہ ثانیہ میں وہ لوگ ہیں جن کی مدح تاکید کے ساتھ کی گئی یا تو افعل تفضیل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہو جیسے اوثق الناس۔ یا لفظوں میں صفت کو مکرر کر دیا جائے جیسے ثقہ ثقہ۔ یا معنوں میں مکرر کر دیا جائے جیسے ثقہ حافظ۔

ناظرین نے تقریب کی عبارت ملاحظہ فرمائی ہے کہ حافظ ابن حجر نے ان کی تعریف میں ثقہ حافظ اور عارف ورع الفاظ ذکر کیے ہیں۔ لہٰذا ان کے ثقہ حافظ ورع ہونے میں تو کوئی شک وشبہ ہی نہیں۔ ہاں جن کی آنکھوں پر عداوت وتعصب کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ وہ بے شک نہیں دیکھ سکتے کیوں کہ اندھے ہیں وہی منہ اٹھا کر کہہ سکتے ہیں کہ سلیمان مجروح ہیں ان کی مثال بعینہٖ یہ ہے

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا   لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اب امام ذہبی جو فرماتے ہیں ان کو سنیئے "ابو محمد احد الائمة الثقات عداده في صغار التابعين ما نقموا علی الا التدليس"

(میزان جلد اول ص۴۲۴)

سلیمان بن مہران جن کی کنیت ابومحمد ہے ائمہ ثقات میں سے ایک ثقہ امام ہیں" ان کا شمار صغار تابعین میں ہے۔ سوائے تدلیس کے اور کوئی عیب ان میں محدثین کے نزدیک نہیں ہے۔

ناظرین اگر کوئی بات ہوتی تو امام ذہبی اس طرح نہ کہتے۔ "ما نقموا عليه الا التدليس"

امام ذہبی عبداللہ بن مبارک وغیرہ کا قول نقل کر کے جواباً لکھتے ہیں:

"كانه عنى الرواية عمن جاء والا فالاعمش عدل صادق ثبت صاحب سنة وقران يحسن الظن بمن يحدثه ويروی عنه ولا يمكن ان نقطع عليه بانه علم ضعف ذلك الذی يدلسه فان هذا حرام"

(میزان جلد اول ص۴۲۴)

گویا ان کی مراد وہ حضرات ہیں جن سے انہوں نے روایت کی ہے ورنہ خود اعمش

عادل، صادق، ثبت، صاحب سنت وقرآن ہیں۔ جن محدثین سے یہ روایت حدیث
کرتے ہیں ان کے بارے میں اعمش کا نیک خیال ہے ہم کو مجال نہیں کہ ہم قطعی طور
پر اعمش پر حکم لگادیں کہ جس سے یہ تدلیس کرتے ہیں اس کے ضعف کا ان کو یقینی علم
ہے۔ کیونکہ یہ امر حرام ہے لہٰذا اعمش جیسے شخص سے کبھی یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ وہ اس
طرح کریں اور ابن مدینی نے جو کثیر الوہم کہا ہے تو اس کے آگے اتنا جملہ اور ہے فی
احادیث ہولاء الضعفاء.

الغرض ناظرین نے مؤلف رسالہ کی دیانت داری دیکھ لی کہ حقیقت حال اور حق کے
چھپانے کی کتنی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں اس کا بدلہ دیں۔

اعتراض نمبر ۳۲:

اب دیکھو امام صاحب کے استاد کے استاد کی بابت یعنی ابراہیم نخعی جو حماد اور اعمش
دونوں کے استاد ہیں۔ (الجرح علیٰ ابی حنیفہ ص ۱۶)

جواب:

ناظرین کو ان کے متعلق بھی ابتداء میں معلوم ہو چکا ہے کہ ابراہیم کے حجت ہونے پر
محدثین متفق ہیں۔ لہٰذا اس سے قبل مؤلف نے کون سے تیر مارے ہیں۔ جواب
ابراہیم نخعی کے متعلق تیر ماریں گے۔

اعتراض نمبر ۳۳:

خود اعمش ان کے شاگرد کہتے ہیں "ما رایت احدا روی بحدیث لم یسمعہ
من ابراھیم الخ". (الجرح علیٰ ابی حنیفۃ)

جواب:

اول تو تقریب کی عبارت سنیے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"ابراھیم بن یزید بن قیس بن الاسود النخعی ابو عمران الکوفی
الفقیہ ثقۃ الا انہ یرسل کثیرا من الخامسۃ مات سنۃ ست و تسعین

وهو ابن خمسين او نحوها" (تقریب ص ۱۱)

ابراہیم نخعی جن کی کنیت ابوعمران ہے کوفی ہیں۔ فقیہ ہیں۔ ثقہ ہیں۔ مگر ارسال بہت کرتے ہیں۔ کیسے حافظ ابن حجر کے نزدیک مجروح نہیں ہیں۔ جب آپ کو کوئی قول جرح کا نہیں ملا تو آپ نے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ شاباش

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ نے جو اعمش کا قول نقل کیا ہے۔ اس سے قبل جو میزان میں عبارت تھی اس کو کیوں ترک کر دیا۔ حق تو یہ تھا کہ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ نقل کر دیتے۔

لیجیے میں ہی نقل کیے دیتا ہوں:

"ابراهيم بن يزيد النخعي احد الاعلام يرسل عن جماعة"

(میزان ص ۳۵ ج ۱)

ابراہیم نخعی علم کے پہاڑوں میں سے ایک کوہ گراں ہیں ایک جماعت سے ارسال کرتے ہیں۔ زید بن ارقم انس بن مالک وغیرہ صحابہ کو دیکھا ہے جس کو ذہبی نے ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔

"وقد رای زيد بن ارقم وغيره لم يصح له سماع من صحابي"

(میزان صفحہ مذکورہ)

تابعی ہیں خیر القرون میں داخل ہیں اور بشارت نبوی "طوبى لمن رای من رآنی" میں شامل ہیں۔ اعمش کے قول مذکور کا مؤلف رسالہ مطلب بیان کریں کہ کیا ہے یہ من ابراہیم کس لفظ کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کا ترجمہ صحیح کیا ہے۔

اعمش جو شاگرد ابراہیم نخعی کے ہیں وہی فرماتے ہیں غور سے دیکھو:

"قال الاعمش كان خيرا في الحديث" (تهذيب التهذيب)

ابراہیم نخعی حدیث میں اچھے اور خیر و پسندیدہ تھے اور دوسرا قول ان کا غور سے پڑھو:

"قال الاعمش قلت لابراهيم اسندلی عن ابن مسعود فقال اذا حدثتكم من رجل عن عبدالله فهو الذی سمعت واذا قلت قال عبدالله

عن غیر واحد" (تهذیب التهذیب)

اعمش کہتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی سے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت مجھ سند بیان کریئے تو انہوں نے جواب دیا کہ جب کسی واسطے سے عبداللہ سے ایت کروں تو میں نے اسی شخص سے وہ روایت سنی ہوتی ہے اور جب یہ کہوں کہ ابن عود نے یہ فرمایا ہے تو پھر بہت سے مشائخ کے واسطے سے وہ روایت مجھ کو پہنچی ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہوتا جو آپ نے میزان سے اعمش کا قول نقل کیا ہے وہ جرح نہیں ہے اور نہ انہوں نے بطریق جرح بیان کیا۔ ورنہ انہیں کے قول کے متعارض ہوگا جو تہذیب سے نقل کر چکا ہوں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "مفتی اهل الکوفة کان رجلا صالحا فقیها"

(تهذیب التهذیب)

کوفہ کے مفتی اور صالح فقیہ تھے

"وجماعة من الائمة صححوا مراسیله" (تهذیب التهذیب)

ائمہ کی ایک جماعت نے ان کے مراسیل کی تصحیح کی ہے۔

"وقال الشعبی ما ترك احدا اعلم منه" (تهذیب التهذیب)

شعبی کہتے ہیں ابراہیم نخعی نے اپنے بعد اپنے سے زیادہ کوئی عالم نہیں چھوڑا۔

ابن حبان نے ثقات تابعین میں ابراہیم نخعی کو ذکر کیا ہے۔

حافظ ذہبی میزان میں فرماتے ہیں:

"قلت واستقر الامر علی ان ابراهیم حجة" (میزان ص۳۵)

کہ اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے کہ ابراہیم نخعی حدیث میں حجت ہیں اسی بنا پر صحاح کے رواۃ میں داخل ہیں۔ اگر ثقہ عادل نہ ہوتے تو امام بخاری جیسا شخص جس پر غیر مقلد ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اپنی کتاب صحیح میں ان کی روایات نقل نہ کرتے۔

ناظرین یہ ہے تحقیق مؤلف کی ہمارا کچھ حرج نہیں۔ اگر وہ ضعیف ہو جائیں کیوں کہ بخاری مسلم کے راوی ہیں یہ کتابیں پھر صحیح نہیں رہنے کی۔ غیر مقلدوں کو

زیادہ پریشانی ہو گی انہیں خود اس کا انتظام کرنا چاہیے۔

اعتراض نمبر ۴۴:

امام ذہبی کہتے ہیں "کان لا یحکم العربیۃ" یعنی ابراہیم نخعی کو عربی کا علم اچھا نہ تھا۔

جواب:

اس جملہ کے یہ معنی نہیں بلکہ امام ذہبی کی اس سے غرض یہ ہے کہ بولتے وقت کبھی کبھی اعراب میں تغیر وتبدل ہو جاتا تھا۔ جو حدیث دانی میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتا اور نہ اس سے ثقاہت وعدالت میں کوئی فرق آتا ہے اس وجہ سے حجت ہیں اس مطلب کو اس کے بعد والا جملہ ربما لحن متعین کرتا ہے کیوں کہ لحن اعراب ہی میں غلطی کرنے کا نام ہے۔ اسی وجہ سے مؤلف رسالہ نے اس جملہ کو نقل ہی سے اڑا دیا تا کہ اپنا مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اگر ایسے امور کسی قسم کا عیب یا راوی میں جرح پیدا کرتے ہوتے تو ذہبی کبھی بھی ان کی تعریف میں احد الاعلام اور حجت کا لفظ استعمال نہ کرتے۔ حافظ ابن حجر ان کو رجل صالح نہ کہتے۔ اعمش ان کو خیرانی الحدیث کے لقب سے یاد نہ کرتے ابن حبان ثقات میں شمار نہ کرتے۔

"قال المحاربی حدثنا الاعمش قال ابراھیم النخعی ما اکلت منذ اربعین لیلۃ الاحبۃ عنب" (کاشف)

اعمش کہتے ہیں ابراہیم نخعی بیان کرتے تھے کہ چالیس روز سے سوائے ایک انگور کے اور کچھ میں نے نہیں کھایا ہے۔

"وقال العیمی وکان ابراھیم عابدا صابرا علی الجوع الدائم" (تہذیب التھذیب)

ابو اسماء تیمی کہتے ہیں ابراہیم عابد اور دائمی بھوک پر صبر کرنے والے تھے ذرا کوئی غیر مقلد ایسا مجاہدہ نفس اور ریاضت کرے تو سہی خصوصا مؤلف رسالہ کر کے دکھلائے تو معلوم ہو۔

ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کی عداوت میں بڑے بڑے ائمہ میں جو بخاری، مسلم کے راوی کہلاتے ہیں مؤلف رسالہ جرح کرنے بیٹھ گئے۔ یہ خیال نہ کیا کہ آخر اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اور اس کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔ خیر کالائے بد بریش خاوند۔

اعتراض نمبر ۳۵:

یہاں تک تو ناظرین امام صاحب اوران کی شاگردان اوران کے استادوں کا حال معلوم ہو گیا ہوگا۔

جواب:

جس کی ناظرین نے پوری کیفیت معلوم کرلی صرف انصاف کی ضرورت ہے۔

اعتراض نمبر ۳۶:

لیکن ہم ایک مزے دار بات سنانا چاہتے ہیں۔

جواب:

اس سے بجز اس کے کہ آپ کی ہٹ دھرمی اور عداوت وتعصب ظاہر ہواور کیا ظاہر ہو گا۔

اعتراض نمبر ۳۷:

وہ یہ ہے کہ امام صاحب کے اعلیٰ شاگرد یعنی امام ابو یوسف انہوں نے اپنے استاد امام صاحب کے جہمیہ اور مرجیہ ہونے کی کن صاف لفظوں میں تصدیق کی ہے کہ اللہ اللہ چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

گر کیا ناصح نے مجھ کو قید اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

ناظرین ارجاء اور مرجیہ کے متعلق گزشتہ صفحات میں معلوم کر چکے ہیں۔ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں پر مؤلف رسالہ کی ایک اور فراست ودانائی کی بات کا

اظہار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف مؤلف رسالہ کے نزدیک مرجئی اور
مرجئہ کی فہرست میں ان کو شمار کر چکا ہے اور جو مرجئی ہو وہ مؤلف رسالہ کے نزدیک
مسلمان نہیں ہے۔ چنانچہ وہ خود تصریح کر چکا ہے۔ لہذا امام ابو یوسف جو اس کے زعم
فاسد کے اعتبار سے غیر مسلم ہیں ان کا قول امام ابوحنیفہ کے بارے میں کیونکر معتبر ہوا
اس کا جواب مؤلف رسالہ یا ان کے بھی خواہ دیں۔

دوسرے امام ابو یوسف باوجودیکہ جانتے تھے کہ امام ابوحنیفہ مرجئی اور جہمی تھے تو
ان کے شاگرد کیوں بنے رہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی انہوں نے اشاعت
کیوں کی اپنے شخص کے مذہب کی اشاعت جو بزعم مؤلف رسالہ غیر مسلم تھا امام
ابو یوسف جیسے شخص سے عادۃً محال ہے۔

تیسرے جب ان کے نزدیک جہمی اور مرجئی تھے تو پھر انہوں نے امام ابوحنیفہ کی
تعریف کیوں کی۔ چنانچہ ماسبق میں بعض اقوال ان کے منقول ہو چکے ہیں۔ جس
سے یہ ثابت ہے کہ یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے

مؤلف رسالہ جیسے حضرات نے موضوع روایت امام ابو یوسف کی طرف سے گھڑی
ہے اور ان کی طرف اس کو منسوب کر دیا۔ ناظرین خود اندازہ کرلیں کہ کہاں تک یہ قول
صحیح ہوگا۔

چوتھے خطیب کی روایات اسانید معتبرہ سے ثابت نہیں "وبعض المجروح
لاتثبت بروایۃ معتبرۃ کروایۃ الخطیب فی جرحہ واکثر من جاء بعدہ
عیال ولی روایتہ فھی مردودۃ و مجروحۃ"

(مقدمہ تعلیق ممجد ص ۳۲)

بعض جرح روایات معتبرہ سے ثابت نہیں چنانچہ خطیب کی روایات اور جو لوگ
خطیب کے بعد ہوئے ہیں۔ وہ خطیب ہی کی روایات کے مقلد ہیں لہذا یہ جروح
مردود و مجروح ہیں۔ ان کا اعتبار نہیں۔

حافظ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

"اعلم انه لم يقصد الا جمع ما قيل في الرجل على عادة المورخين ولم يقصد بذالك تنقيصه ولا حط من لتبته بدليل انه قدم كلام المادحين واكثر منه ومن نقل مأثره ثم عقبه بذكر كلام القادحين ومما يدل على ذالك ايضًا ان الاسانيد التي ذكرها للقدح لا يخلو غالبها من متكلم فيه او مجهول ولا يجوز اجماعا ثم عرض مسلم بمثل ذلك فكيف بامام من ائمة المسلمين"

(خيرات الحسان فصل ۳۹)

مورخین کے طریق پر کسی شخص کے بارے میں جو جو اقوال ملے خطیب نے ان کو جمع کر دیا۔ اس سے امام کی تنقیص شان اور مرتبہ کا کم کرنا مقصود نہیں کیوں کہ اول خطیب نے مادحین کے اقوال کو نقل کیا اس کے بعد جو جرح کرنے والے ہیں ان کا کلام نقل کیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ تنقیص مقصود ہی نہیں۔ اور اس پر ایک اور بھی قرینہ تو یہ ہے کہ جن روایات کو جرح کے طور پر ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر کی سند میں مجہول اور ضعیف لوگ موجود ہیں اور ائمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ ان جیسی روایات سے کسی ادنیٰ مسلمان کی آبرو ریزی کرنی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ایک مسلمانوں کے امام و پیشوا کی ہتک کرنی بطریق اولی حرام ہوگی۔ ابن حجر مکی نے اس فصل میں خطیب کی جروح کے جواب دیئے ہیں۔ حافظ ابن حجر مذہب کے شافعی ہیں۔ مؤلف رسالہ کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ یہ مخالفین مذہب امام ابو حنیفہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اس فصل میں آگے فرماتے ہیں:

"وبفرض صحة ما ذكره الخطيب من القدح عن قائله يعتد به فانه ان كان من غير اقران الامام فهو مقلد لما قاله او كتبه اعداءه وان كان من اقرانه فكذالك لما مر ان القول الاقران بعضهم في بعض غير مقبول" (خيرات الحسان)

اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ جو قول خطیب نے جرح میں نقل کیے ہیں۔ وہ صحیح

ہیں تو اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ اقوال امام صاحب کے ہم زمانہ کے ہیں یا
عصروں کے نہیں ہیں۔

اگر دوسری صورت ہے تو اس کا اعتبار ہی نہیں کیوں کہ یہ جو کچھ دشمنوں نے لکھا
ہے اس کی تقلید کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ دشمنوں کا قول معتبر نہیں اور اگر پہلی صورت
ہے کہ یہ جرح امام صاحب کے ہم عصروں سے صادر ہوتی ہے تو اس کا بھی اعتبار نہیں
کیوں کہ بعض ہم عصر کا قول دوسرے ہم عصر کے حق میں مقبول نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن
حجر عسقلانی اور حافظ ذہبی نے اسی کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا جمیع یا مرجوح ہونے والی
روایت ہے خواہ کسی کی بھی ہو اور صحت کے درجہ پر پہنچی ہوتی ہو درجہ قبول اور صدا...
سے ساقط ہے

"قالا لاسيما اذا لاح انه لعداوة او لمذهب اذا لحسد لا ينجو منه الا
من عصمه الله قال الذهبي وما علمت ان عصر اسلم اهله من ذلك الا
عصر النبين والصديقين"

دونوں حافظ فرماتے ہیں خصوصا اس وقت تو بالکل ہی وہ جرح مردود ہے جب کہ
ظاہر ہو جائے کہ یہ عداوت یا مذہب کی وجہ سے ہے کیوں کہ حسد ایک ایسا مرض ہے
سوائے انبیاء اور صدیقین کے اور کوئی اس سے محفوظ اور بچا ہوا نہیں۔

وقال التاج السبكي ينبغي لك ايها المسترشد ان تسلك سبيل
الادب مع الائمة الماضين وان لا تنظر الى كلام بعضهم في بعض الا
اذا اتى ببرهان واضح ثم ان قدرت على التاويل وحسن الظن فدونك
والا فاضرب صفحا الى ماجرى بينهم

امام سبکی فرماتے ہیں اے طالب ہدایت تیرے لیے یہ مناسب ہے کہ ائمہ گزشتہ کے
ساتھ ادب و لحاظ کا طریق ہاتھ سے جانے نہ دینا اور جن بعض نے بعض میں کلام کیا
ہے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی تو نہ دیکھنا جب تک وہ دلیل روشن اور برہان قوی اس
پیش نہ کرے پھر اگر تجھ کو قدرت تاویل و حسن ظن کی ہے تو اس پر عمل کر ورنہ ان امور

ہو آپس میں جاری ہوئے اور پیش آئے پس پشت ڈال دے۔ اس میں مشغول ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ بیش بہا اوقات ضائع ہوتے ہیں۔

فانك اذا اشتغلت بذلك وقعت على الهلاك فالقوم ائمة اعلام ولا قوالهم محامل وربما لم نفهم بعضها فليس لنا الا الاعراض والسكوت عما جرى بينهم كما نفعل فيما جرى بين الصحابة اه

اگر تم ان امور کے درپے ہو گے تو ہلاکت میں پڑو گے کیوں کہ یہ لوگ ائمہ اعلام ہیں۔ اور ان کے اقوال محامل حسنہ پر محمول ہیں۔ بسا اوقات ہم بعض امور کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ لہٰذا سوائے سکوت اور رضامندی ظاہر کرنے کے اور کچھ ہم کو اختیار نہیں وہی طریق اسلم ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات ومعاملات میں ہم نے اختیار کیا ہے۔ مرآۃ الزمان کی عبارت پہلے منقول ہو چکی ہے کہ خطیب سے یہ تعجب خیز امر نہیں کیوں کہ ان کی عادت ہے کہ وہ ائمہ میں کلام کیا کرتے ہیں اور ان کو اپنے طعن کا نشانہ بناتے ہیں۔

وليس العجب من الخطيب بانه يطعن في جماعة من العلماء (مرأة الزمان) پس ان تمام عبارات سے یہ ظاہر ہے کہ یہ روایات خطیب قابل اعتبار نہیں اور امام ابو یوسف پر یہ الزام اور بہتان ہے۔

ولا عبرة لكلام بعض المتعصبين في حق الامام (الى ان قال) بل كلام من يطعن في هذا الامام عند المحققين يشبه الهذيانات (ميزان كبرى شعرانی ص ۸۱) یہ عبارت بھی منقول ہو چکی ہے لیکن ضرورۃً یاد دہانی کے طور پر پیش کیا ہے۔

ذكر الامام الثقة ابو بكر محمد بن عبد الله بن نصير الزعفرانی ببغداد قال ان الرشيد استوصف الامام من ابی يوسف فقال قال الله تعالى ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد كان علمی به انه كان شديد الذب عن المحارم شديد الورع ان ينطق في دين الله تعالى بلا علم

یحب ان یطاع اللہ تعالیٰ ولا ینافس اهل الدنیا فیما فی ایدیهم طو
الصمت دائم الفکر مع علم واسع لم یکن مهذارا ولا ثرثارا ان
عن مسئلة ان کان له علم بها اجاب والا قاس مستغنیا عن الدامر
یهمل الا طمع ولا یذکر احدا الا بخیر فقال الرشید هذه اخلا
الصالحین فامر الکاتب فکتبها ثم اعطاها لابنه وقال احفظها

(مناقب کردری جلد اول ص۱۲۶)

ناظرین اس واقعہ سے کالشمس فی نصف النہار ثابت ہے کہ امام ابو یوسف پر یہ
اور بہتان ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کو جہمی یا مرجئی کہتے تھے ورنہ جس وقت خلیفہ ہا
رشید نے امام ابوحنیفہ کے اوصاف ان سے دریافت کیے تھے تو ضرور وہ ان امور کا
ذکر کرتے جو دشمنوں کا خیال ہے انہوں نے تو ایسے اوصاف بیان کیے کہ جو ایک اہل
سنت والجماعت کے ہونے چاہیں اور ایک پیشوائے قوم اور مقتدائے وقت کے لیے
لازم اور ضروری ہوں۔ جس کا خلیفہ نے بھی اقرار کر کے یہ کہہ دیا کہ بے شک یہ
اخلاق صالحین کے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی عیب یا جرح وغیرہ ہوتی تو فوراً خلیفہ وقت اس
کو ذکر کرتا اور ابو یوسف کو روکتا کہ تم جو یہ باتیں بیان کر رہے ہو یہ غلط ہیں بلکہ وہ
مرجئی تھے یا جہمی تھے وغیر ذلک لیکن اس نے کچھ نہ کہا جو ظاہر دلیل ہے کہ امام
ابو یوسف پر تہمت ہی تہمت ہے۔

کتاب المناقب للموفق کے جلد اول صفحہ ۲۶۰ میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے اس
طرہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف اپنا علم اور یقین ظاہر کر رہے ہیں اور اس سے قبل قرآن کی
آیت شہادت میں پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت رہے کہ میں جو کچھ امام کے حق
میں بیان کر رہا ہوں یہی حق ہے کیوں کہ میں جانتا ہوں جو کچھ زبان سے نکلتا ہے وہ
نامہ اعمال میں مکتوب ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ ایسی تصریحات کے باوجود بھی کوئی بنظر
انصاف سے دیکھنا نہیں چاہتا اور وہی اپنی عداوت کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہوئے
ہے۔ "من کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمی"

اعتراض نمبر ۳۸:

دیکھو ابو یوسف نے تو اپنے استاد کی یہ گت کیا۔

جواب:

جس کو ناظرین نے معلوم کر لیا۔ مؤلف رسالہ کو چاہیے کہ پہلے اردو بولنا سیکھے پھر کچھ لکھے۔ اگر جواں مردی ہے تو امام ابو یوسف کے قول کو سند کے ساتھ پیش کرے پھر انہیں کے کرکیا گل کھلتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳۹:

اور امام محمد نے یہ گت کیا کہ امام مالک کو ہر بات میں ابوحنیفہ پر فضیلت دے دی۔
(الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

امام محمد کے اس قول کو نقل کریے جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ پر امام مالک کو ہر بات میں فضیلت دی ہے۔ یہ تو آپ کا زبانی جمع خرچ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں اگر امام محمد صاحب کے نزدیک ہر امر میں امام مالک افضل ہوتے تو امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترویج اور ان کے مطابق تصنیف و تالیف نہ کرتے بلکہ امام مالک ہی کے مذہب کو رواج دیتے۔ جس نے کتب ظاہر روایت کا خصوصا اور ان کی دیگر تصانیف کا عموما مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ امام محمد کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا کیا مرتبہ ہے۔

وقال اسماعیل بن ابی رجاء رایت محمدا فی المنام فقلت له ما فعل الله بك فقال غفرلی ثم قال لو اردت ان اعذبك ما جعلت هذا العلم فيك فقلت له فاين ابو يوسف قال فوقنا بدرجتين قلت فابي حنيفة قال هيهات ذاك في اعلىٰ عليين (در مختار ص ۳۶)

اسماعیل بن ابی رجاء کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تو انہوں نے فرمایا مجھ کو بخش دیا اور
کہ اگر میرا ارادہ عذاب دینے کا ہوتا تو تمہارے اندر یہ علم دین امانت نہ رکھتا
نے پوچھا کہ امام ابو یوسف کہاں ہیں تو انہوں نے جواب دیا ہم سے دو درجہ او
مقام ہے۔ میں نے کہا ابوحنیفہ کہاں ہیں تو امام محمد فرماتے ہیں ان کا کیا پوچھنا وہ
علیین میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے مراتب عطا کیے ہیں۔
گو یہ واقعہ خواب کا ہے لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد صاحب
دل میں امام ابوحنیفہ کی کیا وقعت تھی۔ امام محمد صاحب کی جتنی کتابیں کبیر کے نا
مشہور ہیں ان میں امام ابوحنیفہ سے بغیر واسطہ روایت کی ہے اور جو صغیر کے
موسوم ہیں ان میں بواسطہ امام ابو یوسف کے امام صاحب سے روایت کرتے ہ
اگر امام مالک برابر میں امام ابوحنیفہ پر فضیلت رکھتے تھے تو امام محمد کو چاہیے تھا ک
مالک سے روایات بواسطہ اور بے واسطہ جمع کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
یہ بات نامہ بر کی بنائی ہوئی سی ہے

وذکر الامام ظهير الائمة المدهني الخوارزمي انه قال مذهبي ومذهب الامام وابي بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم واحد

(مناقب کردری ج۲ ص۱۲)

امام محمد صاحب فرماتے ہیں میرا اور امام ابوحنیفہ اور ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کا
مذہب ایک ہی ہے۔ اس سے بھی امام صاحب کی عزت و توقیر جو امام محمد کے دل
سے ثابت ہے۔ اگر ابوحنیفہ سے امام مالک افضل تھے تو امام محمد نے ایک افضل کو چھوڑ
کر مفضول کے ساتھ اپنے مذہب کی کیوں توحید بیان کی۔ غرض یہ سب عوام کو
میں ڈالنے کی باتیں ہیں۔ مؤلف رسالہ کا مقصود اظہار حق نہیں بلکہ سلف کو برا کہنا
ہے۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے۔

اعتراض نمبر ۴۰:

لو صاحبو کچھ اور بھی سنو گے۔ آؤ ہم تو اور بھی سناتے ہیں امام صاحب زندیق؟

تھے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ الخ (الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

ناظرین کو خطیب بغدادی کی روایات کے متعلق مفصل معلوم ہو چکا ہے لہذا اس کا اعادہ کرنا تحصیل حاصل ہے کیوں کہ محققین نے ان کا اعتبار ہی نہیں کیا اور ایک لایعنی امر خیال کر کے ترک کر دیا "کان ابو حنیفة یحسد وینسب الیه ما لیس فیه ویختلق الیه ما لا یلیق به" (کتاب العلم لابن عبد البر)

امام صاحب کے حاسد بہت تھے اور ایسے امور ان کی طرف منسوب کیے جاتے تھے جو ان میں نہ تھے اور ایسی باتیں ان کے متعلق گھڑی جاتی تھیں جن کے شایان شان وہ نہ تھے۔

"قال الحافظ عبدالعزیز بن رواد من احب ابا حنیفة فهو سنی ومن ابغضه فهو مبتدع" (خیرات الحسان)

"قلت قد احسن شیخنا ابو الحجاج حیث لم یورد شیئا یلزم منه التضعیف" (تذهیب)

ذہبی کہتے ہیں ہمارے شیخ ابو الحجاج مزی نے بہت ہی اچھا کام کیا کہ اپنی کتاب میں امام صاحب کے بارے میں کوئی لفظ بیان نہیں کیے۔ جن سے ان کی تضعیف ہوتی ہو۔

"وقد جهل کثیر ممن تعرضوا اللسهام الفضیحة وتحلوا بالصفات القبیحة القطیعة علی ان یحطوا من مرتبة هذا الامام الاعظم والحبر المقدم الی قول له نما قدروا علی ذالك ولا یفید کلامهم فیه"

(خیرات الحسان)

بہت سے جاہل جو اوصاف قبیحہ سے آراستہ ہیں اس بات کے درپے تھے کہ اس امام اور حبر مقدم کے مرتبہ کو گھٹا دیں لیکن ان کو قدرت نہ ہوئی اور نہ ان کا کلام کچھ امام صاحب کے بارے میں اثر کر سکتا ہے۔ بلکہ وہ خود رسوا اور ذلیل ہوتے ہیں ان کو امام

ابوحنیفہ کے مرتبہ کی خبر نہیں۔

ناظرین جس کی ائمہ اتنی تعریف کرتے ہوں سینکڑوں کتابیں اس کے مناقب
لکھی ہوں۔ سینکڑوں اس کے شاگرد ہوں۔ سینکڑوں کتابیں اس کے مذہب کی
میں پھیلی ہوئی ہوں۔ لاکھوں اس کی تقلید کرتے ہوں۔ جن میں علماء صلحاء شہداء
بھی قسم کے لوگ موجود ہوں۔ حافظ حدیث، مجتہد، فقیہ، عادل، صالح، امام الائمہ
جاتا ہو۔ کیا وہ شخص یہ جتنے بھی گزرے ہیں سب ہی کے لیے یہ حکم لگایا جا سکتا ہے
بھی اس فہرست میں معدود ہو جائیں گے۔ مؤلف رسالہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان
توبہ دو مرتبہ کرائی گئی گویا اس کے نزدیک امام ابوحنیفہ زندیق کافر وغیرہ تھے۔ نعوذ باللہ
من ذالک۔

ناظرین کے اطمینان قلب کے واسطے یہاں پر ایک واقعہ کو نقل کرتا ہوں جس
زندیقیت اور کافریت کی حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا اور معلوم ہو گا کہ اصلیت
ہے اور دشمنوں نے اس کو کس صورت میں پیش کیا ہے۔

اخبرنا الامام الاجل رکن الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن محمد الکرمانی انا القاضی الامام ابوبکر عتیق بن داؤد الیمانی قال حکی ان الخوارج لما ظهروا علی الکوفة اخذوا ابا حنیفة فقیل لهم هذا شیخهم والخوارج یعتقدون تکفیر من خالفهم فقالوا تب یا شیخ من الکفر فقال انا تائب من کل کفر فخلوا عنه فلما ولی قیل لهم انه تاب من الکفر وانما یعنی به ما انتم علیه فاسترجعوه فقال راسهم یا شیخ انما تبت من الکفر وتعنی به ما نحن علیه فقال ابوحنیفة ابظن تقول هذا ام بعلم فقال بل بظن فقال ان الله تعالٰی یقول ان بعض الظن اثم وهذه خطیئة منك وکل خطیئة عندك کفر فتب انت اولاً من الکفر فقال صدقت یا شیخ انا تائب من الکفر فتب انت ایضاً من الکفر فقال ابو حنیفة رحمہ اللہ انا تائب الی الله تعالٰی من کل کفر فخلوا عنه فلهذا قال

قصماء استیتب ابو حنیفة من الکفر مرتین فلبسوا علی الناس وانما یعنون به استتابة الخوارج. (کتاب المناقب للموفق ص ۱۷۷ ج۱)

اب کوفہ پر خوارج کا غلبہ ہوا تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کو پکڑا۔ کسی نے خارجیوں سے کہہ دیا کہ یہ شخص کوفہ والوں کا شیخ و پیشوا ہے۔ خارجیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو ان کی مخالفت کرے وہ کافر ہے۔ انہوں نے امام صاحب سے کہا اے شیخ کفر سے توبہ کر امام صاحب نے فرمایا کہ میں ہر قسم کے کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ خارجیوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔ جب امام صاحب وہاں سے جانے لگے تو خارجیوں سے مؤلف ، سالہ جیسے شخص نے کہا کہ انہوں نے اس کفر سے توبہ کی ہے جس پر تم جمے ہوئے ہو تو (ر) امام صاحب کو واپس بلایا اور ان کے سردار نے امام صاحب سے کہا آپ نے تو اس کفر سے توبہ کی جس پر ہم چل رہے ہیں۔ امام صاحب نے جواب دیا یہ بات تو کس دلیل سے کہتا ہے یا صرف تیرا ظن ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ظن سے کہتا ہوں۔ کوئی یقینی دلیل اس کی میرے پاس نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بعض ظن گناہ ہوتے ہیں اور یہ خطا تجھ سے صادر ہوئی اور ہر خطا تیرے اعتقاد کے مطابق ہے پس اول تجھ کو اس کفر سے توبہ کرنی چاہیے۔ اس سردار نے جواب دیا بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ میں کفر سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ بھی توبہ کریں امام صاحب نے فرمایا: میں تمام کفریات سے اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ انہوں نے امام صاحب کو چھوڑ دیا۔

اس واقعہ کی بناء پر امام صاحب کے دشمن کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے دومرتبہ توبہ کرائی گئی۔ انہوں نے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے کیوں کہ خارجیوں کے جواب میں امام صاحب نے یہ لفظ فرمائے تھے۔

ناظرین دشمنوں نے اس کو امام صاحب کے کفر پر محمول کر کے روز روشن میں لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کوشش کی ہے مگر تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۴۱:

اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الی قولہ

ایں خیال است ومحال است جنوں۔

جواب:

آپ کو خبر ہی نہیں کہ کس بنا پر کہا جاتا سنو اور غور سے سنو اور اگر آنکھیں ہوں تو دیکھ بھی لو۔ صحیح مسلم ص ۳۱۲ میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ

(صحیح مسلم ص ۳۱۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر دین ثریا کے پاس بھی ہو تو ایک شخص اہل فارس میں کا اس کو ضرور حاصل کرلے گا۔ اس حدیث کو بخاری وغیرہ نے بھی بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے۔ فارس سے مراد عجم ہے (خیرات الحسان)

اس حدیث کا مصداق علما نے امام صاحب کو بتایا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں۔

"ھذا اصل صحیح یعتمد بہ علیہ فی البشارۃ بابی حنیفۃ وفی الفضیلۃ التامۃ" (تبییض الصحیفۃ)

یہ حدیث ایسی اصل صحیح ہے جس پر امام ابوحنیفہ کی بشارت اور فضیلت تامہ کے لیے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کے شاگرد رشید علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی فرماتے ہیں:

"وما جزم بہ شیخنا من ان ابا حنیفۃ ھو المراد من ھذا الحدیث ظاھر لا شک فیہ لانہ لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغہ احد"

(حاشیہ علی المواھب)

جو ہمارے استاد نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ ہی مراد ہیں یہی ظاہر ہے،

کی ہے۔ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیوں کہ ابنائے فارس میں کوئی شخص بھی علم میں امام ابوحنیفہ کے مرتبہ پر نہیں پہنچا۔ اسی طرح حافظ ابن حجر مکی شافعی اور عبدالوہاب شعرانی شافعی وغیرہ نے بھی امام ابوحنیفہ کو اس حدیث کا مصداق بتایا ہے پس ان اے بڑے اماموں کے مقابلہ میں کسی کا قول قابل سماعت نہیں۔ نواب صدیق حسن وں نے اپنی بعض تالیفات میں اس بحث کو چھیڑ کر بخاری وغیرہ کو اس بشارت میں داخل کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کو خارج کر دیا ہے۔ یہ سراسر تعصب اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے کیوں کہ ائمہ مذکورین نے تصریح کی ہے کہ عجم میں کوئی بھی امام ابوحنیفہ کے مرتبہ کا نہیں ہوا۔ بخاری، اجتہاد، تفقہ، حفظ، امامت، عدالت، ریاضت، عبادت، زہد، ورع، تقویٰ، مجاہدہ نفس وغیرہ میں امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے برابر بھی نہیں چہ جائیکہ امام صاحب کے اوصاف مذکورہ میں شرکت کریں۔ انہیں امور کی وجہ سے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں ان کو اپنا پیشوا جانتے ہیں بلکہ تابعی ہونے کی وجہ سے تمام ائمہ سے افضل سمجھتے ہیں۔

یہ تو نعمان ہی خورشید فلک ہے واللہ
مہر تاباں ہمیں آج ایسا دکھائے کوئی

ہمیں جھوٹی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود مخالفین امام صاحب کے علم وفضل کے قائل ہیں اور لوہا مانے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ماسبق میں مفصل ظاہر ہو چکا۔

اعتراض نمبر ۴۲:

ملاؤ اور غور سے سنو رسول اللہ ﷺ نے خود امام ابوحنیفہ کی فقہ سیکھنے سے منع کیا ہے۔
(الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو
میرا کہا کرو جو تمہیں کچھ بھی ہوش ہو

کیا اب کوئی اور صورت نہیں رہی جو خواب کے واقعات سے استدلال ہونے لگا۔

اچھا یہی ہے تو دیکھو اور غور سے آنکھیں کھول کر دیکھو:

"عن ابی معانی فی الفضل بن خالد قال رأیت النبی ﷺ فقلت یا رسول اللہ ما تقول فی علم ابی حنیفۃ فقال ذلک علم یحتاج الناس الیہ"

فضل بن خالد کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے امام ابوحنیفہ کے علم کے بارے میں آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایسا علم ہے جس کی لوگوں کو حاجت ہے۔ کیسا اجازت دی یا منع فرمایا۔ اور غور سے دیکھیے

"بے شائبہ تکلف وتعصب گفتہ مے شود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم مے نماید وسائر مذاہب در رنگ حیاض وجداول بنظر مے در آید وبظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ مے آید سواد اعظم از اہل اسلام متبعان ابی حنیفہ اند"

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوب پنجاہ و پنجم)

غور فرمایئے کہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے کیا فرمایا۔ یہ مجدد صاحب وہی ہیں جن کے بارے میں نواب صدیق حسن خان قنوجی کہتے ہیں۔ علو مرتبہ کشف ہائے مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرچشمہ کمتر سرزدہ و گاہے مخالف شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع مؤید است (ریاض المرتاض ص ۲۱) کہ مجدد صاحب کے کشف کبھی بھی شریعت کے مخالف نہیں ہوئے بلکہ اکثر کی شریعت نے تائید کی ہے۔ اس لیے ان کے کشف کے مراتب تو بہت ہی بالاتر ہیں۔ وہ مجدد صاحب یہ فرماتے ہیں کشفی نظر میں مذہب حنفی کی نورانیت ایک دریائے ناپیدا کنار معلوم ہوتی ہے اور باقی مذاہب چھوٹی چھوٹی نالیوں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

اور لیجیے استاد الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذھب الحنفی طریقۃ انیقۃ ھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ" (فیوض الحرمین)

شاہ صاحب کو آنحضرت ﷺ نے تعلیم کی ہے کہ مذہب حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے اور غور سے دیکھو نواب صدیق حسن خاں معاذ رازی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ "معاذ رازی گفت پیغمبر ﷺ را در خواب دیدم گفتم این اطلبک فرمود عند علم ابی حنیفۃ" (اقصار)

معاذ رازی فرماتے ہیں: میں نے آنحضرت ﷺ سے خواب میں پوچھا کہ آپ کو کہاں تلاش کروں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے علم کے پاس مجھے تلاش کرنا وہیں میں تم کو ملوں گا۔

رای بعض ائمۃ الحنابلۃ النبی ﷺ قال فقلت لہ یا رسول اللہ حدثنی عن المذاھب فقال المذاھب ثلاثۃ فوقع فی نفسی انہ یخرج مذھب ابی حنیفۃ لتمسکہ بالرای فابتداء وقال ابو حنیفۃ والشافعی واحمد ثم قال ومالک اربعۃ (خیرات الحسان)

بعض حنبلی مذہب کے ائمہ نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ سے مذاہب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مذہب تین ہیں۔ وہ کہتے ہیں میرے دل میں خطرہ گزرا کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کو آپ بیان نہ فرمائیں گے کیوں کہ امام صاحب رائے سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن جب آپ نے ابتداء فرمائی تو فرمایا مذہب امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور احمد کا ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا اور امام مالک۔ یہ چار مذہب ہیں۔

اس واقعہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں چاروں مذہبوں سے پہلے آنحضرت نے امام ابوحنیفہ ہی کا نام ذکر فرمایا کہ یہ مذہب حق ہے۔ اس کے بعد اوروں کو ذکر کیا۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حق مذہب چار ہی ہیں۔

مؤلف رسالہ نے جو مذہب اختیار کر رکھا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے خلاف ہے۔ وہ حقانیت سے دور ہے۔ کہیے صاحب! تو معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کا علم اور ان کا مذہب کس مرتبہ کا ہے۔ جس کی تصدیق آنحضرت ﷺ نے بھی فرما دی۔

آپ نے نام گنائے ہیں کہ انہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا اس سے یہ لازم نہیں کہ حنفی مذہب حق نہیں یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔ بہت سے ایسے ہیں۔ جنہوں نے شافعی مالکی، حنبلی مذہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کیا ہے۔

اعتراض نمبر ۴۳:

اسی طرح بہت سے لوگوں نے اس مذہب کو چھوڑ دیا جب ان کو امام صاحب کے مزے دار مسائل سے واقفیت ہوئی جن کو ہم مختصراً ذیل میں بیان کر کے ان لوگوں کے نام بالتصریح بتلا دیں گے۔ جنہوں نے حنفی مذہب کو چھوڑ دیا۔ (الجرح علی ابی حنیفہ)

جواب:

ناظرین میں بھی چند نام بتلاتا ہوں جنہوں نے دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ امام ابوجعفر طحاوی پہلے یہ شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے۔

"کان تلمیذ المزنی فانتقل من مذھبہ الی مذھب ابی حنیفۃ" (انساب سمعانی) اسی طرح مرآۃ الجنان اور کتاب الارشاد اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں ہے۔ دوسرے امام احمد بن محمد بن محمد بن حسن تقی شمنی پہلے مالکی تھے پھر حنفی مذہب کو اختیار کیا۔ چنانچہ سخاوی نے ضوء لامع میں ذکر کیا ہے۔ فوائد بہیہ ص ۲۸ میں ان کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ تیسرے علامہ عبدالواحد بن علی العکبری اول یہ حنبلی تھے اس کے بعد حنفی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں بیان کیا ہے۔ "وکان حنبلیا فصار حنفیا" اسی طرح کفوی نے اپنے طبقات میں ذکر کیا ہے۔ فوائد بہیہ ص ۱۱۳ میں دونوں کتابوں سے نقل کیا ہے۔ چوتھے علامہ یوسف بن فرغلی البغدادی سبط ابن الجوزی پہلے حنبلی مذہب رکھتے تھے۔ پھر حنفی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ کفوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور ان کے ترجمہ کو فوائد بہیہ کے ص ۲۳۰ میں نقل کیا ہے۔ غرض نمونہ کے طور پر چار عالم جو اپنے وقت کے امام سمجھے جاتے تھے۔ میں نے پیش کیے ہیں۔ جنہوں نے مذہب شافعی، مالکی، حنبلی کو چھوڑ کر مذہب حنفی کو اختیار کیا۔ اگر کتب طبقات و رجال پر نظر ڈالی جائے تو بہت سے ایسے ائمہ نکلیں گے

لوں نے دوسرے مذاہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ لیکن یہاں ان کی
ر مت شمار کرنی مقصود نہیں۔ صرف مؤلف رسالہ کی بے ہودہ بکواس کے جواب میں
ناظرین کی تسلی قلب کے واسطے نقل کیا ہے۔ ورنہ ضرورت نہ تھی۔ مزے دار مسائل
اب وقت آئے گا ہم ان کے جواب کے واسطے تیار ہیں آپ کی کج فہمی اور بے عقلی
طشت از بام کر دیا جائے گا۔

اعتراض نمبر ۴۴:

ہم کو ایک بہت بڑا تعجب تو یہ ہے کہ امام صاحب کا حافظہ جیسا کچھ تھا ہم نے اوپر
بیان کیا ہے۔ (الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۸)

جواب:

اس کی مفصل کیفیت اور شرح ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اعتراض نمبر ۴۵:

پھر بھی امام صاحب کی نسبت کس خوش اعتقادی سے کہا جاتا ہے کہ "صلی
ابو حنیفۃ صلوٰۃ الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ" الی قولہ یہ گپ علی
گپ نہیں تو اور کیا ہے۔ ان کو بھلا اپنا وضو کیونکر یاد رہتا تھا۔

جواب:

چونکہ امام صاحب آپ کی طرح سے مجنون اور دیوانے نہ تھے بلکہ ذی ہوش،
صاحب عقل و احساس تھے۔ اس لیے ان کو اپنا وضو یاد رہتا تھا۔ وضو تو اس شخص کو یاد نہ
رہتا ہو جس کے حواس مختل ہو گئے ہوں ورنہ نماز عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنے
کو یاد نہ رہنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ حنفیوں کے ہی اقوال نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرے
مذاہب کے لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور تسلیم کر لیا ہے۔ جو امور حد تواتر کو پہنچے
ہوں ان کو گپ شمار کرنا مؤلف رسالہ جیسے کا کام ہے جس کو اپنا وضو یاد نہیں رہتا۔

اعتراض نمبر ۴۶:

کیوں کہ امام صاحب اگر عشاء پڑھ کر سو رہتے تھے تو وضو نہ رہا۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۷)

جواب:

عشا کی نماز پڑھ کر سوتے نہیں بلکہ رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اس لئے وضو باقی رہتا تھا۔

اعتراض نمبر ۴۷:

اور اگر جاگتے رہتے برابر فجر تک تو دن کو سوتے یا نہیں۔

جواب:

جب چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے تو پھر کون عقل مند پوچھ سکتا ہے کہ رات میں سوتے تھے یا نہیں۔ اگر دن میں آرام کرتے ہوں تو اس میں کون سا استحالہ ہے جو نوم کو مفضی الی الغفلت ہو وہ نہیں پائی جاتی تھی جیسا کہ مؤلف رسالہ کی اپنی مجبوری ہے۔

اعتراض نمبر ۴۸:

اگر دن کو سوتے تو یہ غفلت عبادت شب کے مناقض اور عبادت شب بے سود ہے۔

(الجرح علی ابی حنیفہ ص ۱۸)

جواب:

ناظرین عجب منطق ہے رات کو کوئی شخص عبادت کرے اور دن میں کسی وقت آرام کرے تو یہ آرام عبادت شب کے مناقض ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو بھی اس کا علم نہ ہوا کہ جو آپ قیلولہ دن میں فرمایا کرتے تھے۔ یہ عبادت شب کے مناقض ہے اور رات کی عبادت اس قیلولہ کی وجہ سے بالکل بیکار اور بے فائدہ ہو جاتی ہے صرف مؤلف رسالہ کی یہ سمجھ آیا۔

ہزار تف ایسی عقل و سمجھ پر

ناظرین مؤلف رسالہ یہ سمجھا کہ میری طرح امام صاحب بھی دن بھر سوتے رہتے ہوں گے۔ پھر دن میں سونا غفلت کو کس طرح مستلزم ہے اس کے واسطے ملازمت بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح عبادت شب کے بے سود ہونے اور دن کو سونے میں لزوم بیان کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح مؤلف کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ امام صاحب ظہر سے لے کر عشاء تک برابر سوتے رہتے تھے تاکہ عبادت شب کا بے سود ہونا اس پر مترتب ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات بھر عبادت کرتے تھے۔ اسی طرح تمیم داری اور سعید بن جبیر رات بھر عبادت کیا کرتے تھے اور ایک رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے تو کیا کوئی عقل کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرات دن کو سوتے تھے یا نہیں۔ اگر دن کو سوتے تھے تو یہ غفلت عبادت شب کے مناقض اور عبادت شب بے سود ہے اور اگر دن میں بھی نہیں سوتے تھے تو ان حضرات کا برابر جاگنا محال کیوں کہ نوم طبعی کے ضائع ہونے سے حیات کی امید نہیں۔ اور اگر عشاء پڑھ کر سو رہتے تھے۔ تو شب بھر جاگنا اور باقی رہنا محال عقلی و شرعی ہے۔ پس جو اس کا جواب ہے وہی جواب امام صاحب کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔ اگر مفصل بحث اس کے متعلق دیکھنی ہو تو کتاب "اقامة الحجه فی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعة" دیکھنی چاہیے، جو اسی بحث میں مسوط کتاب ہے۔

حدثنا سلیمان بن احمد ثنا ابو یزید القراطیسی ثنا اسد بن موسی ثنا سلام بن مسکین عن محمد بن سیرین قال قالت امراة عثمان حین اطا فوا به یریدون قتله ان تقتلوه او تترکوه فانه کان یحیی اللیل کله فی لیلة یجمع القران فیها (حلیة الاولیاء لابی نعیم)

اور سنیے: "وبه الی الخطیب هذا انا الخلال انا الحریری ان النخعی حدثهم ابنا ابراهیم بن مخلد البلخی ابنا ابراهیم بن رستم المرودی سمعت خارجة بن مصعب یقول ختم القران فی الکعبة اربعة من

الائمة عثمان بن عفان وتميم الداری وسعيد بن جبير وابو حنيفة

(مناقب موفق احمد مکی ص ۲۳۷ ج۱ مناقب بزازی ج۱ ص۲۴۲)

عن عائشة قالت قام النبی ﷺ باية من القران ليلة

(ترمذی ج۱ ص۱)

غرض یہ روایات آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ہیں ان پر ا کر جواب دیں اور اس کے بعد کوئی بکواس کریں ورنہ سب سے بہتر خاموشی ہے

ناظرین یہاں پر جواب ختم ہو جاتا ہے۔ رسالہ کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ میرے پاس نہیں ہے چنانچہ شروع میں، میں عرض کر چکا ہوں۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے گا تو ان اوراق میں مؤلف رسالہ کے تمام اعتراضات کا ملے گا۔ مؤلف رسالہ نے کوئی علمی تحقیق نہیں کی صرف گالیاں اور بکواس سے ہوا ہے۔ اس لیے ان امور کے جوابات کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر کسی صاحب پاس ہو تو اس کے آگے جوابات کی زیادتی کر کے پورا کر دیں۔ اگر میرے پسند نہ ہوں تو نئے سرے سے جواب لکھ کر ثواب دارین حاصل کریں۔ والسلام خیر ختام۔

تنبیہ:

میں شروع میں کسی مقام پر عرض کر چکا ہوں کہ امام ذہبی نے امام ابو "میزان" میں جو تضعیف کی ہے اس کے متعلق میں کسی جگہ پر تحقیق کروں گا۔ میں اس وعدہ کو پورا کر کے جواب ختم کرتا ہوں۔

"میزان الاعتدال" جلد ثالث کے صفحہ ۲۳۷ میں امام صاحب کے بارے عبارت ہے: "النعمان بن ثابت بن زوطی ابو حنيفة الكوفی امام اهل الرای ضعفه النسائی من جهة حفظه وابن عدی و آخرون وترجمه الخطيب فی فصلين من تاريخه واستوفی كلام الفريقين معدليه ومضعفيه"

یہ وہ عبارت ہے کہ جس کی وجہ سے غیر مقلدین زمانہ خصوصاً مؤلف رسالہ

کو دیکھاند کرتے ہیں کہ ذہبی نے امام صاحب کو ضعیف کہا ہے اور امام صاحب کی تضعیف میزان میں موجود ہے۔ لیکن ناظرین جس وقت تحقیق و تنقیح کی جاتی ہے۔ اس وقت حق، حق اور باطل، باطل ہو کر رہتا ہے۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ترجمہ امام صاحب کا میزان میں کسی دشمن و معاند نے لاحق کر دیا ہے خود امام ذہبی کا نہیں ہے۔ اس کی دلیل روشن یہ ہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں خود تصریح کی ہے کہ ائمہ متبوعین کو اس کتاب میں ذکر نہیں کروں گا۔

چنانچہ فرماتے ہیں: "وما کان فی کتاب البخاری وابن عدی وغیرهما من الصحابة فانی اسقطهم لجلالة الصحابة رضی اللہ عنہم ولا اذکرهم فی هذا المصنف اذا کان الضعف انما جاء من جهة الرواة الیهم وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احد الجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری"

(میزان ج۱ ص۲)

کتاب بخاری اور ابن عدی وغیرہ میں جو صحابہ کا بیان ہے میں اپنی اس کتاب میں ان کی جلالت شان کی وجہ سے ذکر نہ کروں گا۔ کیوں کہ روایت میں جو ضعف پیدا ہوتا ہے وہ ان کے نیچے کے رواۃ کی وجہ سے نہ صحابہ کی وجہ سے لہٰذا ان کے تراجم ساقط کر دیئے۔ اسی طرح ان ائمہ کو بھی اس کتاب میں ذکر نہ کروں گا جن کے مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں تقلید و اتباع کی جاتی ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری کیوں کہ یہ حضرات اسلام میں جلیل القدر بڑے مرتبہ والے ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق امام کی کنیت بھی باب الکنی میں نہیں ذکر کی۔ علامہ عراقی نے شرح الفیۃ الحدیث میں اور امام جلال الدین سیوطی نے تدریب الراوی میں بھی اقرار کر لیا ہے کہ ذہبی نے صحابہ اور ائمہ متبوعین کو میزان میں ذکر نہیں کیا۔ "الا انه لم یذکر احدا من الصحابة والائمة المتبوعین" (تعلیق الحسن ص۸۸ حاشیہ آثار السنن)

غرض ان جملہ امور سے یہ ثابت ہوا کہ یہ ترجمہ امام ذہبی نے امام صاحب کا نہیں لکھا بلکہ کسی متعصب نے لاحق کر دیا ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں۔ نیز میزان کے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود ہی نہیں۔ بعض نسخوں کے حاشیہ پر یہ عبارت پائی جاتی تھی۔ اس کو متن میں داخل کر دیا ہے۔

"قلت هذه الترجمة لم توجد في النسخ الصحيحة من الميزان وانما يوجد على هوامش النسخ مطبوعة نقلا عن بعض النسخ الملحقة فانما هو الحاق من بعض الناس وقد اعتذر الكاتب وعلق عليه هذه العبارة ولما لم تكن هذه الترجمة في نسخة وكانت في اخرى اوردتها على الحاشية" (التعليق الحسن ج۱ ص۸۸)

اسی بنا پر کہ یہ ترجمہ الحاقیہ ہے کاتب نے بھی عذر بیان کیا اور حاشیہ پر یہ لکھ دیا کہ بعض نسخوں میں یہ ترجمہ نہیں ہے اور بعض میں ہے اس لیے اس کو میں حاشیہ پر لکھے دیتا ہوں۔ غرض ان جملہ امور سے یہ ثابت ہے کہ یہ ترجمہ الحاقیہ ہے صاحب میزان کا نہیں۔

"فهذه العبارات تنادى باعلى صوت ان ترجمة الامام على ما في بعض النسخ الحاقية جدا" (تعليق الحسن ص۸۸)

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ، ثقہ، عادل، ضابط، متقن، حافظ حدیث، متقی، ورع، امام، مجتہد، زاہد، تابعی، عالم، عامل، متعبد ہیں۔ ان کے زمانہ میں ان کے برابر عالم، عامل، فقیہ، عبادت گزار کوئی دوسرا نہ تھا۔ کوئی جرح مفسر نقادان رجال سے ان کے حق میں ثابت نہیں۔ ابن عدی دار قطنی وغیرہ متعصبین کی جرح مع مبہم ہونے کے مقبول نہیں۔ دشمنوں اور حاسدوں کے اقوال کا اعتبار نہیں۔ جو اوراق گزشتہ میں مفصل معلوم ہو چکا ہے۔

والحمد لله اولا وآخرا والصلوٰة والسلام على رسوله محمد وآله وصحبه واتباعه دائما ابدا.

کتبہ السید مہدی حسن غفرلہ شاہ جہان پوری

اَلسَّيْفُ الصَّارِمُ

لِمُنْكِرِ

شَانِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ

مؤلفہ

مولانا فقیر محمد جہلمی

تلخیص

پیرجی سید مشتاق علی شاہ

ناشر

پیرجی کتب خانہ ۸ گوبند گڑھ کالج روڈ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ھوڑا عرصہ سے لکھنؤ سے ایک رسالہ موسومہ اہل الذکر متعصب گستاخ غیر مقلد نے
ائع کرنا شروع کیا ہے جس کا اہم مقصد (جیسا کہ اس کے مضامین سے ظاہر ہے)
عضرت امام الائمہ سراج الامۃ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توہین اور مسلمانوں کے سواد اعظم
(گروہ کثیر) حنفیوں کی دلآزاری ہے۔ مجھے ایک دوست کے ذریعہ اس کے چند
نمبرات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے کسی نمبر میں بھی کوئی علمی یا اخلاقی مضمون نہیں
دیکھا۔ بجز اس کے کہ ہر ایک نمبر میں حضرت امام ہمام کی شان والا میں بے ہودہ اور
بے جا حملے کیے گئے اور حنفی مسلمانوں کو پانی پی پی کر کوسا گیا ہے۔ ایڈیٹر اہل الذکر کی
طرز تحریر اور روش بحث سے ظاہر ہے کہ علمیت سے وہ بالکل بے بہرہ ہے اور تہذیب
سے اس کو مطلق مَس نہیں اور یہی وجہ ہے کہ رسالہ اہل الذکر پبلک کی نگاہ میں نفرت و
ملامت کا مستحق سمجھا گیا ہے اور اس کے لچر اور دل آزار مضامین سے ہر طبقہ کے
مسلمانوں نے بیزاری اور ناراضگی کا اظہار کیا ہے اہل الذکر کی گستاخ اور بے ادبانہ
تحریرات سے نہ صرف حنفی ہی مسلمانوں بلکہ اس کے ہم مذہب اہل حدیث مسلمانوں
کے بھی دل کانپ اٹھے ہیں اور اگر حنفی مسلمان صبر و حوصلہ سے کام نہ لیتے اور عدالت
تک نوبت پہنچتی تو اہل الذکر کا مدیر کب کا واصل جیل ہو گیا ہوتا اور اب بھی اندیشہ ہے
کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو آخر عدالت تک نوبت پہنچے گی۔ اہل الذکر کے دل آزار
اور فحش مضامین کی نسبت جو رائے اس کے ہم مذہب اہل حدیث نے ایک کثیر
الاشاعت اخبار میں شائع کرائی ہے وہ قابل غور ہے جس کو ہم بجنسہ ہدیہ ناظرین
کرتے ہیں:

روزانہ "پیسہ اخبار" لاہور مطبوعہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۸ء میں اہل حدیث امرتسر نے اہل
الذکر کے مضامین کی نسبت اپنی منصفانہ رائے یوں درج کرائی کہ:

"ہم اہل حدیث کسی خاص امام کے معتقد نہیں۔ لیکن ہم کو کسی خاص بزرگ سے خاص بحث نہیں اور نہ کسی خاص بزرگ سے عداوت ہے۔ ہماری نظر میں تمام مجتہدین اور تمام محدثین بڑے متقی اور واجب التکریم بزرگ تھے۔ اس لیے مضامین سے نفرت رکھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے جائیں۔ اہل الذکر نے ائمہ مجتہدین کی شان میں جس قدر برے الفاظ سے کام لینا شروع کیا اس سے ہمارے دل کانپ اٹھے ہیں پس کسی ایمان دار اہل حدیث کا یہ حوصلہ نہیں کہ اہل الذکر کے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھے۔"

اہل حدیث امرتسر کی تحریر بالا بالخصوص اس حصہ عبارت سے جس پر ہم نے خط کھینچا ہے امور ذیل کا صریح فیصلہ ہو گیا ہے:

۱.....اہل حدیث مسلمان بھی حنفی مسلمانوں کی طرح ایسے مضامین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے جائیں۔

۲.....اہل الذکر کے مضامین ائمہ مجتہدین کی توہین کے لیے لکھے گئے ہیں اور اس لیے ان سے اہل حدیث مسلمانوں کو حنفی مسلمانوں کی طرح سخت نفرت ہے۔

۳.....اہل الذکر نے ائمہ مجتہدین کی شان میں سخت برے الفاظ سے کام لینا شروع کیا ہے اور اس لیے ان سے اہل حدیث مسلمانوں کے دل بھی حنفیوں کی طرح کانپ اٹھے ہیں۔

۴.....کسی ایمان دار مسلمان (اہل حدیث ہو یا حنفی) کا یہ حوصلہ نہیں کہ اہل الذکر کے مضامین کو بنظر استحسان دیکھے۔

۵.....جو شخص برخلاف اس کے، اس کے مضامین کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے وہ ایمان دار نہیں۔

ہم خیال کرتے ہیں کہ رسالہ "اہل الذکر" کے مضامین کی نسبت اہل حدیث امرتسر کی اس زبردست شہادت کے بعد کسی مزید بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور نہ ایسے شخص کے لچر مضامین قابل جواب ہو سکتے ہیں جن کو نہ بیگانے بلکہ اپنے ہی پھٹکار

ہوں۔ لیکن تاہم بقول شخصے

خدا پنج انگشت یکساں کرد

ممکن ہے کہ کوئی ناواقف مسلمان اہل الذکر کے بے ہودہ مضامین کی وجہ سے مغالطہ میں پڑ جائے یا خود اہل الذکر کا ایڈیٹر اس بات پر مغرور ہو کر ہمیشہ کے لیے گمراہ رہے کہ اس کے کسی مضمون کا کسی نے جواب نہیں لکھا۔ بناءً علیہ ہم صرف ابتغاءً لمرضاة اللہ اپنا یہ فرض سمجھتے ہیں اس لیے اُن کے اباطیل کا قرار واقعی تعاقب کر کے اس کے پورے دلائل کا قلع وقمع کر کے حضرت الامام الائمہ سراج الامت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل مسلمہ بیان کریں اور ثابت کریں کہ بے شک حضرت امام ہمام رحمۃ اللہ علیہ آفتاب شریعت تھے اور ان کا مخالف دشمن دین وہ اندھا ہے جو نور آفتاب کا منکر ہے۔

والشمس شمس ولو لم یرہ ضریر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اس وقت میرے سامنے رسالہ اہل الذکر کا وہ نمبر ہے جو بابت ماہ رمضان ۱۳۲۶ھ شائع کیا گیا تھا اور جس میں ابتداء سے انتہا تک حنفیوں اور ان کے امام رحمۃ اللہ علیہ کو بے ہودہ گالیاں دی گئی ہیں لیکن ہم اس کی گالیوں سے قطع نظر کر کے صرف اس کے دو مضامین کا جواب لکھیں گے۔

پہلا مضمون وہ ہے جس کا عنوان مہذب ایڈیٹر اہل الذکر نے یوں لکھا ہے:

کیا لہابی اہل بدعت ذریت شیطان نہیں؟

اور دوسرا مضمون جس کا ہیڈنگ ''امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا اجتہاد'' رکھا گیا ہے۔

پہلے مضمون کا جواب:

سو واضح ہو کہ پہلے مضمون میں جس کا عنوان پہلے لکھا گیا ہے۔ بے ادب اور غیر مہذب ایڈیٹر اہل الذکر نے ہمارے مقتدیٰ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جن کی مدح و تعریف میں جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ تمام ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ اور محدثین کرام رحمہم اللہ رطب اللسان ہیں اور جن کے تابع نہ صرف مسلمانان ہندو پنجاب کا گروہ عظیم ہے جن

کے مقابلہ میں غیر مقلدین آنے میں تنک بھی نہیں (بلکہ خود والیٔ ملک عرب و حرمین شریفین سلطان روم خلد اللہ ملکہ اور اس کی رعایا برایا ارض عرب وغیرہ کی والی ہے۔) نعوذ باللہ شیطان کا خطاب دیا گیا ہے۔ (والی اللہ المشتکی) اور مسلمانان حنفیہ کرام کثر ہم اللہ کو جن میں بڑے بڑے بزرگ اولیاء اور صلحاء و علماء اہل باطن ہو گزرے ہیں اور موجود ہیں ذریت شیطان کہا گیا ہے اور کوئی وجہ تو ہتک کا باقی نہیں چھوڑا گیا۔ ایڈیٹر اہل الذکر کی اس گستاخی اور بے ادبی کا اجر تو حقیقی کے ہاں ہے جس نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○

البتہ ہم کو ایڈیٹر اہل الذکر کی اس جرأت پر سخت تعجب ہے کہ اس نے کس طرح قصہ کو چھپا کر ایک غلط روایت کی بنا پر کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو امام صادق رحمہ اللہ نے معاذ اللہ ایسا خطاب دیا ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اہل الذ اصل عبارت کو جو اس نے اس بارہ میں لکھی ہے پہلے نقل کر دیں اور پھر اس کا جو لکھیں۔ گستاخ اہل الذکر عنوان مذکورہ بالا لکھ کر یوں گہر افشانی کرتا ہے۔ "پہ سوال ہے" اس کا جواب جو ہم دیتے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ وہ جواب ا ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاد امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے ایک قول کا مفہوم ہے اس سے پر روشن ہو جائے گا کہ لہابیوں کو ذریت شیطان کا خطاب کب ملا ہے اور کس نے ہے اور کیوں دیا ہے اور کیسا ٹھیک دیا ہے اور کیسے معقول الفاظ میں دیا ہے۔ حیاۃ الحیوان میں ہے:

قال ابن شبرمة دخلت انا وابو حنيفة على جعفر بن محمد الصادق رحمه الله فقلت هذا الرجل فقيه العراق فقال لعله يقيس الدين برا وهو نعمان بن ثابت ولم اعرف اسمه الا ذلك اليوم فقال ابو حنيفة نعم انا ذاك اصلحك الله فقال له جعفر الصادق اتق الله ولا تقس الدين برايك فان اول من قاس ابليس اذ قال: "اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ

نَارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ ☆" فاخطاء بقياسه وضلّ الى ان قال فانا نقف ومن سالفنا فنقول قال الله وقال رسول الله ﷺ وتقول انت واصحابك سمعنا ورأينا فيفعل الله بنا ويحكم ما شاء

میں کہتا ہوں کہ اگر اہل الذکر کے ایڈیٹر کی نظر کتب دینیہ پر ہوتی تو وہ کبھی حیات الحیوان ایک گمنام کتاب (۱) کے حوالہ سے ابن شبرمہ کی بے اصل یہ روایت لکھ کر حضرت امام ہمام رحمہ اللہ کی توہین کی جرأت نہ کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر مذکور یا تو کتب دینیہ سے محض نابلد ہے اور یا تعصب کی پٹی اس نے آنکھوں پر مضبوطی سے باندھ رکھی ہے۔ بہرحال ایڈیٹر مذکور کی یہ حرکت نہایت نازیبا ہے کہ اس نے اصل قصہ کو چھپا دیا اور تراش خراش کر کے ابن شبرمہ کی روایت کو پبلک کے سامنے پیش کر کے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ اس قصہ کی اصلیت کیا ہے اور اس قصہ سے حضرت امام رحمہ اللہ کی مدح ثابت ہوتی ہے یا ذم؟ سو واضح ہو کہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہ کا اصل قصہ بقول ابو مطیع (جو فقہ اور زہد و عبادت میں مشہور امام ہیں اور جنہوں نے چار ہزار مسئلہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے امتحاناً استفسار کے لیے جمع کیا تھا۔ جیسا کہ امام کردری کے جمع کردہ مناقب کے صفحہ ۱۸۳ میں مصرح ہے) میزان الشعرانی کے صفحہ ۱/۲۰۷ میں اس طرح پر لکھا ہے:

وكان ابو مطيع يقول كنت عند الامام ابى حنيفة فى جامع الكوفة فدخل عليه سفيان الثورى ومقاتل بن حيان وحماد بن سلمة و جعفر الصادق وغيرهم من الفقهاء فكلموا الامام ابا حنيفة وقالوا قد بلغنا انك تكثر من القياس فى الدين و انا نخاف عليك منه فان اول من

---

(۱) جس زمانے میں یہ مضمون لکھا گیا تھا یہ اس زمانے کی بات ہے کیوں کہ برصغیر میں حیات الحیوان کچھ عرصہ سے شائع ہوئی ہے۔

قاس ابلیس فناظرهم الامام من بكرة نهار الجمعة الى الزوال و
عليهم مذهبه وقال انى اقدم العمل بالكتاب ثم بالسنة ثم ب
الصحابة مقدمًا ما اتفقوا عليه على ما اختلفوا فيه وحينئذ الم
كلهم وقبلوا يده وركبه وقالوا له انت سيد العلماء فاعف عما
مضى منا من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله لنا ولكم اجمعين

یعنی ابومطیع فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت امام ابوحنیفہ
پاس بیٹھا تھا کہ سفیان ثوری اور مقاتل بن حیان اور جعفر صادق اور دیگر فقہاء
کے پاس آئے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے گفتگو کرنے لگے اور کہا کہ ہم کو پہنچا
کہ آپ دینی امور میں زیادہ کام قیاس سے لیتے ہیں اور یہ بات آپ کے لئے
خوف ناک ہے کیوں کہ پہلا شخص جس نے صرف قیاس سے کام لیا ابلیس تھا
حضرت امام نے روز جمعہ کی صبح سے وقت زوال تک ان سے مناظرہ کیا اور اپنا
ان کو بتایا اور کہا کہ میں سب سے پہلے قرآن پر عمل کرتا ہوں پھر حدیث پر اور
کرام کے فیصلوں پر اور ان کے متفق علیہ فتووں کو مختلف فیہ پر مقدم رکھتا ہوں اور
کے بعد قیاس سے کام لیتا ہوں پھر سب فقہاء اٹھ کر حضرت امام کے ہاتھ اور
چومنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ تو سید العلماء ہیں ہم نے آپ کے بارہ میں لاعلمی
وجہ سے جو کچھ کہا اس سے معافی مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا ہم تم سب کو
دے۔

حضرات ناظرین اس قصہ کو پڑھ کر انصاف کریں کہ اس میں حضرت امام
کہاں تک بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اہل الذکر اور اس کے ہم خیالوں کی کیسی تر
ہوتی ہے حضرت امام کا اپنا مذہب یہ بتانا کہ سب سے پہلے میرا عمل قرآن پر ہے
حدیث پر اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ فتووں پر اور ان سب کے بعد قیاس سے
لیا جاتا ہے کہاں تک مخالفین کا مسکت جواب ہے اور پھر تمام جلیل القدر فقہاء کا
میں سفیان ثوری اور حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ بھی تھے اپنی غلطی کا اعتراف کر

امام سے معافی مانگنا اور ان کے دست و پا کو چومنا اور سید العلماء کا خطاب دینا
یہاں تک حضرت امام ابو حنیفہ ؒ کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

پہلا اصل قصہ جو متعصب اور خائن اہل الذکر نے چھپا کر ابن شبرمہ کا ادھورا قول نقل
کر کے حضرت امام ؑ کی توہین کی جرأت کی ہے اسی طرح ایک دوسرے واقعہ کا
بیان کتب معتبرہ دینیہ میں موجود ہے اور اس سے بھی حضرت امام ؒ کی فضیلت
ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ امام کردری کی کتاب (ج ۱ ص ۲۰۸) اور علامہ ابن حجر مکی
شافعی کی کتاب "خیرات الحسان" (ص ۵۶) میں ابن مبارک اور امام ائمہ اہل حدیث
سے مروی ہے:

عن عبداللہ بن المبارک قال حج الامام ابو حنیفة فلقی فی المدینة محمد بن علی بن الحسین بن علی الباقر فقال انت الذی خالفت احادیث جدی علیه السلام بالقیاس فقال معاذ الله عن ذلك اجلس فان لك حرمة كحرمة جدك علیه السلام علٰی اصحابه فجلس وجلس ابو حنیفة بین یدیه وقال اسألك عن ثلاث مسائل فاجبنی فقال الرّجل اضعف ام المرأة فقال المرأة فقال كم سهم المرأة قال سهم المرأة نصف سهم الرجل قال لو قلت بالقیاس لعكست الحكم والثّانی الصلٰوة افضل ام الصّوم فقال الصّلٰوة فقال لو قلت بالقیاس لقلت الحائض تقضی الصلٰوة لا الصوم الثالث البول افحش ام النطفة قال البول قال لو قلت بالقیاس لقلت لا غسل من المنی انما الغسل من البول معاذ الله ان اقول علی خلاف الحدیث بل اخدم قوله فقام وقبل وجهه.

یعنی عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے حج کیا اور مدینہ میں محمد
باقر ؑ بن علی ؑ بن حسین ؓ بن علی ؓ سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا کیا تو ہی
وہ شخص جس نے میرے نانا ﷺ کی احادیث کی مخالفت کی ہے قیاس کی بنا پر ابو حنیفہ

نے کہا معاذ اللہ ایسا نہیں ہے آپ ذرا بیٹھ جائیں میرے دل میں آپ کی وہی عزت
ہے جو آپ کے نانا پاک ﷺ کی صحابہ کرام علیہم السلام کے نزدیک تھی۔ پھر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا میں آپ سے تین مسئلے پوچھتا ہوں۔ آپ جواب دیں
پوچھا کہ مرد ضعیف ہے یا عورت؟ آپ نے کہا عورت۔ پوچھا عورت کا کیا حصہ ہے؟
کہا مرد سے نصف۔ کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا تو میں اس کے برخلاف حکم کرتا۔ دو
یہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ آپ نے کہا نماز۔ کہا اگر میں قیاس پر عمل کرتا اور نص کی
مخالفت کرتا تو کہتا کہ حائضہ نماز کو قضا کرے نہ روزہ کو۔ تیسرا یہ کہ بول بہت پلید ہے یا
منی؟ آپ نے کہا بول۔ کہا اگر میرا عمل قیاس پر ہوتا تو کہتا کہ منی سے نہیں بلکہ بول
سے غسل فرض ہوتا ہے معاذ اللہ میری کیا مجال ہے کہ حدیث کی مخالفت کروں بلکہ
احادیث رسول کا میں خادم ہوں پھر محمد بن علی نے اٹھ کر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا منہ چوما

اب روایات مندرجہ بالا سے جو معتبر کتب میں ثقہ راویوں کی روایت سے بیان کی
گئی ہیں۔ صاف ثابت ہو گیا کہ اہل بیت نبوی اور فقہاء وقت نے حضرت امام
امام رحمۃ اللہ علیہ کی کمال تعظیم کی اور آپ کو سید العلماء کا خطاب دیا۔ اور ادھر ایڈیٹر اہل الذکر
ہے جو اس جلیل القدر امام کی جس کے ہاتھ اور منہ اہل بیت نبوی نے چومے ہوں اور
علمائے اُمت محمدیہ کا سردار مانا گیا ہو اور جس کے پیرو اقطاع الارض میں بڑے بڑے
بزرگ اولیاء، اتقیاء، علماء، امراء و سلاطین موجود ہوں۔ کمال گستاخی اور سوء ادبی سے
توہین کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتا ہے۔ او بے ادب انسان کچھ تو اللہ کا خوف کر

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

روایات بالا سے اصلیت قصہ کی تو ظاہر ہو گئی اب دیکھنا یہ ہے کہ ابن شبرمہ کی
روایت جو اہل الذکر نے نقل کی ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے سو اول ہم بڑی دلیری
سے کہتے ہیں کہ ابن شبرمہ کی روایت کو اہل الذکر نے پورا نقل نہیں کیا ہے۔ ورنہ
اصلیت ظاہر ہو جاتی۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ پر عمل کرنا اور وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی سے الگ

کرنا اہل الذکر اور اس کے ہم خیالوں کا مذہب ہے۔ چنانچہ پچھلے سال کا ذکر ہے کہ ایڈیٹر اہل حدیث امرتسر نے اپنے ۷ فروری ۱۹۰۸ء کے اخبار میں تمام حنفیوں کو فرقہ مرجیہ میں قرار دینے کی غرض سے غنیۃ الطالبین جیسی مشہور اور متداول کتاب میں سے اپنے مطلب کی عبارت نقل کرتے ہوئے لفظ بعض کا عمداً وقصداً ترک کر دیا تھا جس کا تعاقب سراج الاخبار مطبوعہ ۱۸ فروری ۱۹۰۸ء میں ایسے طور سے کیا گیا تھا کہ جس کی شرمساری ان کو عمر بھی نہ بھولے گی خیر یہ معاملہ تو ایک سال کا ہے لیکن اب ایسی ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک متعصبانہ خیانت کی حرکت خود بدولت ایڈیٹر اہل الذکر ہی سے ماہ محرم ۱۳۲۷ھ کے رسالہ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۱ میں حنفی مذہب کے رواج اور کثرت کا سبب بحوالہ کتاب بستان المحدثین ابن حزم کا قول مندرجہ صفحہ...... اس طرح پر نقل کرنے میں سرزد ہوئی ہے۔

"قاضی ابو یوسف قضاۃ کل ممالك بدست آوردہ از طرف او قضاۃ می رفتندپس بر ہر قاضی شرط می کرد کہ عمل و حکم بمذہب ابو حنیفۃ نماید"

حالانکہ اصل عبارت بستان المحدثین کی اس طرح پر ہے:

ابن حزم درجائے نوشتہ است کہ ایں دو مذہب در عالم از راہ ریاست وسلطنت رواج و امتیاز گرفتہ اند مذہب ابو حنیفۃ و مذہب مالك زیرا کہ قاضی ابو یوسف قضائے کل ممالیك بدست آوردہ از طرف او قضاۃ میر فتند پس بر ہر قاضی (شرط) می کرد کہ عمل و حکم بمذہب ابو حنیفۃ نماید و درانداس یحیٰی بن یحیٰی رانزد سلطان آں وقت بحدی مکنت وجاہ حاصل گشت کہ ہیچ قاضی وحاکم بے مشورہ او منصوب نمیشد پس ورر غیر ازیاراں وہمدماں خود رامتولی نمی ساخت۔ انتہی

دیکھو آپ کو چونکہ حنفی مذہب کے رواج اور اس کی کثرت کی مقصد اور مالکی مذہب

کی عظمت وجلالت ثابت کرنی مدنظر تھی۔ اس حالت میں اگر آپ ابن حزم کا پورا قول نقل کرتے تو امام مالک کے مذہب کی اشاعت پر بھی وہی اعتراض آتا جو حنفی مذہب کی کثرت پر آپ ثابت کرنا چاہتے تھے کیونکہ مالکی مذہب کے حامی یحییٰ بن یحییٰ کو بھی سلطان وقت کے پاس اس کا مشیر ہونے کی وجہ سے ایسا مرتبہ حاصل تھا کہ قاضی ابو یوسف کو بوجہ ایک ملازم ہونے کے خواب وخیال میں بھی میسر نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے آپ نے بڑے شدومد سے ابن حزم کا قول اس قدر تو لکھ دیا جو حنفی مذہب کے متعلق تھا اور مالکی مذہب کے متعلقہ حصہ کو بالکل چھوڑ دیا اور اشارہ تک نہ کیا۔ پس جب آپ نے ایک ایسی متداول کتاب میں سے جس کے وجود سے شاذ ونادر ہی کسی حنفی عالم یا غیر مقلد مولوی کا کتب خانہ خالی ہوگا۔ اصل عبارت کے نقل کرنے میں اس قدر خیانت کی ہے کہ تو کیا حیات الحیوان کتاب میں سے پوری عبارت کے نقل کرنے میں آپ نے خیانت نہ کی ہوگی۔ پس اس سے اظہر من الشمس ثابت ہو گیا کہ آپ نے اس محن فیہ قصہ مذکور میں ابن شبرمہ کا صرف پہلا حصہ جس سے آپ کا مدعا ثابت ہوتا تھا لکھ دیا ہے اور اس کا آخری حصہ جس سے آپ کے مدعا کی تردید ہو جاتی تھی ضرور ہی ترک کر دیا ہے۔

دوم اگر ہم فرض کر لیں کہ ابن شبرمہ نے ہی آخری حصہ حذف کر دیا ہے تو بھی بموجودگی دوسری معتبر روایات کے ابن شبرمہ کی اس روایت کی کیا وقعت ہو سکتی ہے بالخصوص جب اس امر کی طرف خیال کیا جائے کہ ابن شبرمہ حضرت امام ابوحنیفہ کے ہم عصر اور ہم وطن تھے اور حضرت امام کی وجہ سے ابن شبرمہ اور اس کے دیگر معاصر فقہاء کی بالکل کساد بازاری ہو گئی تھی اور اس وجہ سے ہر وقت دل میں حسد رکھتے تھے۔ چنانچہ کہ کتاب موفق (ج ۲ ص ۳۱) میں یحییٰ بن آدم سے جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ میں سے ہیں اس طرح پر مروی ہے:

سمعت يحيىٰ بن آدم يقول كانت الكوفة مشحونة بالفقه فقهاء ها كثيرة مثل ابن شبرمة وابن ابى ليلى والحسن بن صالح وشريك

وامثالهم فكسدت اقاويلهم عند اقاويل ابى حنيفة وسير بعلمه الى البلدان وقضى به الخلفاء والائمة والحكام واستقر عليه الامر .

یعنی یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ کوفہ اہل فقہ سے پر تھا۔ فقہاء اس میں کثرت سے تھے جیسا کہ ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ اور حسن بن صالح اور شریک وغیرہ لیکن ان سب کے اقاویل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقاویل کے مقابلہ میں ہیچ ہو گئے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم کی تمام بلاد میں شہرت ہو گئی اور آپ کے فتویٰ پر تمام بادشاہوں اور اماموں اور حکام کا عمل درآمد ہو گیا پھر اگر ابن شبرمہ کوئی روایت حضرت امام کے برخلاف بھی لکھ دیں تو ہم عصرانہ عداوت وحسد پر محمول ہو گا خصوصاً جب دوسری معتبر روایات اس کے برخلاف موجود ہوں۔

سوم بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ قصہ مذکورہ کے بعد حضرت امام جعفر نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ملاقات کے وقت ان کی بڑی عزت کی اور جب وہ چلے گئے تو پیچھے تعریف کر کے ان کو افقہ اہل بلدہ کا خطاب دیا۔ چنانچہ علامہ موفق احمد مکی نے مناقب امام کے (ج ۲ ص ۳۳) میں عبدالعزیز بن ابی رواد سے جو سنن اربعہ کے شیوخ میں سے ہیں اس طرح پر روایت کی ہے:

قال كنا مع جعفر بن محمد جلوسًا فى الحجر فجاء ابو حنيفة فسلم وسلم عليه جعفر وعانقه وسائله حتى سأله عن الخدم فلما قام قال له بعض اهله يا ابن رسول الله ما اراك تعرف الرجل فقال ما رايت احمق منك اسأله عن الخدم وتقول تعرف هذا ابو حنيفة من افقه اهل بلده

یعنی "ہم امام جعفر رحمہ اللہ کے پاس حجرے میں بیٹھے تھے کہ یکایک ابوحنیفہ رحمہ اللہ آ گئے اور سلام دیا۔ امام نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور بغل گیر فرما کر مزاج پرسی کی، یہاں تک کہ ان کے خدام تک کو پوچھا۔ جب ابوحنیفہ رحمہ اللہ اٹھ کر چلے گئے تو امام کے اہل میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ اس شخص کو جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تو بڑا ہی احمق ہے اگر میں اس کو نہیں جانتا تھا تو اس کے خادموں کی خیریت کیسے پوچھتا۔ یہ

ابوحنیفہ ہے جو اپنے شہر کے فقہاء میں سے افقہ ہے"

دیکھو اس روایت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اگر حسب روایت ابو مطیع کے فقہاء کوفہ نے جن میں امام جعفر رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔ بعد مناظرہ کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اپنے ماضی خیالات کی اصلاح نہ کر لی ہوتی اور ان کی متفقہ جماعت نے ان کو افقہ العلماء کا خطاب نہ دیا ہوتا تو اس کے بعد امام موصوف بقول محدث عبدالعزیز بن ابی رواد کے امام ابوحنیفہ کی اس قدر عزت محض ان کی فضیلت کی وجہ سے کیوں کرتے اور ان کے چلے جانے کے بعد ان کو فقہائے کوفہ سے افقہ ظاہر فرما کر افقہ الفقہاء کا سب سے معزز خطاب کیسے دیتے؟ پس ثابت ہوا کہ ابن شبرمہ کی روایت کو یا تو ایڈیٹر اہل الذکر نے پورا پورا نقل نہیں کیا یا مصنف حیات الحیوان سے ہی اس کا آخری حصہ چھوٹ گیا ہے یا خود ابن شبرمہ ہی نے کسی وجہ سے اس قصہ کو پورا بیان نہیں کیا۔

حنفی مذہب کی کثرتِ اشاعت کے اسباب

آخر میں ہم لگے ہاتھوں اس اعتراض کی بھی قلعی کھول دیتے ہیں جو ایڈیٹر اہل الذکر نے حنفی مذہب کی کثرت اشاعت پر کیا ہے اور اس کو نمبر ا جلد ۲ کے ص ۱۰ میں عنوان (حنفی مذہب کے بارے میں امام ابن حزم کی رائے) سے معنون کیا ہے جس میں پہلے محی الدین ابن عربی کے کشف سے بڑے فخر کے ساتھ ابن حزم کو آسمان پر چڑھایا ہے۔ پھر اس کا وہ قول ادھورا نقل کیا ہے جو بستان المحدثین کے ص ۱۱ میں درج ہے چونکہ ہم وہ قول بتمامہ پیچھے درج کر آئے ہیں اس لیے اس کے مکرر یہاں لکھنے کی کوئی حاجت نہیں۔ صرف اس کے جواب پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اول تو ابن حزم کی یہ رائے کہ حنفی مذہب صرف امام یوسف کی قضاۃ کی وجہ سے مروج ہوا ہے کہ وہ قاضیوں کو امام ابوحنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دینے کی شرط مقرر کر کے بھیجا کرتے تھے آپ کے نزدیک بھی مسلم نہیں ہے۔ کیوں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کی اشاعت کی نسبت بھی ابن حزم کی یہی رائے ہے کہ وہ یحییٰ بن یحییٰ شاگرد امام مالک کی وجہ سے مروج ہوا ہے۔ جن کا سلطان وقت کے دربار میں اعتبار رسوخ اور مرتبہ واختیار حاصل تھا

کہ کوئی قاضی ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہ ہوتا تھا اور حضرت یحییٰ وہی قاضی مقرر
کرتے تھے جو ان کا ہم دم وہم مذہب ہوتا تھا دوسرے مذہب کا آدمی مقدمات
فیصلوں کے لیے ہرگز قاضی نہ ہو سکتا تھا۔ پس جب کہ آپ نے امام مالک رحمہ اللہ
مذہب کی حمایت کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے: ''مگر خدا کا شکر ہے کہ اس
دین اسلام کی پرنور روشنی پھیلانے کے لیے ہر زمانہ میں اہل حدیث کے آفتاب
ماہتاب کو طالع ہی رکھا، یعنی امام مالک، شافعی، احمد، بخاری، مسلم، ابن تیمیہ،
وغیرہم رحمہم اللہ سے لے کر حضرت شاہ اسماعیل شہید اور نذیر حسین محدث دہلوی تک اور
زمانہ میں بھی۔''

تو اس سے اظہر من الشمس ہے کہ ابن حزم کی حنفی مذہب کی نسبت رائے مذکور آ
کے نزدیک بھی مسلم نہیں اور بالکل غیر معتبر ہے اور آپ نے حنفیوں کو محض الزام و
کی غرض سے یہ دھوکہ دہی کی کاروائی کی ہے۔ ورنہ حنفی مذہب کی نسبت تو اس کی را
ے سند پکڑ کر اعتراض کرنا اور مالکی مذہب کی نسبت بالکل اغماض کر جانا کیا معنی
ہے؟

دوم: اگر آپ نے ابن حزم کی بزرگی، ابن عربی کے کشف سے ثابت کرنی ہ
ہے مگر علمائے شریعت کے نزدیک اس کی رائے کی کچھ وقعت نہیں اور وہ محض اس
تعصب مذہبی اور اس حسد پرمبنی ہے جو اس کو ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ
امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے مذہب سے تھا کیوں کہ یہ شخص پہلے امام شافعی رحمہ اللہ کا م
تھا۔ پھر داؤد ظاہری کا معتقد ہوا۔ آخر میں اس نے ربقہ تقلید سے بھی نکل کر خود پ
مقتدی بننے کی ہوس میں چھوٹا منہ بڑی بات بڑے بڑے دعوے اور اختراع شر
محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کر کے اپنی اڑھائی اینٹ کی مسند مشیخت علیحدہ قائم کرنے اور ا
کبار کی تقلید سے لوگوں کو منحرف کرنے کی غرض سے ایسی ایسی باتیں ان کی طر
منسوب کرنی شروع کیں جو انہوں نے کہی نہ تھیں جس کا نتیجہ حسب مثل مشہور ''چا
را چاہ در پیش'' یہ ہوا کہ لوگوں نے خود اس کے حال میں اس طرح پر لکھا ہے:

كان من بادية اشبيلية يعرف بابن حزم نشاء وتعلق بمذهب الشافعي ثم انتسب الى داؤد ثم خلع الكل واستقل بنفسه وزعم انه امام الاما يضع ويرفع ويحكم ويشرع ينسب الى دين الله ما ليس فيه و يقول عن العلماء مالم يقولوا تنفيرًا للقلوب عنهم.

پھر صفحہ ۳۲۸ پر اس طرح لکھا ہے:

وقد امتحن هذا الرّجل وشدد عليه وشرعن وطنه وجرت عليه امور لطول لسانه واستخفافه بالكبار ووقوعه في ائمة الاجتهاد بافج عبارا وافظ محاورة وامنع رد

اور نواب صدیق حسن کی کتاب اتحاف النبلاء کے ص ۳۳۱ میں بھی اس کی نسبت یوں لکھا ہے:

"وبود كثير الوقوع در علمائے متقدمين نزديك نيست كه هيچ يكے از زبانش سالم ماند ازيں جهت دلها از دے گر يخت وهدف طعنها وقت شد و بر بعض اومیل کردند وقول اورار و نمودند و اجماع كردند بر تضليلش و تشنيع نمودند بروے وتحذير كردند سلاطين را از فتنه او و نهي نمودند عوام را از نزديك شدن بوے واخذ كردن از دے لهذا ملوك ادرا نه الحند واز بلاد بدر كردند"

دیکھو جب کہ ابن حزم کی عداوت و شرارت اور حسد کا ائمہ مجتہدین کی نسبت یہ حال تھا تو پھر اس کی رائے نسبت اشاعت مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و امام مالک رحمہ اللہ جو بالکل خلاف واقع ہے کس طرح قابل التفات ہو سکتی ہے۔

سوم: ابن حزم اور اس کے متبعین کی یہ رائے عقل ونقل کے بھی خلاف ہے اور تمام ملک کی تواریخ اس امر کی شاہد ہیں کہ کبھی کوئی مذہب محض سلطنت و سیاست سے مسلم، مروج نہیں ہوا۔ اور مشہور قول: "الناس علی دین ملوکھم" مذہب کے متعلق نہیں ہے بلکہ وہ صرف طرز تمدن اور فیشن کے متعلق ہے۔

چہارم: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید تو ان کی حیات ہی میں شروع ہو گئی تھی اور زمانہ نے حالات بھی اسی امر کے مقتضی تھے کہ ان کی تقلید فوراً شروع ہو جاتی۔ کیوں کہ جس زمانہ میں امام ہمام نے نشو ونما پایا تھا اس وقت علم کی حالت ایک دریائے ناپیدا کنار کی مثال تھی۔ احادیث وروایات کے سلسلہ کے صرف زبانی یاد ہونے سے ان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ لگ رہا تھا۔ علمائے نامدار اور فقہائے امصار استفتاء کے وقت جب اپنی اپنی یادداشتہ روایات سے کام نہ لے سکتے تھے، تو اجتہاد سے فتویٰ دیتے تھے۔ مگر اجتہاد واستنباط کا کوئی قاعدہ نہ تھا اور نہ ہی صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ، عام وخاص، محکم ومتشابہ اور ماؤل روایات کی شناخت کا کوئی معیار مقرر تھا۔ اس پر جب امام ابو حنیفہ نے ۱۲۰ ہجری میں بعد وفات اپنے استاد امام حماد کے اہل کوفہ کی التجاء سے مسند تدریس و افتاء پر جلوس فرمایا تو آپ نے اپنے ایک جم غفیر اصحاب کے مشورہ وامداد سے پہلے پہل جس امر کی طرف اپنی ہمت کو مصروف کیا وہ یہی تدوین علم اور اصول فقہ وحدیث کی کاروائی تھی۔ جس نے دوسرے ائمہ کو بھی بیدار کر دیا۔ اور انہوں نے آپ کی تقلید میں تدوین حدیث وغیرہ شروع کر دی۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ کے ص ۳۰ میں امام ابو حنیفہ کی نسبت اس طرح پر لکھا ہے:

انه اول من دوّن علم الشريعة ورتبه ابوابًا ثم تابعه مالك بن انس في ترتيب المؤطا ولم يسبق ابا حنيفة احد لان الصحابة رضی اللہ عنہم والتابعين لم يضعوا في علم الشريعة ابوابًا مبوبته ولا كتبًا مرتبة وانما كانوا يعتمدون على قوة حفظهم فلما رائ ابو حنيفة العلم منتشرًا اوخاف عليه الضياع دونه فجعله ابوابًا وبداء بالطهارة ثم بالصلاة ثم بسائر العبادات ثم المعاملات ثم ختم الكتاب بالمواريث وانما بدأ بالطهارة والصلوٰة لانهما اهم العبادات وانما ختم الكتاب بالمواريث لانها اخر احوال الناس وهو اوّل من وضع كتاب الفرائض وكتاب الشروط ولهذا قال الشافعي رحمہ اللہ الناس عيال على ابي حنيفة في الفقه .

اور غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں بحوالہ مسند خوارزمی سیف الائمہ سائلی سے اس طرح پر مروی ہے کہ "یہ بات مشہور ہے کہ حضرت امام نے علاوہ تابعین ؒ کے چار ہزار اساتذہ کی شاگردی کی اور علم فقہ و حدیث کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی رائے سے فتویٰ نہ دیا۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے اجازت دی تو آپ جامع مسجد کوفہ میں مجلس کے اندر بیٹھے اور ایک ہزار شاگرد آپ کے پاس جمع ہوئے جن میں سے اجل تر و بزرگ تر چالیس شخص تھے جن کو اجتہاد کا رتبہ حاصل تھا سو ان کو آپ نے اپنا مقرب کر کے کہا کہ تم میرے رازدار و غمگسار ہو، میں نے اس فقہ کے گھوڑے کو تمہارے لیے لگام دے کر اور زین کو کس کر تیار کر دیا ہے سو تم میری امداد کرو کیوں کہ لوگوں نے مجھ کو جہنم کا پل بنایا ہے۔ غیر لوگ پار ہوتے ہیں اور بوجھ میری پیٹھ پر ہے یعنی لوگ تو مجھ سے نجات پالیں گے لیکن اگر عرق ریزی اجتہاد میں کچھ تساہل ہوگا تو اس کا مواخذہ مجھ سے ہوگا۔ پس امام کی عادت تھی کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردوں سے مشورہ اور مناظرہ و گفتگو کرتے اور ان سے پوچھتے اور جو احادیث و آثار ان کے پاس ہوتے ان کو سنتے اور جو آپ کو معلوم ہوتے وہ ان کو آگے بیان کرتے اور مہینہ مہینہ بلکہ زیادہ عرصہ تک رد و بدل اور مناظرہ کرتے یہاں تک کہ جب آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اس قول محقق کو امام ابو یوسف محفوظ کرتے یہاں تک کہ تمام مسائل فقہ کو اس طرح شوریٰ کر کے ثابت کیا۔ امام اعظم اور اماموں کی طرح بذات خود حکم الہی نہ ہوئے۔ انتہی

شامی شرح درمختار کے ص ۳۳ میں لکھا ہے کہ فقیہوں نے کہا ہے کہ فقہ کا کھیت عبداللہ ابن مسعود ؓ نے بویا اور علقمہ ابن قیس نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعی ؒ نے اس کو کاٹا اور حماد بن سلیمان ؒ نے اس کو ماڑا یعنی بھوسی سے اناج جدا کیا اور امام ابو حنیفہ ؒ نے اس پیسا اور ابو یوسف ؒ نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسن ؒ نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی اس کے کھانے والے ہیں یعنی اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود ؓ سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام الائمہ

سراج الامۃ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کمال کو پہنچا کر مدون کیا اور بابوں میں مرتب کر کے کتاب الفرائض و کتاب الشروط تصنیف کیں اور آپ ہی کی پیروی امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں کی اور محمد بن حسن رحمہ اللہ نے آپ کی روایات کو جمع کر کے فروع کو تنقیح کیا اور جس قول سے آپ نے رجوع کیا اس کو بیان کر دیا اور جو حوادث ان کے وقت میں ظاہر ہوئے انہوں نے فقہ کو مدون کر کے اس قدر کتابیں تصنیف کیں کہ جس سے ایک عالم کو غیر محتاج کر دیا اور سب لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ انتہٰی ملخصاً

پس جب کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حسب تصریحات بالا اپنے چالیس اصحاب و تلامذہ کے مشورہ سے جن میں مجتہد، محدث، مفسر، ماہرین لغت، نحوی، عابد، زاہد، متورع سب قسم کے شامل تھے۔ اصول فقہ و حدیث کو مدون کیا اور قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ میں کمال غور و تدبر سے بڑی کوشش اور عرق ریزی کے ساتھ اجتہاد کر کے مسائل و احکام کا استنباط کیا پھر اجتہاد بھی ایسا کہ بعض مسائل کی تحقیقات میں مہینہ مہینہ بھر بلکہ اس سے زیادہ بحث ہوتی رہتی تھی اور بعد قول فیصل کے اس کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ پھر ان روایات کو امام محمد رحمہ اللہ نے اپنی کتب مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر، کتاب الآثار، موطا وغیرہ وغیرہ میں بڑے اہتمام و انتظام سے جمع کر کے فروع کو ایسے طور سے منقح کر دیا کہ دنیا کسی اور مجتہد و عالم کی طرف رجوع لانے کی محتاج نہ رہی اور حقیقت میں اس طرز کی کوشش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق تھی جو طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے:

قال قلت یا رسول اللہ ﷺ ان نزل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نھی فما تأمرنی قال تشاور و الفقھاء والعابدین ولا تمضوا فیہ رای خاصۃ

اس لیے یہ مذہب حنفیہ جو دراصل ایک کمیٹی کا مذہب تھا اور مخبر صادق کے قول یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ سے مؤید تھا۔ ایسا مقبول خاص و عام ہوا کہ اس کے ظاہر ہوتے ہی سب لوگ اس کے مقلد بنتے گئے یعنی قاضی و حاکم تو اس لیے اس کے پیرو ہوئے کہ

ان کو مقدمات اور حوادثات کے پیش آ جانے پر فیصلہ کے لیے دلائل شرعیہ میں
غوص کر کے اپنے اجتہاد سے حکم نکالنے اور سر دردی کرنے کی حاجت نہ رہی
لکھا یا مسئلہ مل گیا اگر صریح طور پر نہ ملا تو خود انہیں اصول اور قواعد مدونہ میں اولی
کے فیصلہ کے لیے فوراً حکم نکال لیا اور چونکہ اس مذہب پر قاضیوں کے فتوے
ان دقتوں ومشکلات سے بھی سبکدوشی تھی جو اس سے پہلے بسا اوقات قاضیوں نے
قاعدہ واجتہاد سے حکم میں اختلاف رائے کے وقت عامہ خلائق کے امن قائم،
عائد ہو جاتی تھیں۔ اس لیے بادشاہانِ وقت نے بھی اسی مذہب کی تقلید کی
مخلوقات میں تو اس مذہب کا یہاں تک فروغ ہوا کہ عرب وعجم کے علاوہ تھوڑے
عرصہ یعنی خیر القرون میں چین تک بھی جا پہنچا۔

چنانچہ دیگر تواریخ کے علاوہ خود مقتدائے غیر مقلدین نواب صدیق حسن خان
صاحب اپنی کتاب ریاض المرتاض وغیاض العرباض کے صفحہ ۲۱۶ میں سد سکندری
حال بیان کرتے ہوئے اس طرح پر لکھتے ہیں:

در کتاب مسالک الممالک نوشته واثق عباسی خواست تا بر حقیقت
سد آگاهی یابد در سنه دو صد بست (۲۲۸) و هشت سلام
ترجمان را با پنجاه (۵۰) نفر باز ادوراحله به تفحص آن فرستاد
سامره وارمینه وبلاد الآن ولرخان گزشته بسر زمینی رسید که
ازان بوئے ناخوش مے آمد ده روز دیگر رفتند و بسر زمینی پر
کوهے بنظر ایشان آمد و قلعه که جمعی دران نشسته بودند اما
آبادی نشانی نداشت بست وهفت (۲۷) منزل دیگر طے کردند
بحصنی رسیدند نزدیك كو هی كه سد یاجوج در شعب آنجا است
اگرچه بلادش اندك بود اما صحرا واماكن بسیار داشت محافظان
سدر که در آنجا بود همه دین اسلام داشتند و مذهب حنفی و زبان
عربی و فارسی میگفتند . الخ .

لکھواس سے مذہب حنفیہ کی قدامت اور اشاعت کا کیسا صریح پتہ ملتا ہے پھر یہ کہنا
ظلم و ناانصافی ہے کہ یہ مذہب سلطنت کی مدد سے رواج پذیر ہوا۔ یوں کیوں نہیں کہہ
دیتے کہ اس مذہب نے اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اوپر ہو چکا ہے
سب کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا اور چار وانگ عالم میں اس کا ڈنکا بج گیا تھا۔ اب ایڈیٹر اہل
الحدیث ہی انصاف سے بتائیں کہ حدود ملک چین میں سد سکندری کے پاس رہنے والے
مسلمانوں کو کس صاحب سلطنت نے مذہب حنفیہ کا مقلد بنایا؟ کیا وہاں بھی امام ابو
یوسف کی سیاست کا اثر پہنچ گیا تھا؟

الحاصل:

یہ بحث تو درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر آ گئی ہے اب ہم پھر اپنے اصلی مقصد کی
طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات کا یہ بائیں ہاتھ کا کرتب ہے کہ
خیانت اور دھوکہ دہی سے عبارات میں تراش خراش کر کے ایسا حصہ تو لکھ دیتے ہیں
جس سے عوام کو مغالطہ لگ سکے اور ایسے حصہ کو دانستہ حذف کر دیتے ہیں جس سے
بات صاف ہو کر ان کے اعتراض کی خود بخود تردید ہو جائے۔ پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ
حیات الحیوان والی عبارت میں ابن شبرمہ کی روایت میں بھی انہوں نے یہی چال
اختیار کی ہے اور اگر بالفرض عبارت میں دست اندازی نہ ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے اور
مان لیا جائے کہ حیات الحیوان میں ایسا ہی لکھا ہے تو حیات الحیوان کا یہ حوالہ خصم کو کچھ
فائدہ نہیں دے سکتا کیوں کہ اس کے متعلق پھر دریافت طلب امر یہ ہوگا کہ حیات
الحیوان کیسی کتاب ہے؟ معتبر ہے یا نامعتبر؟ اور کس زمانہ میں کس نے تصنیف کی
ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ کتاب شیخ کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدمیری الشافعی متوفی ۸۰۸ھ
کی تصنیف ہے۔ جس کے مسودہ سے ماہ رجب ۷۷۳ھ میں اس نے فراغت حاصل
کی۔ پھر ایسی کتاب جو آٹھویں صدی میں تصنیف کی گئی اور جو کہ کوئی مستند بھی نہیں اس
میں ابن شبرمہ کی روایت بلا سند بلفظ قال ابن شبرمہ لکھا جانا اور منقول عنہ کا حوالہ تک نہ
ہونا مخالف کے لیے کون سی حجت ہو سکتی ہے علاوہ ازیں یہ کوئی معتبر کتاب نہیں ہے۔

بلکہ کشف الظنون میں اس کتاب کی نسبت لکھا ہے جامع بین الغث والسمین (
کتاب رطب و یابس کا مجموعہ ہے) پھر ایسے نامعتبر مجموعہ رطب و یابس کتاب ا
روایات سے استدلال کرنا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ بلکہ کشف الظنون میں اس کا
کی نسبت جوسخاوی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ هو نفیس مع کثرة الاسطر
وفیه من شیء الی شیء واتوهم ان فیه ما هو مدخول لما فیه
المناکیر

وہ اور بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ابن شبرمہ کے بلاسند نقل کردہ قصہ میں
کچھ نہ کچھ تصرف و دخل واقع ہوا ہے اور ضروری اس کتاب میں کثرة الاسطر
(چالبازی) کی طرز اختیار کی گئی ہے۔ پھر ایسے چالباز جامع رطب و یابس مصنف
پُر از مناکیر کتاب کی روایات کا کیا اعتبار ہے بالآخر ہم اس قصہ کی اصلیت دکھا
کے لیے ایک ایسے بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں جس کو ایڈیٹر اہل الذکر اور اس
تمام غیر مقلد بھائی اپنا مقتدیٰ سمجھتے ہیں وہ کون ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں صا
جو کتاب ''کشف الالتباس'' کے ص ۳۵ پر اس قصہ کی اصلیت بایں الفاظ لکھتے ہیں
''یہ حکایت محمد بن نعمان ملقب بہ شیطان الطاق کی ہے نہ نعمان بن ثابت ابوحنیفہ
کی کیوں کہ یہ لوگ بسبب بے علمی کے عبارت ائمہ کو نہ سمجھتے تھے پس ترتیب کرنا
شرعی کا ان سے ممکن نہ تھا اس لیے ائمہ نے ان کو قیاس سے منع فرمایا اور ابوحنیفہ
وغیرہ کو بملاحظہ کثرت علم و قوت اجتہاد اجازت دی ہے قیاس کی۔ چنانچہ کتب منہا
رسائل فضائل اہل بیت میں اجازت صادق علیہ السلام کی ابوحنیفہ کے واسطے قیاس کی مع
ہے۔

نواب مرحوم کا یہ قول دیکھ کر اب ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے بھائی بندوں کو چلو بھر
پانی ڈال کر ڈوب مرنا چاہیے۔ کہ وہ کس طرح کھلے الفاظ میں ان کی تکذیب کر رہے
ہیں۔ انہوں نے تو فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ یہ قصہ جس کو ایڈیٹر اہل الذکر اور اس کے
خیال حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سمجھے ہوئے ہیں۔ دراصل امام جعفر صا

اور ایک شخص محمد بن نعمان کے مابین گزرا ہے جس کا لقب شیطان الطاق تھا۔ اور چونکہ وہ اور اس کے ہم خیال بوجہ بے علمی کے عبارات ائمہ اہل بیت کو سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتے تھے اور باطل قیاس کرتے تھے اس لیے ائمہ نے ان کو قیاس سے منع فرمایا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو دریا علم اور قوی الاجتہاد تھے اس لیے ائمہ کرام بالخصوص حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے خود ان کو قیاس کی اجازت بخشی ہوئی تھی۔ پس اب نواب صاحب کی اس تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف حیات الحیوان سے بسبب بعد زمانہ کے سنی سنائی باتوں کی بنا پر یہ فاش غلطی ہوئی کہ اس نے بجائے محمد بن نعمان کے نعمان بن ثابت لکھ دیا اور ایسا ہی دخلت انا وابو حنیفۃ کا لفظ غلط ایزاد کر دیا۔ بتایئے میاں اہل الذکر اب تم کیا کہتے ہو کیا نواب صدیق حسن مرحوم سچے یا تم سچے ہو؟

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

الغرض نواب مرحوم کے اس قول سے ثابت ہو گیا کہ ابن شبرمہ والے قصہ کا مصداق تو ایک دوسرا شخص ہے اور نیز معلوم ہوا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا صحیح قصہ وہی ہے جو میزان الشعرانی کے حوالہ سے ہم نقل کر چکے ہیں اور جس سے امام صاحب کی کمال فضیلت ثابت ہوتی ہے دیکھو امام شعرانی وہ محقق اور مستند بزرگ ہیں جن سے سرکردہ غیر مقلدین مصنف دراسات اللبیب نے بھی جا بجا سندیں لی ہیں اور ان کے اقوال کو معتبر سمجھا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا اجتہاد

دوسرے مضمون کا جواب:

اب ہم اہل الذکر کے اس مضمون کا جواب لکھتے ہیں جو اس نے رسالہ اہل الذکر بابت ماہ رمضان ۱۳۲۶ھ میں عنوان بالا سے میاں عبدالعظیم حیدر آبادی کی طرف

سے شائع کیا ہے راقم مضمون نے اپنی دانست میں یہ بڑا مدلل اور لاجواب لکھا ہے۔
خاتمہ مضمون پر ایڈیٹر اہل حدیث وشحنہ ہند سے بھی استدعا کی ہے کہ اس مضمون کو بھی ضرور نقل کریں۔ غالباً یہ مضمون حیدرآبادی صاحب کا اندوختہ عمر ہے اور وہ اس متاع گراں نمایہ سمجھ کر اپنے غیر مقلد بھائیوں کے سامنے پیش کر کے ان سے داد لینا چاہتا ہے اس مضمون نے اہل الذکر کے آٹھ صفحوں کو سیاہ کیا ہے۔

ہم نے جہاں تک اس مضمون پر غور کیا ہے اس کو از سرتا پا لغو بے ہودہ پایا ہے۔ اگر مضمون نگار اگر جہل مرکب کی مرض میں مبتلا نہ ہوتا اور اس کو اس مضمون کی لغویت معلوم ہوتی تو اس کو شائع کر کے اپنی فضیحت نہ کراتا۔ کاش وہ خیال کرتا کہ جھوٹ اور بے ہودہ کہنے سے اپنا منہ ملوث ہوتا ہے اور پاک لوگوں کی شان میں گستاخی کرنے سے اپنی ہی عاقبت خراب ہوتی ہے۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان کند

مضمون نگار کی غرض وغایت اس مضمون کے لکھنے سے یہ ہے کہ وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ﷫ کی نسبت یہ ثابت کرے کہ وہ نہ مجتہد تھے اور نہ محدث، نہ ان کی علمیت تھی اور نہ فقاہت۔ حالانکہ تمام اسلامی دنیا شرق سے غرب تک اس بات کی قائل ہو چکی ہے علم وفقہ اور اجتہاد ومحدثیت میں کوئی امام بھی امام ممدوح کے پایہ کو نہیں پہنچا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون پر بالاستیعاب بحث کر کے اس کی پوری تردید کریں اور پہلے اس کی عبارت کا خلاصہ نقل کر کے پھر اس کا جواب بالترتیب دیں۔ چونکہ مضمون نگار معترض وہابی ہے اور راقم مجیب حنفی۔ اس لیے اس کی عبارت کے اوپر لفظ وہابی اور اپنے جواب کی ابتداء میں حنفی لکھا جائے گا۔ اب ناظرین غور سے سنیں۔(۱)

اعتراض:

پہلے یہ غور کرنا چاہیے کہ مجتہد جوان بزرگوں میں گزرے ہیں اور جن کو اب ہم مجتہد

---

(۱) ہم نے وہابی کی جگہ اعتراض اور حنفی کی جگہ جواب لکھ دیا ہے۔ (مشتاق)

مانتے ہیں ان کی شان نفس اجتہاد میں کیسی ہے ان کے اجتہاد کو محدثین وقت نے تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ ہم اس اصول پر جہاں تک غور و نظر ڈالتے ہیں امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم رحمہم اللہ وغیرہ مجتہد مانے گئے ہیں ان کے اجتہاد میں کسی عالم محدث کو انکار نہیں۔ ان حضرات کے نفس اجتہاد پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد پر اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے۔

جواب:

فکر ہے کہ اس موقعہ پر ہمارے دوست وہابی نے ائمہ ثلاثہ کو تو مجتہد مان لیا ہے اگرچہ ان لوگوں کا اصول تو یہ ہے کہ "من خود پدرم پدر را چہ کنم" ہم خود مجتہد ہیں دوسرے کا اجتہاد کیوں مانیں۔ ہاں ہمارے مہربان حیدر آبادی کے نزدیک ائمہ اربعہ میں سے تین امام تو مسلم الاجتہاد ہیں اور ان کے اجتہاد پر کوئی (حنفی ہو یا وہابی) اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن امام الائمہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو وہ مجتہد نہیں مانتا اور اس پر دلیل یہ گردانتا ہے کہ باقی ائمہ کے اجتہاد سے کسی امام یا محدث کو انکار نہیں، لیکن امام ممدوح کے اجتہاد پر اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے اس کا جواب ہم بجز اس کے کیا عرض کریں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ہمیں تعجب ہے کہ گستاخ وہابی نے کس دلیری سے علی رؤس الاشہاد یہ جھوٹا جملہ لکھ دیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد پر محدثین اور ائمہ ثلاثہ کو اعتراض رہا ہے حالانکہ تمام محدثین اور ائمہ ثلاثہ امام ممدوح کی مدح و ثناء میں رطب اللسان ہیں اور موافق و مخالف آپ کے اجتہاد و فقاہت کی تعریف کرتے ہیں۔ اس بارہ میں مخالف کی تکذیب کے لیے ہم پہلے ائمہ ثلاثہ کے اقوال اور بعد ازیں کبار محدثین کی شہادتوں سے ثابت کریں گے کہ حضرت امام ہمام علم و فقہ، ورع و زہد، اجتہاد و محدثیت میں سب سے بڑھ کر تھے۔

امام مالک ﷫ کی شہادت

امام ابوحنیفہ ﷫ کے علم اور فقہ واجتہاد کے بارہ میں امام مالک ﷫ کی رائے، ذیل تھی کتاب کردری (ج۲ص۳۹) میں لکھا ہے: ذکر الصمیری باسناده ابن المبارك قال كنت عند مالك اذ جاء ه رجل فرفعه فلما خرج لا تدرون من هذا. هذا ابو حنيفة لو قال هذه الاسطوانة من ذهب لأ بحجته لقد وفق الله تعالى له الفقه حتى ما عليه كثير مؤنة لم قدم على الثوري فاجلسه دونه فلما خرج قال هذا سفيان و ذكر فقه و ورعه

یعنی محدثین کے پیشوا ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں امام مالک ﷫ کے پاس ا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا۔ امام مالک ﷫ نے اس کو بلند جگہ پر جگہ دی جب چلا گیا کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے یہ شخص کون ہے؟ یہ امام ابوحنیفہ ہے (اس کی علمیت کا یہ حال ہے) کہ اگر مثلاً کہہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو دلیل سے اس دعویٰ کو ثابت دکھائے۔ اللہ نے اس کو فقہ میں ایسی توفیق بخشی ہے کہ اس میں اس کو کوئی مشکل ما نہیں ہوئی۔ پھر امام ثوری ﷫ آئے تو ان کو اس درجہ سے نیچے جگہ دی جب چلے گئے تو کہا یہ سفیان ہے اور ان کی فقاہت اور تورع کا ذکر کیا۔

علامہ موفق بن احمد مکی نے کتاب مناقب ابی حنیفہ ﷫ (ج۲ص۳۳) میں لکھا ہے

حدثنی اسحق بن ابی اسرائیل سمعت محمد بن عمر الواقدی یقول كان مالك بن انس كثيرًا ما كان يقول بقول ابی حنیفة وينتقده وان لم يكن يظهره

یعنی اسحٰق بن اسرائیل جو ابوداؤد ونسائی کے شیوخ میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ اسحٰق بن عمر واقدی شاگرد امام مالک کہتے تھے کہ امام مالک ﷫ اکثر ابو حنیفہ ﷫ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور ان کے قول کی تفحص کرتے تھے او ظاہر نہ بھی کریں۔ پھر اسی صفحہ میں اسحٰق بن محمد بن عبدالرحمٰن امیر القراء شاگرد اما مالک ﷫ سے اس طرح پر روایت کی ہے۔

قال کان مالک ربما اعتبر بقول ابی حنیفۃ فی المسائل

یعنی امام مالک رحمہ اللہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ کے قول کو معتبر سمجھتے تھے۔ دیکھو پہلی روایت سے ثابت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ملاقات کے وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت کو ملحوظ رکھ کر اپنے سے بلند مرتبہ پر جگہ دی۔ پھر جب سفیان ثوری صاحب آئے تو ان کو ان سے نیچے بٹھایا اور پھر حاضرین کے روبرو امام صاحب کی قابلیت اور قوت استدلال کو اس مبالغہ سے بیان کیا کہ اگر آپ بالفرض ایک امر مستحیل الثبوت پر بھی دلیل قائم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اور دوسری دو روایتوں سے ثابت ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ باوجود مجتہد ہونے کے اکثر مسائل کے فیصلہ کے وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تلاش کرتے تھے اور اکثر دفعہ ان کے ہی قول پر فتویٰ صادر فرمایا کرتے تھے ان روایات سے علاوہ اس کے بقول امام مالک رحمہ اللہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کمال مدح و تعریف ثابت ہوتی ہے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کا رتبہ امام مالک سے فضیلت و کمال اور فقہ و اجتہاد میں برتر تھا، اور آپ واقعی امام اعظم تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی شہادت

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے تو حضرت امام ہمام کی جا بجا تعریف و توصیف بیان فرمائی۔ اور ان کی اعلمیت و افقہیت کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے اپنی کتاب خیرات الحسان کے ص ۳۱ میں لکھا ہے:

عن الربیع قال قال الشافعی ان الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفۃ ما رایت ای علمت احدا افقہ منہ.

یعنی ربیع بن سلیمان شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عیال ہیں۔ میں نے کوئی شخص بھی ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے افقہ نہیں دیکھا۔

انہی کی دوسری روایت میں ہے۔ من لم ینظر فی کتبہ لم یتبحر فی العلم

ولا یتفقہ

یعنی جس شخص نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں میں نظر نہیں کی۔ وہ علم وفقہ میں کچھ تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔

نیز کتاب مذکور میں حرملہ بن یحیٰی شاگرد امام شافعی سے روایت ہے:

قال الشافعی من اراد ان یتبحر فی الفقہ فھو عیال علی ابی حنیفۃ انہ ممن وفق لہ الفقہ یعنی امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ میں تبحر ہونا چاہے، امام ابوحنیفہ کا نمک خوار بنے کیوں کہ آپ ہی کو فقہ میں کامل توفیق ملی ہے۔

علامہ کردری نے اپنی کتاب (ج ۲ ص ۱۵۵) میں امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ذکر میں لکھا ہے:

"ذکر الدیلمی عن امام شافعی قال جالستہ عشر سنین حملت من کلامہ حمل جمل لو کان کلمھم علی قدر عقلہ ما فھمنا کلامہ ولکنہ کان یکلمنا علی قدر عقولنا"

یعنی دیلمی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دس سال امام محمد رحمہ اللہ کی صحبت کی اور ان کی تصنیفات اس قدر پڑھیں جن کو اونٹ اٹھا سکے۔ مگر امام محمد رحمہ اللہ اپنی عقل وفہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کی کلام کچھ سمجھ نہ سکتے۔ لیکن وہ ہم سے ہماری عقل وفہم کے مطابق کلام کرتے تھے۔

نیز کتاب مذکور کے ص ۱۵۰ میں ہے: "ذکر السمعانی عن البویطی عن الشافعی رحمہ اللہ قال اعاننی اللہ تعالیٰ فی العلم برجلین فی الحدیث بابن عیینۃ وفی الفقہ بمحمد"

یعنی امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علم میں دو شخصوں سے امداد دی۔ حدیث میں ابن عیینہ اور فقہ میں امام محمد سے۔

اور کتاب درمختار ص ۳۵ میں لکھا ہے: "قال الامام الشافعی من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لھم واللہ ما صرت

فلیفا الا بکتب محمد بن الحسن"

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے سیکھے کیوں کہ معانی ان کو ہی میسر ہوئے ہیں بخدا میں امام محمد کی کتابیں پڑھ کر فقیہ بنا ہوں۔

روایات بالا پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں کس قدر عظمت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کی تھی۔ آپ نے فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ فقہ میں تمام فقہاء اور محدثین حضرت امام ممدوح کی عیال ہیں اور جس کی نظر امام صاحب کی کتب میں نہ ہو وہ فقاہت یا تبحر فی العلم کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتا۔ امام صاحب تو بجا خود حضرت امام محمد (جو امام صاحب کے شاگرد ہیں) کے علم کی نسبت امام شافعی صاحب کی یہ رائے (کہ اگر وہ اپنی علیت کے مطابق کلام کرتے تو امام شافعی جیسے امام مجتہد اس کو سمجھ بھی نہ سکتے اور کہ آپ نے جو کچھ سیکھا ان سے اور ان کی کتابوں سے سیکھا ہے) وہابیوں کو پڑھ کر اگر ذرا بھی شرم اور حیا ہو تو چپنی میں پانی ڈال کر ڈوب مرنا چاہیے۔ مگر شرم چہ کنی است کہ پیش مردان بیاید

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی رائے امام صاحب اور ان کے شاگردوں کی نسبت روایات ذیل سے ظاہر ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خیرات الحسان کے ص ۳۳ میں لکھا ہے:

"قال احمد بن حنبل فی حق ابی حنیفة انه کان من العلم والورع والزهد وایثار الاخرہ بمحل لا یدرکه احد"

یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ کی شان میں کہا ہے کہ آپ علم و ورع و زہد و ایثار آخرت میں ایسے درجہ میں تھے جو کسی کو بھی نہیں ملا۔

علامہ کردری نے اپنی کتاب مناقب (ج ۲ ص ۲۵) میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

(شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ) کے ذکر میں لکھا ہے: "عن العباس بن محمد قال احمد بن حنبل اول ما طلبت الحدیث ذهبت الیه وطلبته منه ثم کتبها عن الناس"

یعنی عباس بن محمد سے جو سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں روایت ہے کہ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے طلب حدیث میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاس گیا اور پھر اور لوگوں سے حدیث کو لکھا۔

اب ناظرین روایات بالا کو پڑھ کر حیدر آبادی مضمون نویس کی اس بکواس پر نظر ڈالیں جو وہ لکھتا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد پر اعتراض رہا ہے ائمہ ثلاثہ تو یہی ہیں جن کی شہادتیں ہم نے مستند کتب سے اوپر لکھ دی ہیں وہ تو سب کے سب امام کے اجتہاد، تفقہ، علم وفضل، زہد وورع کا اعتراف کر کے اپنے سے بڑھ کر ان کی شان بیان فرماتے ہیں اور ادھر میاں حیدر آبادی اور اس کے ہم خیال وہابی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم امام صاحب کے اجتہاد کو نہیں مانتے اور اس پر دلیل یہ کہ ائمہ ثلاثہ بھی ان کو مجتہد نہیں مانتے کیا اب ہمیں یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۞

دیگر محدثین کی شہادتیں

ائمہ ثلاثہ کی شہادتیں گزر چکی ہیں اب ہم بطور نمونہ بعض اکابر محدثین کی شہادتیں لکھتے ہیں جنہوں نے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی فقاہت واجتہاد وغیرہ کی تعریف کی ہے سب سے اول امام المحدثین حضرت سفیان ثوری کے جو بقول تقریب التہذیب، ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام حجۃ تھے اقوال لکھے جاتے ہیں جو کہ امام ہمام کے ہم عصر اور ہم وطن بھی تھے کہ انہوں نے امام صاحب کی عظمت کو کہاں تک تسلیم کیا ہے۔

(۱) سفیان ثوری رحمہ اللہ:

کتاب کردری (ج ۲ ص ۱۰) اور خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں بروایت عبداللہ بن

مبارک ؒ امام حنیفہ ؒ کی نسبت حضرت سفیان الثوری ؒ کا قول اس طرح پر مروی ہے:

"وكان والله شديد الاخذ للعلم ذابًا عن المحارم لا ياخذ الا بما صح عنه عليه السلام شديد المعرفة بالناسخ والمنسوخ وكان يطلب احاديث الثقات و الا خير من فعل النبي ﷺ وما ادرك عامة العلماء الكوفة في اتباع الحق اخذ به وجعله دينه وقد شنع عليه قوم فسكتنا عنهم بما نستغفر الله تعالى منه بل قد كان منا اللفظة بعد اللفظة قال قلت ارجو الله تعالى ان يغفر لك ذٰلِكَ"

(یعنی ابو حنیفہ بخدا علم کے اخذ میں سخت مستعد اور منہیات کا انسداد کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہو۔ ناسخ ومنسوخ کی پہچان میں قوی طاقت رکھتے تھے۔ ثقہ اصحاب کی احادیث اور آخری فعل رسول مقبول ﷺ کے متلاشی رہتے تھے حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علماء کوفہ کو متفق پاتے تھے۔ اس سے تمسک پکڑتے اور اسی کو اپنا دین ومذہب قرار دیتے تھے۔ قوم نے آپ پر بے جا طعن تشنیع کی اور ہم نے بھی خاموشی اختیار کی جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں بلکہ ہم سے بھی آپ کے حق میں بعض غلط الفاظ نکلے۔)

عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے

"عن العسكري عن ثابت الزاهد قال كان اذا شكل على الثوري مسألة قال ما يحسن جوابها الا من حسدناه ثم يسأل عن اصحابه ويقول ما قال فيه صاحبكم فيحفظ الجواب ثم يفتا به"

یعنی ثابت زاہد شاگرد ثوری جو امام بخاری وترمذی کے روات سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب امام ثوری کو کسی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو کہتے تھے کہ اس کا بہترین جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس سے ہم حسد کرتے ہیں (یعنی امام ابوحنیفہ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے پوچھتے تھے کہ تمہارے امام نے اس بارہ میں کیا فتویٰ دیا

ہے پھر جواب کو یاد رکھتے تھے اور اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (جو شافعی المذہب ہیں) تبییض الصحیفہ ص ۱۴ میں لکھتے ہیں:

"روی الخطیب عن محمد بن المنتشر قال کنت اختلف الی ابی حنیفة والی سفیان فآتی ابی حنیفة فیقول لی من این جئت فاقول من عند سفیان فیقول لقد جئت من عند رجل لو ان علقمة والاسود حضر الاحتاجا الی مثله فآتی سفیان فیقول من این جئت فاقول من عند ابی حنیفة فیقول لقد جئت من عند افقه اهل الارض"

یعنی محمد بن منتشر جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام سفیان دونوں کی خدمت میں میں مختلف اوقات میں جایا کرتا تھا جب امام ابو حنیفہ کے پاس جاتا تھا تو پوچھتے تھے کہ کہاں سے آیا ہے؟ میں کہتا تھا سفیان کے پاس سے آیا ہوں، آپ فرماتے تھے کہ تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے کہ اگر اسود اور علقمہ بھی اس وقت موجود ہوتے تو ایسے شخص کے وہ محتاج ہوتے۔ پھر میں سفیان کے پاس جاتا تھا تو وہ پوچھتے تھے کہ تو کس کے پاس سے آیا ہے میں کہتا تھا کہ امام ابو حنیفہ کے ہاں سے آیا ہوں۔ آپ کہتے تھے کہ تو ایسے شخص کے ہاں سے آیا ہے جس سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی فقیہ نہیں ہے۔

قلائد میں لکھا ہے: "قال سفیان الثوری کنا بین یدی ابی حنیفة کالعصافیر بین یدی البازی وان ابا حنیفة سید العلماء"

یعنی سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ہم ابو حنیفہ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے چڑیاں ہوتی ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ سید العلماء ہیں۔

دیکھو امام سفیان ثوری کے یہ اقوال حضرت امام ہمام کی فضیلت، فقاہت، فقاہت اجتہاد، تبحر فی الحدیث کے کیسے زبردست گواہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ کے پرکھنے کا بہت بڑا ملکہ حاصل تھا اور آپ کا تمسک

ان ہی احادیث سے تھا جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہوں اور جن کے راوی ثقہ و عادل ہوں اور جن پر آخری فعل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت ہوا اور کہ امام ثوری رحمہ اللہ باوجود تبحر فی الفقہ والحدیث کے مشکل مسائل میں امام ممدوح کی ہی تحقیق کو پسند کرتے اور ان کے ہی قول پر فتویٰ دیتے تھے اور آپ کو حجۃ اللہ فی الارض تسلیم کرتے اور آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو ایسا سمجھتے جیسا کہ شہباز کے مقابلہ میں چڑیا ہوتی ہے کیا ان اقوال کو دیکھ کر غیر مقلدین شرمندہ نہ ہوں گے جو کہا کرتے ہیں کہ امام صاحب تو اہل الرائے تھے اور ان کے مذہب کی بناء احادیث ضعیفہ پر ہے اور ان کے اجتہاد میں اکثر محدثین کو اعتراض رہا ہے۔ سچ ہے

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

(۲) امام الاعمش رحمہ اللہ:

یعنی سلیمان بن مہران متوفی ۱۴۷ھ جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے "ثقہ، حافظ، عارف بالقراۃ ورع" کے الفاظ لکھے ہیں اور جو کہ ائمہ صحاح کی اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ خیرات الحسان کے ص ۳۴ میں ان کی شہادت امام اعظم رحمہ اللہ کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے۔ "وسئل الاعمش مسئلة فقال انما يحسن جواب هذا النعمان بن ثابت واظنه بورك له فى علمه" یعنی امام اعمش سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے کہا اس کا اچھا جواب نعمان بن ثابت ہی دے سکتے ہیں اور میرے خیال میں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت بخشی ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۶۷ میں لکھا ہے: "وروى الخطيب عن ابى يوسف قال وكان عند الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابى حنيفة ما تقول فاجابه فقال من اين لك هذا قال من احاديثك التى رويتها عنك وسرد له عدة احاديث بطرقها فقال الاعمش حسبك ما حدثتك به فى مائة يوم تحدثنى به ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذا الاحاديث يا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت ايها الرجل اخذت بكلا

الطرفین"

یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام اعمش رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے چند مسائل کسی نے پوچھے۔ آپ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے فرمایا کہ آپ اس بارہ میں کیا کہتے ہیں جب آپ نے جواب دیا تو امام اعمش رحمہ اللہ نے کہا کہ آپ کو یہ معلوم کہاں سے حاصل ہوئی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ان احادیث سے جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں پھر ان متعدد احادیث کو مع سلسلہ اسناد کے بیان کرنا شروع کیا۔ اس پر امام اعمش رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ نے حد کر دی ہے جو احادیث میں نے سو دن میں آپ کو بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ساعت میں سنا دیں مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں۔ اے جماعت فقہاء آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم لوگ دوا فروش ہیں اور اے شخص تو نے تو دونوں طرف (فقہ و حدیث) سے بہرہ وافر حاصل کیا۔

دیکھو ان دو روایات سے امام اعظم رحمہ اللہ کی کمال فضیلت کی کیسی زبردست شہادت ملتی ہے کہ امام اعمش رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر امام حدیث ان سے مسئلہ دریافت ہونے پر یہ فرماتے ہیں کہ اس کا احسن جواب تو امام ابو حنیفہ ہی دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں عجیب برکت بخشی ہے اور پھر دوسری روایت میں امام صاحب کے اس کمال کی داد دیتے ہوئے کہ جو سو دن میں احادیث ہم نے بیان کیں آپ نے ایک گھڑی میں ان کا بیان کر دیا پہلے ترجیح فقہاء میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ (فقہاء) اطباء ہیں اور ہم لوگ (محدثین) دوا فروش ہیں۔ پھر امام صاحب کو سید الفقہاء والمحدثین اس دلیل سے قرار دیتے ہیں کہ آپ تو ماشاء اللہ ہر دو کمال رکھتے ہیں یعنی دوا فروش (محدث) بھی اور طبیب (فقیہ) بھی۔ اللہ اکبر امام صاحب کی فضیلت پر اس سے زبردست شہادت کیا چاہیے۔

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

(۳) عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ:

متوفی ۱۸۱ھ جن کی تعریف تقریب میں ثقۃ، ثبت، فقیہ، عالم، جواد، مجاھد، جمعت فیه خصال الخیر لکھی ہے اور صاحب اتحاف النبلاء نے لکھا ہے کہ آپ نے امام مالک، سفیان الثوری، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ وغیرہ وغیرہ چار ہزار شیوخ سے روایت کی اور علم اخذ کیا ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ ان کے شاگردوں سے ہیں۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ پہلے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے تھے ان کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر امام مالک رحمہ اللہ کی شاگردی کی اور ان سے تفقہ حاصل کیا۔ آپ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت اس طرح سے شہادت دیتے ہیں جو خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"قال ابن المبارك ليس احد احق ان يقتدى به من ابى حنيفة لانه كان إماما تقيًّا ورعًا عالمًا فقيهًا كشف العلم كشفا لم يكشفه احد ببصر وفهم وفطنه وتقى"

یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی تقلید کی جائے کیوں کہ وہ ایک امام متقی، متورع، عالم فقیہ تھے جیسا انہوں نے علم کو اپنی بصارت، فہم، ادراک اور اتقاء سے کھولا ہے ایسا کسی نے نہیں کھولا۔

دیکھو محدثین کے پیشوا نے کس زور سے امام اعظم کی افضلیت کو دلائل سے ثابت کر کے ضمناً امام مالک رحمہ اللہ متوفی ۱۷۹ھ پر بھی ان کو کامل ترجیح دی ہے حالانکہ امام مالک ان کے آخری استاد تھے اور دستور ہے کہ شاگرد اپنے آخری استاد کو ترجیح دیا کرتے ہیں مگر آپ نے انصاف کو مدنظر رکھ کر صاف صاف فرما دیا کہ کوئی شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کی تقلید کی جائے۔ اب یہ شہادت دیکھ کر حیدرآبادی کو چاہیے کہ وہ چینی میں پانی ڈال کر مر جائے۔ مگر افسوس

شرم چہ کتی است کہ پیش مردان بیاید

(۴) معمر بن راشد (متوفی ۱۵۴ھ):

جن کو تقریب میں ثقہ، ثبت، فاضل کہا گیا ہے اور ترمذی وغیرہ کے لیے اعلیٰ رواۃ سے ہیں تبییض الصحیفہ کے ص ۲۰ میں ان کی شہادت امام اعظم رحمہ اللہ کے حق میں اس طرح پر لکھی ہے:

"روی خطیب عن عبدالرزاق قال کنت عند معمر واتاہ ابن المبارک فسمعت معمرًا یقول ما اعرف رجلا یحسن التکلم فی الفقہ ویسعہ ان یقیس و یشرح الحدیث فی الفقہ احسن معرفۃ من ابی حنیفۃ ولا اشفق علیٰ نفسہ من ان یدخل فی دین اللہ شیئًا من الشک مثل ابی حنیفۃ"

یعنی عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس تھا کہ عبداللہ بن مبارک ان کے پاس آئے پھر معمر کہنے لگے کہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں جانتا جو فقہ میں اچھی طرح سے کلام کر سکتا ہو اور نیز اس کو قیاس کرنے کی بھی وسعت ہو اور فقہ و حدیث کی شرح کی قدرت رکھتا ہو۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ سب باتیں حاصل ہیں اور مجھے سوائے ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنے نفس میں اس بات کا بہت ڈر رکھتا ہو کہ دین الٰہی میں کسی طرح کی کوئی مشکوک بات داخل کر دے۔

دیکھو جب ایسی زبردست شہادت سے امام اعظم رحمہ اللہ کا نہ صرف فقیہ اور شارح حدیث اور صائب الرائے ہونا ہی بلکہ ان اوصاف میں بے مثل ہونا ثابت ہے اور یہ کہ آپ جیسا دینی امور میں محتاط اور خائف من اللہ دنیا بھر میں کوئی نہ تھا تو پھر مخالفین کا امام ہمام کے برخلاف زبان طعن دراز کرنے سے بجز اپنی عاقبت خراب کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔

(۵) عمرو بن دینار المکی (متوفی ۱۲۶ھ):

جو کبار تابعین سے ہیں اور ان کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقہ، ثبت کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہ کی ابتدائی

حالت میں جو عزت کرتے تھے ان کی نسبت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح لکھا ہے:

"وقال حماد بن زید کنا نأتی عمرو بن دینار فاذا جاز ابو حنیفۃ اقبل علیہ و ترکنا نسأل ابا حنیفۃ فسألہ فیحدثنا"

یعنی حماد بن زید جو ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم عمرو بن دینار کے پاس جایا کرتے تھے پس جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور اس بات پر ہمیں چھوڑ دیتے کہ امام صاحب سے ہم مسائل پوچھیں۔ پس ہم ان سے مسائل پوچھتے اور امام ابوحنیفہ حدیثیں بتاتے تھے۔

دیکھو عمرو بن دینار جیسے جلیل القدر فقیہ، محدث جو بقول امام ذہبی اپنے زمانہ میں اعلم والفقہ اور احفظ تسلیم کیے گئے تھے جب امام ہمام کے ابتدائی زمانہ میں ان کی اس قدر عزت کرتے تھے تو انتہائی زمانہ میں جب ہر طرح سے آپ کو کمال حاصل ہو گیا تھا۔ تو پھر وہ امام اعظم اور پیشوائے امت کیوں نہ تسلیم کیے جاتے۔

(۲) مسعر بن کدام رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۳ھ):

جن کی تعریف تقریب التہذیب میں ثقہ، ثبت، فاضل کے الفاظ سے کی گئی ہے اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی رائے خیرات الحسان کے ص ۳۳ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"وقال مسعر بن کدام من جعل ابا حنیفۃ بینہ و بین اللہ رجوت ان لا یخاف ولا یکون فی الاحتیاط لنفسہ وقیل لہ لم ترکت رأیک اصحابہ واخذت برایہ قال لصحتہ فأتوا باصح منہ لا رغب عنہ الیہ وقال ابن المبارک رأیت مسعرًا فی حلقۃ ابی حنیفۃ یسألہ ویستفید منہ وقال ما رأیت افقہ منہ"

یعنی مسعر بن کدام نے کہا کہ جس شخص نے اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو واسطہ گردانا۔ امید ہے کہ اس کو کچھ خوف وخطر نہ ہو گا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ

نے اپنے اصحاب کی رائے کو چھوڑ کر ان کی رائے کو کیوں اختیار کیا تو کہا اس لیے کہ ان ہی کی رائے صحیح ہے تم اس سے زیادہ صحیح دکھلاؤ تو میں اس کو اختیار کر سکتا ہوں۔ (مگر ان کی رائے سے زیادہ صحیح رائے ملنا محال ہے) ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے مسعر کو امام ابوحنیفہ ؒ کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوا دیکھا کہ ان سے مسائل پوچھتا اور استفادہ کرتا تھا اور کہتا کہ میں نے آپ سے افقہ کوئی نہیں دیکھا۔

کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۲۳۹) میں لکھا ہے: "عن ابی اسحاق الخوارزمی قاضی خوارزم قال مر مسعر بن کدام بابی حنیفة واصحابه فوجدهم قد ارتفعت اصواتهم فاقام مليا ثم قال هؤلاء افضل من الشهداء والعباد والمتهجدين هؤلاء يجهدون في احياء سنت النبي ﷺ و يجتهدون في اخراج الجهال من جهلهم هؤلاء افضل الناس"

یعنی ابو اسحاق قاضی خوارزم کہتے ہیں کہ ایک روز مسعر بن کدام ؒ ابوحنیفہ ؒ اور ان کے اصحاب کی مجلس کے پاس سے (جب کہ وہ اپنی آواز مذاکرہ مسائل میں بلند کر رہے تھے) گزرتے ہوئے کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے۔ پھر کہا یہ لوگ شہیدوں، عابدوں تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں۔ یہ لوگ سنت رسول کریم ﷺ کے زندہ کرنے میں مشغول ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔

اللہ اکبر!! دیکھو اہل حدیث کے پیشوا حضرت مسعر بن کدام کو امام اعظم کی نسبت کس قدر حسن اعتقاد تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اپنے درمیان امام ابوحنیفہ ؒ کو وسیلہ گردان لے اس کو کوئی خوف وخطر نہیں ہوگا اور یہ کہ امام ابوحنیفہ ؒ اور ان کے اصحاب احیائے سنت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے شہداء اور عابدوں وغیرہ سے افضل ہیں اور یہ کہ اجتہاد اور فقاہت سب اعمال صالحہ سے افضل ہے اور یہ کوئی عمل اس کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

(۷) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج مکی (متوفی ۱۵۰ھ):

جن کی تعریف میں تقریب التہذیب میں ثقۃ، فقیہ، فاضل کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔

خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کا قول اس طرح پر لکھا ہے:

"عن ابن عیینه قال ابن جریج لما بلغه من علمه وشدة ورعه وصیانته لدینه وعلمه احسبه سیکون له فی العلم شان عجیب وذکر عنده یوم فقال اسکتوا انه لفقیه انه لفقیه"

یعنی ابن جریج کو جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی علم و ورع اور استقامت دین کا حال معلوم ہوا تو کہنے لگے عنقریب اس شخص کا علم کے بارہ میں عجیب شان ہوگا۔ ایک روز آپ کے سامنے امام ممدوح کا ذکر ہوا کہنے لگے خاموش رہو بالتحقیق وہ فقیہ ہے۔

پھر اسی کے ص ۶۹ میں لکھا ہے: "لما بلغ ابن جریج فقیه مکة وشیخ شیخ الشافعی موته استرجع وقال ای علم ذهب"

یعنی جب ابن جریج فقیہ مکہ کو جو امام شافعی رحمہ اللہ کے شیخ الشیخ ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی موت کی خبر پہنچی تو آپ نے استرجاع کے بعد کہا: آج علم کا ایک بڑا بھاری نشان گم ہو گیا۔

(۸) داؤد الطائی رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ):

جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقۃ، فقیہ، فاضل کے الفاظ لکھے ہیں اور امام نسائی کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"وذکر عند داؤد الطائی فقال ذاك نجم یهتدی به الساری وعلم تقبله قلوب المؤمنین"

یعنی داؤد طائی کے پاس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر ہوا تو آپ نے کہا کہ وہ ایک روشن

ستارہ ہیں جس کی روشنی میں سب ہدایت پاتے ہیں۔ آپ ایسے عالم ہیں کہ تمام مومنوں کے دل آپ کو قبول کرتے ہیں۔

(۹) محمد بن اسحاق امام المغازی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲ھ):

جن کو امام بخاری رحمہ اللہ امیر الحدیث کے لقب سے پکارتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت جو ان کو حسن ظن تھا۔ اس کا حال کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۳۳) پر اس طرح پر لکھا ہے:

"عن یونس بن بکیر یقول قدم محمد بن اسحاق الکوفة فکنا نسمع منه المغازی وربما زار ابا حنیفة فیما بین الایام ویطیل المکث عنده ویجاریه فی مسائل تنوبه"

یعنی یونس بن بکیر جو ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق جب کوفہ آئے تو ہم لوگ اکثر ان سے ذکر غزوات سنا کرتے تھے اور وہ ان دنوں بسا اوقات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زیارت ان کے مقام پر جا کر کیا کرتے تھے اور بہت عرصہ آپ کے پاس ٹھہرتے تھے اور مسائل پیش آمدہ کا ان سے استفادہ کرتے تھے۔

دیکھو یہ وہی محمد بن اسحاق ہیں جن کی حدیث پر مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا دارومدار ہے اور جو بقول امام بخاری رحمہ اللہ امیر الحدیث ہیں۔ ان کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زیارت کو اپنی اقامت کے دنوں میں بار بار جانا اور مسائل پیش آمدہ کی نسبت آپ سے استفادہ کرنا امام صاحب رحمہ اللہ کی فضیلت پر ایسی زبردست دلیل ہے کہ جو مخالفین پر اتمام الحجت ہے کیوں کہ جب وہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کو بڑے پایہ کا محدث مانتے ہیں اور ان کے فعل سے امام صاحب کی اعلیٰ فضیلت کی شہادت ملتی ہے تو پھر غیر مقلدین امام صاحب کی فضیلت سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ سچ ہے: والفضل ما شهدت به الاعداؤ

(۱۰) شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ):

جن کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقة، حافظ، متقن کان الثوری یقول

هو امیر المؤمنین فی الحدیث کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ روا
ے ہیں۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی رائے کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۶
میں اس طرح پر لکھی ہے:

"عن یحیی بن ادم قال کان شعبة إذا سئل عن ابی حنیفة اطنب
مدحه و کان یهدی الیه فی کل عام طرفة"

یعنی یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ جب کبھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت حضرت ش
ے پوچھا جاتا تھا تو وہ بہت بڑی تعریف ان کی کرتے تھے اور ہر سال نیا تحفہ ا
ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھیجا کرتے تھے۔

اور خیرات الحسان کے ص ۳۲ میں اس طرح پر لکھا ہے: "وقال شعبة کان و
حسن الفهم جید الحفظ حتی شنعوا علیه بما هو اعلم به منهم و
سیلون عند الله"

یعنی شعبہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نہایت تیز فہم اور تیز حافظہ
لوگوں نے ان پر ایسی باتوں کی بنا پر طعن کیا۔جن کو ان سے وہ زیادہ جاننے وا.
لے۔آخر انہوں نے خدا سے ملنا ہے یعنی اس بدگوئی کا بدلہ اس وقت ملے گا۔

اور اسی کے ص ۶۹ میں لکھا ہے: "فلما بلغ شعبة موته استرجع وقال ط
من الکوفة نور العلم اما انهم لا یرون مثله ابدًا"

یعنی "جب شعبہ کو آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو استرجاع کے بعد کہنے لگے آج کو
چراغ علم گل ہو گیا۔اور اب اہل کوفہ کو قیامت تک اس کی نظیر ملنا محال ہے۔"

(۱۱) محمد بن میمون رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۷):

جو ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں اور تقریب میں ان کی نسبت ثقۃ فاضل .
الفاظ لکھے ہیں۔امام اعظم رحمہ اللہ کے شان میں ان کی شہادت خیرات الحسان .
ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھی ہے: "وقال الحافظ محمد بن میمون لم یـ
فی زمن ابی حنیفة أعلم ولا اورع ولا ازهد ولا اعرف ولا افقه

تاللہ ما سرّنی بسماعی منه مائة الف دینار"

یعنی حافظ الحدیث محمد بن میمون کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے زمانہ میں علم اور زہد میں کوئی شخص ان سے بڑھ کر نہ تھا۔ اور نہ کوئی شخص علم و فقاہت میں ان کا مساوی تھا۔ اللہ کی قسم مجھے ان سے ایک حدیث سن لینے کی خوشی ایک لاکھ دینار کے مل جانے سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

دیکھو محدثین امام ابوحنیفہ ؒ سے احادیث رسول اللہ ﷺ کے سننے کے کس قدر مشتاق تھے اور ان سے سنی ہوئی حدیث کی کس قدر قدر کرتے تھے کہ ایک لاکھ اشرفی کے مل جانے سے بھی ان کو زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

(۱۲) عطاء ابن ابی رباح ؒ (متوفی ۱۱۴ھ):

جو کبار تابعین سے ہیں اور جن کی تعریف میں تقریب میں ثقۃ فقیہ فاضل کے الفاظ لکھے ہیں اور تہذیب میں لکھا ہے:

"هو احد الفقهاء والائمة وكان ثقة عالمًا كثير الحديث انتهت اليه الفتوى بمكة"

اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ روات سے ہیں امام ابوحنیفہ ؒ کی (جب کہ ان کی عمر ۳۳ سال کے اندر ہی تھی) جو عزت کیا کرتے تھے۔

اس کی نسبت کتاب امام الموفق (ج ۲ ص ۶۷) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن الحارث بن عبدالرحمن قال كنا نكون عند عطاء بن ابی رباح بعضنا خلف بعض فاذا جاء ابو حنيفة اوسع له وادناه"

یعنی "حارث بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے پیچھے واسطے سماعت احادیث کے امام عطاء بن ابی رباح کے پاس بیٹھے ہوتے تھے کہ اتنے میں جب ابوحنیفہ ؒ آ جاتے تو وہ ان کے لیے جگہ فراخ کرا دیتے اور اپنے بہت نزدیک بٹھا لیتے۔"

دیکھو جس شخص کا استاد اس کے زمانہ شاگردی میں ہی اس کی اس قدر عزت و حرمت

کرے اور استاد بھی کوئی معمولی استاد نہ ہو بلکہ اپنے وقت کا ایک مسلم امام ومقتدیٰ ہو علاوہ شاگرد اپنے کمال میں منتہی ہونے پر کیوں مقتدائے امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتا۔

(۱۳) فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ):

جن کی نسبت ثقة، عابد، امام کے الفاظ تقریب میں لکھے ہیں اور ترمذی کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام اعظم رحمہ اللہ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص ۱۹ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"روی الخطیب عن سعید بن منصور قال سمعت فضیل بن عیاض يقول كان ابو حنيفة رجلا فقيها معروفا بالفقه مشهورا بالورع و كان اذا وردت على مسألة فيها حديث صحيح اتبعه وان كان عن الصحابة والتابعين و إلا قاس فاحسن القياس"

یعنی "سعید بن منصور جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے فضیل بن عیاض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے امام ابوحنیفہ ایک مرد فقیہ تھے جو فقہ اور ورع میں مشہور تھے اگر کوئی ایسا مسئلہ وارد ہوتا کہ اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث مل سکے تو اس پر عمل کرتے تھے اگرچہ وہ صحابہ علیہم الرضوان یا تابعین سے ہی مروی ہو۔ ورنہ قیاس کرتے تھے اور اچھا قیاس کرتے تھے۔

(۱۴) سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ):

جن کی نسبت تقریب میں ثقة، حافظ، فقيه، امام، حجة کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت خیرات الحسان کے صفحہ ۳۲ میں اس طرح پر لکھی ہے: "وقال ابن عيينة ما رات عيني مثله" یعنی ابن عیینہ نے فرمایا کہ میری آنکھ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

اور کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۱۹۵) میں مروی ہے:

"عن ابی يعقوب المروزی سمعت ابن عيينه يقول لم يكن فی زمان

ابی حنیفة بالکوفة رجل افضل منه و اورع ولا افقه منه"

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں کوفہ میں کوئی شخص ان سے افضل واورع اور افقہ نہیں تھا۔

(۱۵) یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ):

جن کی تعریف تقریب میں ثقةٌ متقنٌ حافظٌ، امامٌ، قدوةٌ سے الفاظ سے لکھی ہے:

"وروی الخطیب عن یحیی بن معین قال سمعت یحیی بن سعید یذهب فی الفتوی الی قول الکوفین ویختار قوله من اقوالهم ویتبع رایه من بین اصحابه"

یعنی یحییٰ بن معین جو امام جرح وتعدیل ہیں کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان کو سنا جو کہتے تھے کہ بخدا ہم جھوٹ نہیں کہتے۔ ہم نے کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ صحیح الرائے نہیں سنا۔ اور ہم نے اکثر آپ کے اقوال کو ہی لیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یحییٰ بن سعید فتویٰ میں قول کوفیوں ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور پھر ان کے قول سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کرتے تھے اور آپ کے اصحاب سے صرف آپ کی ہی رائے پر عمل کرتے تھے۔

کتاب امام موفق (ج ا ص ۱۹۱) میں مروی ہے: "عن یحیی بن معین سمعت یحیی القطان یقول جالسنا والله ابا حنیفة وسمعنا منه وکنت والله اذا نظرت الیه عرفت فی وجهه انه یتقی الله عز وجل"

یعنی یحییٰ قطان فرماتے ہیں کہ بخدا میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت میں رہا ہوں اور ان سے بہت مسائل سنے ہیں۔ اللہ کی قسم میں جس وقت آپ کے چہرہ کو دیکھتا تھا تو اتقاء اور ورع کے آثار نمودار پاتا تھا۔

(۱۶) حفص بن عبدالرحمٰن بلخی (متوفی ۱۹۹ھ):

جن کو تقریب میں صدوق، عابدٌ کہا گیا ہے اور نسائی وابوداؤد کے اعلیٰ شیوخ سے

ہیں۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۲۰۰) میں اس طرح پر لکھی ہے:

"قال حفص بن عبدالرحمٰن جالست انواع الناس من العلماء والفقهاء والزهاد و اهل الورع منهم فلم ار احدًا فيهم اجمع لهذه الخصال من ابی حنيفة"

یعنی حفص بلخی فرماتے ہیں کہ میں نے ہر قسم کے علماء فقہاء، زہاد اور اہل ورع کی صحبت کی لیکن ان تمام اوصاف کا مجموعہ بغیر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کوئی نہیں دیکھا۔

(۱۷) حسن بن صالح کوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۹ھ):

جو بقول تقریب ثقة فقيه، عابد اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ روات سے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۱ ص ۸۹) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن احمد بن عبدالله قال الحسن بن صالح كان ابو حنيفة شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ فيعمل بالحديث اذا ثبت عنده عن النبی ﷺ وعن اصحابه وكان عارفًا بحديث اهل الكوفة وفقه اهل الكوفة شديد الاتباع ما كان عليه الناس ببلده وقال كان يقول ان لكتاب الله ناسخًا ومنسوخًا وان للحديث ناسخًا ومنسوخه وكان حافظ لفعل رسول الله ﷺ الاخير الذی قبض عليه مما وصل الى اهل بلده"

یعنی "احمد بن عبداللہ کوفی جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ روات سے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ حسن بن صالح کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ناسخ و منسوخ حدیث کی سخت تلاش میں مصروف رہتے تھے اور اسی حدیث پر عمل کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ان کو ثابت ہوتی تھی اور حدیث و فقہ اہل کوفہ کے صرف عارف ہی نہیں تھے بلکہ ان احادیث کے جو ان کے شہر کے لوگوں کی عمل درآمد میں تھیں شدید

الا تباع تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح کتاب اللہ میں ناسخ ومنسوخ آیات ہیں طرح احادیث بھی ناسخ منسوخ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل اخیر کے عالم جس پر آپ نے وفات پائی اوران کے شہر کوفہ میں پہنچا تھا۔"

(۱۸) جریر بن عبدالحمید کوفی (متوفی ۱۸۸ھ):

جو بقول تقریب کوفہ کے قاضی ثقہ صحیح الکتاب اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ ہیں ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت موفق (ج۲ص۳۵) میں اس طرح مروی ہے:

"عن موسیٰ بن نصر سمعت جریرًا یقول کان المغیرة یلومنی اذا لم احضر مجلس ابی حنیفة و یقول لی الزمه ولا تغب عن مجلسه فانا نجتمع عند حماد فلم یکن یفتح لنا من العلم ما کان یفتح له"

یعنی جریر کہتے ہیں کہ اگر میں کسی دن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر نہ ہوتا مجھ کو حضرت مغیرہ بڑی ملامت کرتے اور فرماتے کہ ان کی مجلس اپنے اوپر لازم کر اور کبھی غیر حاضر مت ہو کیوں کہ ہم امام حماد کی خدمت میں جمع ہوتے تھے لیکن اسرار علم کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کھلتے ہیں وہ امام حماد سے بھی نہ کھلتے تھے۔

(۱۹) یاسین بن معاذ الزیات:

جو بقول امام ذہبی مندرجہ میزان کوفہ کے کبار محدث فقہاء اور مفتیوں سے تھے سفیان ثوری سے کچھ عرصہ پہلے فوت ہوئے تھے۔

موفق (ج۲ص۳۸) میں ان کی شہادت بحق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس طرح پر مروی ہوئی ہے:

"عن وزیر بن عبداللہ بن سمعت یاسین الزیات بمکة وعنده خلق وهو یصیح باعلی صوته و یقول یا ایها الناس اختلفوا الی ابی حنیفة واغتنموا مجالسة وخذوا من علمه فانکم لم تجالسوا مثله ولن تجدوا اعلم بالحلال والحرام منه فانکم ان فقدتموه فقدتم علماً

لعظیماً"

یعنی "وزیر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ یاسین الزیات نے مکہ میں ایک عظیم جماعت کے اندر زور سے پکار کر کہا کہ اے لوگو تم امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کی مجلس میں بیٹھنا غنیمت سمجھو اور ان سے علم حاصل کرو کیوں کہ تم ان جیسی مجلس پھر حاصل نہ کر سکو گے اور ان سے حلال و حرام کا بہت جاننے والا کبھی نہ پا سکو گے پس اگر اس وقت تم نے ان کو کھو دیا تو یہ سمجھ لو کہ تم نے بہت علم کھو دیا۔"

(۲۰) حفص بن غیاث القاضی الکوفی (متوفی ۱۹۴ھ):

جو ثقہ، فقیہ ہیں اور امام احمد و اسحاق بن راہویہ و ابن مدینی اور یحییٰ بن معین کے استاد اور صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔

ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت موفق (ج۲ص۳۰) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی سمعت حفص بن غیاث یقول سمعت ابی حنیفة کتبه واثار فما رایت اذکی قلباً منه ولا اعلم بما یفسد ویصح فی باب الاحکام منه وفی روایة محمد بن سماعة عن حفص یقول ابو حنیفة نادر من الرجال لم اسمع بمثله قط فی فهمه و نظره"

یعنی "موسیٰ بن سلیمان کہتے تھے کہ میں نے حفص بن غیاث سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کتب و آثار سنے ہیں بس میں نے کوئی ان سے بہت صاف و ذکی قلب نہیں دیکھا اور نہ حلال و حرام احکام کا عالم ان سے بڑا کوئی پایا ہے اور محمد بن سماعہ کی روایت میں ہے کہ حفص فرماتے تھے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ یکتا رجال میں سے ہیں۔ میں نے کوئی فہم و نظر میں ان جیسا ہرگز نہیں سنا۔"

(۲۱) وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۷ھ):

جو امام شافعی رحمہ اللہ و احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اساتذہ سے ہیں اور جن کی تعریف تقریب

میں ثقہ، حافظ، عابد کے الفاظ سے لکھی گئی ہے۔ اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ روا
ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت کتاب امام کردری (ج ا ص
میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن علی بن حکیم سمعت وکیعًا یقول یا قوم تطلبون الحدیث و
تطلبون تاویله ومعناه وفی ذلك یضیع عمر کم ودینکم وددت
یجتمع لی عشر فقه ابی حنیفة"

یعنی "علی بن حکیم سے روایت ہے کہ حضرت وکیع کہتے تھے اے قوم تم حدیث
تلاش کرتے ہو لیکن اس کے معنی کی تلاش نہیں کرتے اور اسی میں اپنی عمر اور دین ضا
کر دیتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کا زیادہ نہیں تو دسواں حصہ
میرے پاس جمع ہو جائے۔"

"عن محمد بن طریف قال کنا عند وکیع فقال یا ایها الناس
ینفعکم سماع الحدیث بلا فقه ولا تفقهون حتی تجالسوا اصحاب
ابی حنیفة فیفسروا لکم الاویله"

یعنی "محدث محمد بن طریف جو امام مسلم وغیرہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں کہتے ہیں
ہم وکیع کے پاس بیٹھے تھے اور آپ حدیث پڑھ رہے تھے پس یکایک فرمانے لگے
اے لوگو تمہیں صرف حدیث کا سن لینا بغیر فقہ کے کچھ مفید نہ ہوگا اور تمہیں فقاہت
حاصل ہوگی جب تک کہ تم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کی مجلس میں نہ جاؤ
تمہیں اپنے امام کے اقوال کی تفسیر نہ بتائیں حضرت وکیع کے ان اقوال پر غور کر
ناظرین انصاف سے داد دیں کہ جو لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کی فقہ پر طعن
کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حدیث کے ہوتے ہوئے ہم کو فتویٰ دینے کے لیے ا
ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول اور فقہ کی کیا حاجت ہے۔ وہ کہاں تک راستی کا ملک دین کا
کرتے ہیں۔ حضرت وکیع نے کس صراحت سے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سماع حد
بدوں فقہ کچھ مفید نہیں حدیث کے معنی سمجھنے کے لیے علم فقہ کی سخت ضرورت ہے

صرف امام ابوحنیفہ ؒ اور ان کے شاگردوں کے وسیلہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔
اور خیرات الحسان کے ص ۳۱ میں لکھا ہے:

"وقال رجل عند وکیع اخطاء ابو حنیفة فزجره وکیع وقال من یقول هذا کالانعام بل هم اضل یخطئ وعنده ائمة الفقه کابی یوسف و محمد وائمة الحدیث وعددهم وائمة اللغة والعربیة وعددهم وائمة الزهد والورع کالفضیل وداؤد الطائی ومن کان اصحابه هولاء لم یکن لیخطئ لانه ان اخطاء ردوه للحق"

یعنی "ایک شخص نے وکیع بن الجراح کے سامنے کہا کہ امام ابوحنیفہ ؒ نے خطاء کی ہے اس پر آپ نے اس کو سخت زجر کی اور کہا کہ جو ایسا کہتا ہے وہ حیوانات بلکہ ان سے بھی بدتر ہے وہ کس طرح خطا کر سکتا ہے جس کے پاس ائمہ فقہ مثل امام ابو یوسف وامام محمد اور ائمہ حدیث (جن کی تعداد بیان کی) اور ائمہ لغت وادب (پھر ان کی تعداد بتائی) اور ائمہ زہد و ورع مثل فضیل اور داؤد طائی موجود ہیں پس جس شخص کے اصحاب ایسے اشخاص ہوں وہ کبھی خطا نہیں کر سکتا کیوں کہ یہ لوگ اگر کوئی خطا دیکھتے تو فوراً ان کو حق بات کی طرف متوجہ کر دیتے۔"

دیکھو اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ جو حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی شان والا میں کوئی گستاخی کرے وہ سخت قابل ملامت اور مجلس سے بدر ہونے کے لائق ہے۔ کیا غیر مقلدین اس پیشوا دین رأس المحدثین وکیع بن جراح کی اس زبردست شہادت سے بھی عبرت نہیں حاصل کریں گے؟

(۲۲) ابن ابی لیلیٰ:

یعنی محمد بن عبدالرحمٰن متوفی ۱۴۸ھ جن کو تذکرۃ الحفاظ میں اہل الدنیا بتایا گیا ہے اور فن اربعہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں باوجودیکہ امام ابوحنیفہ ؒ سے بوجہ ہم عصری کے اکثر ان کے علمی مناقشے رہا کرتے تھے۔ تاہم انہوں نے امام ہمام کی افضلیت و اعلمیت پر جو شہادت دی ہے وہ امام موفق کی کتاب (ج ۲ ص ۳۵) میں اس طرح پر

مروی ہے:

"عن علی بن الجعد قال سمعت ابا یوسف یقول کنا نختلف الی ابن ابی لیلٰی فوقعت الی منه جفوة فترکت الاختلاف الیه و جعلت الاختلاف الی ابی حنیفة فلقیتنی ابن ابی لیلٰی فقال یا یعقوب ما فعل صاحبك فقلت صالح فقال لی الزمه فانك لم تر مثله فقهًا و علمًا"

یعنی "علی بن جعد کہتے ہیں کہ میں نے ابا یوسف کو سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم ابن ابی لیلٰی کے پاس حدیث سننے کو جایا کرتے تھے مگر جب میں نے ان سے کچھ تنگی دیکھی تو پھر ان کے پاس جانا چھوڑ کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا اختیار کیا پھر اس کے بعد جو ابن ابی لیلٰی سے میری ملاقات ہوئی تو مجھ سے انہوں نے پوچھا اے یعقوب تیرا صاحب کیسا ہے؟ میں نے کہا صالح ہے اس پر انہوں نے کہا کہ تم اس کی صحبت لازم پکڑ، کیوں کہ تو ان جیسا علم وفقہ میں کسی کو نہ دیکھے گا۔"

(۲۳) عبدالرحمٰن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ):

جن کو تقریب میں ثقہ، ثبت، حافظ، عارف بالرجال والحدیث کہا گیا ہے اور تذکرہ میں ہے کہ ابن مدینی کہتے ہیں کہ یہ اعلم الناس بالحدیث تھے اور قواریری کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے حافظہ سے بیس ہزار احادیث لکھوائیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۲ص ۳۵) میں اس طرح پر مروی ہے

"عن صدقة سمعت عبدالرحمٰن بن مهدی قال کنت نقالا للحدیث فرایت سفیان الثوری امیر المؤمنین فی العلماء وسفیان بن عیینة امیر العلماء وشعبة عیار الحدیث وعبدالله بن المبارك صراف الحدیث ویحیی بن سعید قاضی العلماء وابا حنیفة قاضی قضاة العلماء"

یعنی "صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں تو صرف حدیث کا ناقل ہوں۔ میں نے سفیان ثوری کو دیکھا ہے کہ وہ علماء میں امیر المؤمنین ہیں اور سفیان بن عیینہ امیر العلماء اور شعبہ عیار الحدیث اور عبداللہ

مبارک صراف الحدیث اور یحییٰ بن سعید قاضی العلماء اور ابوحنیفہ قضاۃ العلماء کے بھی قاضی ہیں۔

دیکھو اس شہادت سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کس قدر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جن حضرات کی ابن مہدی نے اعلیٰ درجہ کی تعریف کر کے ان پر امام اعظم رحمہ اللہ کو فوقیت دی ہے وہی حضرات یعنی ہر دو سفیان و ابن مبارک اور یحییٰ قطان بجائے خود امام ہمام کی افضلیت کی شہادت دے چکے ہیں۔

(۲۴) عفان بن سیار القاضی (متوفی ۱۸۱ھ):

جو کبار محدثین اور امام نسائی کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت موفق (ج ۲ ص ۴۹) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن اسحاق بن ابراهيم قال سمعت عفان بن سيار يقول مثل ابی حنيفة مثل الطبيب الحاذق يعرف دواء كل داء"

یعنی "اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے عفان بن سیار کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مثال ایک طبیب حاذق کی ہے جو ہر ایک درد کی دوا جانتا ہے۔"

(۲۵) فضل بن موسیٰ السینانی (متوفی ۱۹۲ھ):

جو ثقہ، ثبت اور اسحاق بن راہویہ کے اساتذہ اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔

موفق (ج ۲ ص ۵۰) میں اس طرح مروی ہے:

"عن احمد بن يحيیٰ الباهلی سمعت الفضل بن موسیٰ السينانی يقول كنا نختلف الی المشائخ بالحجاز والعراق فلم يكن مجلس اعظم بركة ولا اكثر نفعا من مجلس ابی حنيفة"

یعنی "احمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ میں نے فضل بن موسیٰ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ہم حجاز و عراق میں مختلف مشائخ کی مجلسوں میں حاضر ہوئے ہیں لیکن کوئی مجلس

بہت بابرکت اور فائدہ مند امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس سے پائی نہیں گئی۔

(۲۶) زہیر بن معاویہ الکوفی (متوفی ۱۷۳ھ):

جو ثقہ، ثبت اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں اور بقول شعیب بن، مندرجہ تذہیب میں بڑے بڑے علمائے حدیث سے احفظ ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت موفق (ج ۲ ص ۲۵) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن خلاد الكوفي قال جئت يومًا الى زهير بن معاوية فقال لي من اين جئت قلت من عند ابي حنيفة فقال والله لمجالستك اياه يومًا انفع لك من مجالسي شهرًا"

یعنی "خلاد کوفی جو ترمذی کے رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک دن زہیر بن معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے مجھے فرمایا کہاں سے آیا ہے؟ میں نے کہا ابوحنیفہ کے پاس سے آیا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا خدا کی قسم تیرے لیے ابوحنیفہ کی ایک دن کی مجلس میری ایک مہینہ کی مجلس سے بہت فائدہ مند ہے۔

(۲۷) ابن السماک رحمہ اللہ:

یعنی محمد بن صبیح الکوفی (متوفی ۱۸۳ھ) جو کوفہ کے کبار محدثین اور ہشام بن عروہ کے تمام شاگردوں میں سے ایسے واعظ پر تاثیر تھے کہ بقول امام ذہبی مندرجہ میزان ایک دفعہ انہوں نے جو خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں وعظ کیا تو اس پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ ان کی شہادت اپنے ہم عصر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۳۹) میں اس طرح پر مروی ہے: "عن يحيى بن ايوب العابد سمعت ابن السماك يقول اوتاد الكوفة اربعة سفيان الثوري ومالك بن المغول وداؤد الطائي صاحب ابي حنيفة وابوبكر النهشلي وكلهم جالس ابا حنيفة وحدث عنه"

یعنی "یحییٰ بن ایوب عابد جو مسلم و ابوداؤد کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے ابن سماک کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوفہ کے چاروں ستون یعنی سفیان ثوری،

مالک بن مغول، داؤد طائی اور ابو بکر نہشلی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھے اور ان سے حدیث کو سنا۔"

(۲۸ تا ۳۲) مجموعی شہادت:

مندرجہ ذیل پانچ کبار محدثین کی جو ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ روات سے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت پر شہادت کتاب امام کردری (ج ۲ ص ۱۰۱) میں اس طرح پر منقول ہے:

"ذکر السمعانی عن شداد بن حکیم عن زفر قال کبراء المحدثین مثل ذکریا بن ابی زائدة وعبدالملک بن سلیمان واللیث بن ابی سلیم ومطرف بن طریف وحصین بن عبدالرحمن وغیرهم یختلفون الیه ویسالونه عمانا بهم من المسائل وما اشتبه علیهم من الحدیث"

یعنی "حافظ عبدالکریم سمعانی متوفی ۵۶۲ھ جو بڑے محدث و مؤرخ ہیں کہتے ہیں کہ زفر نے کہا ہے کہ بڑے بڑے محدثین مثلاً زکریا بن ابی زائدہ (متوفی ۱۴۷ھ) عبدالملک بن سلیمان (متوفی ۱۴۷ھ) لیث بن ابی سلیم (متوفی ۱۴۸ھ) مطرف بن طریف (متوفی ۱۴۳ھ) حصین بن عبدالرحمٰن (متوفی ۱۳۶ھ) وغیرہم مختلف اوقات میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتے اور ان سے وہ مسائل پوچھتے جو ان کو پیش آتے اور ان شبہات کا حل کراتے جو حدیث کے متعلق ان کو معلوم ہوتے تھے۔

(۳۳) ابو سفیان سعید بن یحیٰ الحمیری (متوفی ۲۰۲ھ):

جو اسحاق بن راہویہ کے اساتذہ اور امام بخاری و ترمذی کے اعلیٰ روات سے ہیں۔ ان کی شہادت بحق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کردری (ج ۱ ص ۱۰۰) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن ابن ابی شیخ سمعت ابا سفیان بن یحییٰ الحمیری الواسطی یقول انه حبر الامة تهیاله مالم یتهیاء لاحد من کشف المسائل الفقهیة وتفسیر الاحادیث المبهمة"

یعنی ''ابا سفیان فرماتے تھے کہ ابو حنیفہ ؒ اس امت کے بڑے امام تھے، مسائل فقہ کے حل کرنے اور احادیث مبہمہ کی تفسیر کرنے میں جو درجہ ان کو حاصل ہوا ہے۔ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔''

(۳۴) نضر بن شمیل النحوی (متوفی ۲۰۳ھ):

جو ثقہ ثبت اور ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابو حنیفہ ؒ کی نسبت امام سیوطی کے تبییض الصحیفہ کے ص ۲۰ میں اس طرح مرقوم ہے:

''روی الخطیب عن الحسن بن الحارث قال سمعت نضر بن شمیل یقول کان الناس نیام فی الفقه حتی ایقظهم ابو حنیفة بما فتقه وبینه ولخصه''

یعنی ''حسن بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے نضر بن شمیل سے سنا ہے فرماتے تھے کہ لوگ فقہ کے بارہ میں سوئے ہوئے تھے یہاں تک کہ ان کو امام ابو حنیفہ ؒ نے بیدار کر دیا اور تمام امور کو واضح اور بیان اور خلاصہ کر دیا ہے۔

(۳۵) یحییٰ بن آدم (متوفی ۲۰۳ھ):

جن کی تقریب میں ثقة، حافظ، فاضل کے الفاظ سے تعریف کی گئی ہے اور ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں امام اعظم کی نسبت اس طرح پر شہادت دیتے ہیں۔

کردری (ج ا ص ۹۸):

''عن محمد بن المهاجر سمعت یحیی بن ادم یقول اجتهد فی الفقه اجتهادًا لم یسبق الیه احد فهدی الله سبیله وطریقه والنفع الخاص والعام بعلمه''

یعنی ''محمد بن مہاجر کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن آدم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہ ؒ نے فقہ کے بارہ میں ایسا اجتہاد کیا کہ ان سے پہلے کسی سے نہیں ہو سکا اور خدا نے ان کو اجتہاد کا راستہ بتا دیا اور خاص و عام ان کے علم سے مستفید ہوئے۔

اسی کی (ج ۲ ص ۱۰۳) میں ہے: "عن یحیی بن ادم قال کان جریر بن معاویۃ من الکبراء الکوفۃ فی الحدیث والفقہ اذا ذکرہ عظمہ ومدحہ فقلت لہ مالک اذا ذکرت غیرہ لم تمدحہ مثل ھذا قال لان منزلۃ لیست کمنزلۃ غیر فیما انتفع بہ الناس فاخصہ عندہ ذکرہ لیرغب الناس فی الدعاء لہ"

یعنی "یحیی بن آدم کہتے ہیں کہ جریر بن معاویہ جو اکابر محدثین وفقہاء کوفہ سے تھے۔ جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کرتے تو ان کی عظمت ظاہر کرتے اور تعریف کی فرماتے۔ میں نے کہا کیا باعث ہے کہ جب کسی اور شخص کا ذکر آتا ہے تو آپ اس کی ایسی تعریف نہیں کرتے۔ فرمایا یہ اس لیے ہے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیوں کہ ان کی کتابوں سے خلقِ خدا کو نفع عظیم پہنچا ہے پس اس وجہ سے میں ان کے ذکر کے وقت بالخصوصیت مدح کرتا ہوں۔ تا کہ لوگوں کو ان کے لیے دعا کرنے کی رغبت ہو"

کتاب موفق (ج ۲ ص ۳۱) میں مروی ہے: "عن اسحاق بن ابی اسرائیل سمعت یحیی بن آدم قال اتفق اھل الفقہ والبصر انہ لم یکن احد افقہ من ابی حنیفۃ"

یعنی "اسحاق بن اسرائیل کہتے ہیں کہ میں نے یحیی کو یہ کہتے سنا ہے کہ اہل فقہ اور اہل بصیرت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر اور کوئی فقیہ نہیں ہوا۔"

"عن یحیی بن اکثم سمعت یحیی بن آدم یقول کان کلام ابی حنیفۃ فی الفقہ للہ ولو کان یشوبہ شیء من امر الدنیا لم ینفذ کلامہ فی الافاق کل ھذا النفاذ مع کثرۃ حسادہ و متفقہہ"

یعنی "یحیی بن اکثم سے جو ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ روایت ہے کہ میں نے یحیی بن آدم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کلام محض خدا کے

لیے تھی۔ اگر اس میں ذرا بھی شائبہ کسی دنیاوی امر کا ہوتا تو ان کی کلام یا ہوا۔۔۔
بہت سے حاسدوں اور تنقیص بیان کرنے والوں کے اطراف و اکناف عالم میں ا
طرح سے ہرگز جاری نہ ہوتی جیسی کہ اب پھیلی ہے۔"

(۳۶) یزید بن ہارون (متوفی ۲۰۶ھ):

جن کی نسبت تقریب میں ثقۃ، متقن، عابد کے الفاظ لکھے گئے ہیں اور تذ
میں احد الاعلام الحفاظ المشاہیر لکھا ہے اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ امام ا
حنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت امام موفق (ج ۱ ص ۱۹۱) میں اس طرح پر مرو
ہے:

"عن احمد بن اسمعیل البغدادی سمعت یزید بن ہارون سئل متی یحل للرجل ان یفتی فقال اذا کان مثل ابی حنیفة قال فقیل له یا ابا خالد تقول مثل هذا فقال نعم و اکثر من احد افقه منه ولا اورع منه"

یعنی "احمد بغدادی کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ فتویٰ دینے کا کب
شخص مجاز ہوسکتا ہے۔ فرمایا کہ جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسا ہو۔ کسی نے کہا اے ابا خالد
آپ ایسا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں بلکہ اس سے بڑھ کر میں نے کوئی شخص امام ا
حنیفہ رحمہ اللہ سے افقہ اور اورع نہیں دیکھا۔"

اور کردری (ج ۱ ص ۱۰۱) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن عبدالله بن ابی لبید قال کنا عند یزید بن ہارون فقال المغیرة عن ابراهیم فقال رجل حدثنا عنه علیه السلام فقال یزید یا احمق هذا تفسیر قوله علیه السلام وما تصنع بالحدیث اذا لم تفهم معناه ولکن همتکم للسماع ولو کانت همتکم للعلم لنظرتم فی کتب الامام واقاویله فزجر الرجل واخرجه عن مجلسه"

یعنی "ابن ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید ہارون کے پاس بیٹھے تھے کہ مغیرہ نے کوئی قول
ابراہیم نخعی سے روایت کیا اس پر ایک شخص بول اٹھا کہ ہم کو تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث

چاہیے۔ اس پر یزید نے فرمایا کہ اے احمق یہ بھی تو قول رسول مقبول ﷺ کی تفسیر ہے اور تو حدیث کو کیا کرے گا جب اس کے معنی کو سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن تمہاری ہمت تو صرف روایات کے سننے کی طرف متوجہ ہے اگر تمہاری ہمت علم کی طرف متوجہ ہوتو تم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں اوان کے اقوال کو دیکھو پھر اس شخص کو سخت زجر کی حتی کہ اپنی مجلس سے ان کو نکال دیا۔"

دیکھو اس پیشوائے محدثین کی پہلی روایت نے تو یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ فتویٰ دینا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا آپ جیسے اہل فقہ ہی کا کام ہے اور کسی کو فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور دوسری روایت سے ثابت ہے کہ صرف حدیث دانی بغیر فقاہت کے کوئی کمال نہیں اور کہ اقوال مجتہدین میں تفسیر حدیث ہیں۔ اور یہ کہ جو اشخاص صرف سماع حدیث کی طرف متوجہ ہوں۔ وہ فقہاء کے پایہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ اور علم فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں اوران کے اقاویل کے دیکھنے ہی سے حاصل ہوسکتا ہے اور کتب فقہ حنفیہ کو حقارت سے دیکھنے والا قابل زبرو توبیخ ہے۔

(۳۷) یحییٰ بن معین (متوفی ۲۱۰ھ):

جو ائمہ محدثین کے اعلیٰ پیشوا ہیں اور جن کی نسبت تقریب میں ثقۃ، حافظ، مشھورٌ امام الجرح والتعدیل لکھا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کی تعریف میں ان کی شہادت خیرات الحسان کے ص ۳۳ میں اس طرح پر لکھی ہے:

"قال الامام الحافظ الناقد یحیٰی بن معین الفقهاء اربعة ابو حنیفة وسفیان ومالك والاوزاعی وعنه القراۃ عندی قراۃ حمزۃ والفقه فقه ابی حنیفة علی هذا ادرکت الناس"

یعنی "امام المحدثین یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ فقہاء چار ہیں۔ ابوحنیفہ، سفیان، مالک، اوزاعی رحمہم اللہ اور کہا قرأۃ میرے نزدیک قرأۃ حمزہ کی ہے اور فقہ فقہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی۔ اور میں اس پر تمام لوگوں کو پایا ہے۔"

دیکھو امام یحییٰ نے تمام فقہاء ومحدثین پر امام صاحب کی کس طرح ترجیح دی ہے۔

(۳۸) علی بن عاصم (متوفی ۲۱۱ھ):

جو امام احمد و ابن المدینی کے اساتذہ اور ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں اور بقول تہذیب تیس ہزار سے زیادہ آدمی ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۴۷) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن ابی العباس سمعت علی بن عاصم یقول لو وزن علم ابی حنیفة اهل زمانه لرجع علم ابی حنیفة"

یعنی "علی بن عاصم فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام صاحب کے زمانے کے لوگوں کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم کے ساتھ وزن کیا جائے تو امام ہمام کا علم ان کے علم پر غالب آ جائے۔"

"عن محمد بن المهاجر سمعت علی بن عاصم یقول اقاویل ابی حنیفة تفسر العلم فمن لم ینظر فی اقاویله احل بجهله الحرام وحرم الحلال وضل الطریق"

یعنی "محمد بن مہاجر سے روایت ہے کہ میں نے علی بن عاصم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال علم کی تفسیر ہیں پس جو شخص ان کے اقوال میں مسئلہ نہ دیکھے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر کے اسلام کے راستہ کو گم کر دیتا ہے۔"

دیکھو اس پیشوائے محدثین نے کیسا صریح فیصلہ کر دیا ہے کہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں جو ایک صفحہ صرف فتاویٰ کے لیے مخصوص رکھا ہوا ہے اور اس میں مختلف مسائل کے جواب بلالحاظ اقوال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خود بخود اپنے اجتہاد سے لکھے جاتے ہیں وہ بالکل ناجائز کاروائی ہے کیوں کہ بسا اوقات عدم فقاہت کی وجہ سے حرام کو حلت اور حلال کو حرمت کا فتویٰ دے کر عجیب کرشمہ ضلوا واضلوا کا مصداق بننا پڑتا ہے۔

(۳۹) ابو عاصم النبیل (متوفی ۲۱۲ھ):

ان کی تعریف میں صاحب تقریب نے ثقہ ثبت کے الفاظ لکھے ہیں اور ائمہ صحاح کے رواۃ سے ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے افقہ ہونے کی شہادت اس طرح پر دیتے ہیں۔ کتاب کردری (ج ۱ ص ۱۱۶):

"عن بشر بن يحيىٰ قيل لابي عاصم النبيل ابو حنيفة افقه ام سفيان قال هو والله افقه من ابن جريج ما رات عيني رجلا مثله اشد اقتدارًا على الفقه"

یعنی "بشر بن یحیٰ سے روایت ہے کہ ابو عاصم نبیل سے پوچھا گیا کہ فقاہت میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ بڑھ کر ہیں یا سفیان ثوری آپ نے کہا بخدا ابو حنیفہ تو ابن جریج سے بھی افقہ ہیں۔ (جو کہ میں فقیہ مجتہد تھے) میں نے اپنی آنکھ سے آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو فقہ پر ایسی زبردست قدرت رکھتا ہو۔"

(۴۰) عبدالعزیز بن ابو رواد (متوفی ۱۵۹ھ):

جو امام بخاری اور سنن اربعہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ اور تقریب میں ان کو صدوق، عابد لکھا گیا ہے۔ ان کا قول امام اعظم کی نسبت خیرات الحسان کے ص ۳۵ میں اس طرح پر لکھا ہے:

"وقال الحافظ عبدالعزيز بن ابي روّاد من احب ابا حنيفة فهو سني ومن ابغضه فهو مبتدع وفي رواية بيننا وبين الناس ابو حنيفة فمن احبه وتولاه علمنا انه من اهل السنة ومن ابغضه علمنا انه من اهل البدعة"

یعنی "عبدالعزیز بن رواد فرماتے ہیں کہ جو شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے محبت رکھتا ہو وہ تو سنی ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مبتدع ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم میں اور لوگوں میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا سوال ہے جو ان سے محبت اور دوستی رکھتا ہو ہم اس کو اہل السنۃ سمجھتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہو ہم اس کو اہل بدعت قرار دیں گے۔"

"وقال ابراهيم بن معاوية الضرير من تمام السنة حب ابی حنيفة وقال كان يصف العدل ويقول به وبين للناس سبيل العلم واوضح لهم مشكلاته"

یعنی "ابراہیم بن معاویہ کا قول ہے کہ سنت وجماعت کا کمال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی محبت سے ہوتا ہے آپ نے طریق عدل بیان کر دیا اور اس پر فتویٰ دیا اور لوگوں کے لیے علم کا راستہ بتا دیا اور ان کی تمام مشکلات کو آسان کر دیا۔"

دیکھو ان پیشوائے محدثین نے تو اس بات کا فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بغض رکھنے والا شخص ہرگز اہل سنت سے نہیں بلکہ وہ بدعتی فرقہ سے ہے۔

(۴) عبداللہ بن داؤد الخریبی (متوفی ۲۱۳ھ):

ثقۃ، عابد اور امام بخاری اور سنن اربعہ کے رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص ۱۴ میں اس طرح پر مروی ہے:

"روى الخطيب عن محمد بن سعد الكاتب قال سمعت عبد الله بن داؤد الخريبي يقول يجب على اهل الاسلام ان يدعوا الله لابی حنيفة فی صلاتهم قال وذكر حفظ عليهم السنن والفقه"

یعنی "محمد بن سعد جو مسلم اور سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد کو یہ کہتے سنا ہے کہ تمام اہل اسلام پر فرض ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے دعا کیا کریں۔ پھر اس بات کا ذکر کیا کہ امام موصوف نے اہل اسلام کے لیے حدیث وفقہ کو پورے طور پر محفوظ کر دیا ہے۔"

خیرات الحسان کے ص ۳۶ میں ہے: "وقيل لبعض الائمة مالك تخص ابا حنيفة عند ذكره بمدح دون غيره قال لان منزلته ليست كمنزلة غيره فيما انتفع الناس بعلمه فاخصه عند ذكره ليرغب الناس بالدعاء له"

یعنی "بعض اماموں کو جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تعریف کرتے یہ کہا گیا کہ آپ ان کی

اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں جو دوسرے اماموں کی نہیں کرتے فرمایا اس لیے کہ ان کا رتبہ اوروں کی طرح نہیں ہے کیوں کہ ان کے علم نے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔ پس میں اس لیے ان کے ذکر کے وقت خصوصیت سے ان کی تعریف کرتا ہوں تا کہ لوگوں کو ان کے لیے دعا کرنے کی رغبت پیدا ہو۔"

(۴۲) مکی بن ابراہیم (متوفی ۲۱۵ھ):

جو ثقہ، ثبت اور صحاح ستہ کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں۔ ان کی شہادت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت تبییض الصحیفہ کے ص ۱۴ پر اس طرح پر مروی ہے:

"روی الخطیب عن اسمعیل بن محمد الفارسی قال سمعت مکی بن ابراهیم ذکر ابا حنیفة فقال کان اعلم اهل زمانه"

یعنی "اسماعیل فارسی کہتے ہیں کہ میں نے مکی بن ابراہیم کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ذکر میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ اپنے تمام اہل زمانہ سے زیادہ عالم تھے۔ موفق (ج ۱ ص ۲۰۳) میں لکھا ہے:

"هو مکی بن ابراهیم البلخی امام بلخ دخل الکوفة ۱۴۰ھ ولزم ابا حنیفة و سمع منه الحدیث والفقه و اکثر عنه الروایة و کان یحب ابا حنیفة حبًا شدیدًا"

یعنی "یہ مکی بن ابراہیم بلخی امام بلخ ہیں جو کوفہ میں ۱۴۰ھ میں داخل ہوئے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے حدیث وفقہ سنی اور اکثر ان سے روایت حدیث کی۔ ان کو امام ممدوح سے سخت محبت تھی۔

(۴۳) خلف بن ایوب العامری (متوفی ۲۱۵ھ):

جو فقیہ محدث امام ترمذی کے رواۃ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت امام موفق کی کتاب (ج ۲ ص ۴۰) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن وهب بن ابراهیم القاضی قال خلف بن ایوب الکوفی کنت اختلف الی مجالس العلماء فربما سمعت شیئًا لا اعرف معناه فیفهمنی

ذلك فاذا انصرفت الى مجلس ابى حنيفة سألته عما كنت لا ادرى فيفسر لى ذلك فدخل فى قلبى من بيانه وتفسيره النور"

یعنی" خلف بن ایوب کہتے ہیں کہ میں مختلف علماء کی مجالس میں حاضر ہوتا تھا اور وہ باتیں ایسی سنتا تھا جن کے معنی نہ پہچانتا تھا جس سے مجھ کو غمگینی حاصل ہوتی تھی۔ جب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آتا اور ان سے اس کے معنی دریافت کرتا تو آپ کے بیان اور تفسیر سے میرے دل میں روشنی داخل ہو جاتی۔

(۴۴) علی بن المدینی (متوفی ۲۳۴ھ):

استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی نسبت صاحب تقریب نے لکھا ہے ثقة، ثبت، امام اعلم اهل عصره بالحديث وعلمه حتى قال البخارى ما استصغرت نفسى الا عنده (یعنی یہ بڑے ثقہ امام ہیں جو علم حدیث میں اپنے زمانہ کے محدثین سے اعلم تھے۔ حتی کہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو بجز ابن مدینی کے کسی کے پاس حقیر نہیں سمجھا) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ان کی شہادت قلائد الحسان کے ص ۲۷ میں اس طرح مرقوم ہے:

"قال الامام على بن المدينى ابو حنيفة روى عنه الثورى وابن المبارك وحماد بن زيد وهشام ووكيع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا بأس به"

یعنی" علی بن مدینی نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن العوام اور جعفر بن عون رحمہم اللہ نے (جو کہ سب پیشوائے محدثین اور ائمہ صحاح ستہ کے مروی عنہ ہیں) روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ لا بأس بہ ہیں۔

دیکھو امام بخاری کے جلیل القدر استاد کی شہادت نے کیسے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت میں کوئی بھی احتمال نہیں ہے اور ان سے مسلم ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔

(۴۵) امام اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۳۸ھ):

جن کو تقریب میں ثقہ، حافظ، مجتہد کہا گیا ہے اور تہذیب میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے کہ میں اسحاق کا نظیر نہیں جانتا اور وہ ہمارے نزدیک ائمہ مسلمین سے ہیں اور ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ان کی شہادت کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۵۸) میں اس طرح پر مروی ہے:

"عن علی بن اسحق بن ابراهیم الحنظلی سمعت ابی یقول ما رایت احدًا اعلم بالاحکام القضایا من ابی حنیفة"

یعنی "علی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ اسحٰق بن ابراہیم بن راہویہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بڑا احکام وقضایا کا اعلم کوئی نہیں دیکھا۔"

(۴۶) عبید بن اسباط (متوفی ۲۵۰ھ):

جو ترمذی وابن ماجہ کے شیوخ سے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا سید الفقہاء ہونا تسلیم کرتے ہیں چنانچہ کتاب موفق (ج ۲ ص ۴۲) میں اس طرح پر مروی ہے:

"حدثنی عبید بن اسباط قال کان ابو حنیفة سید الفقهاء ولم یغمز فی دینه الا حاسدًا وباغی شر"

یعنی "عبید بن اسباط فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سید الفقہاء تھے۔ اور امور دین میں آپ کی نسبت جو نکتہ چینی کرے وہ حاسد یا شریر سمجھا جائے گا۔"

الغرض ہم کہاں تک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت ائمہ محدثین رحمہم اللہ کی شہادتیں پیش کرتے جائیں یہ تو ایک ناپیدا کنار بحر ہے۔

اب ناظرین خود یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان ۴۹ زبردست شہادتوں نے کس صراحت سے امام الائمہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا سید الفقہاء، کامل الاجتہاد ہونا ثابت کر دیا ہے اور یہ کہ اتقاء ورع وزہد میں آپ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں۔ اور آپ وہ نجم الہدایت تھے کہ آپ سے عام وخاص خلق خدا نے فیض کثیر حاصل کیا اور تمام اکابر محدثین آپ ہی سے مشکل مسائل میں مدد لیتے اور آپ کے قول پر فتوے دیتے تھے اور آپ اپنے اہل

زمانہ میں اعلم وافقہ واعرف افضل من الکل تسلیم کیے جاتے تھے اور فقہاء و محدثین نے فیصلہ کر دیا تھا کہ علم وفقہ کا حاصل ہونا اسی شخص کو میسر ہو سکتا ہے کہ جس کو آپ کی کتب اور اقاویل میں نظر ہو اور آپ کے شاگردوں کی مجلس میں بیٹھنے کا اس کو فخر حاصل ہو اور محدثین نے یہ بھی مان لیا تھا کہ کوئی دوا فروش (محدث) ہے کوئی طبیب (فقیہ) لیکن امام صاحب ہی وہ وجود باجود ہیں۔ جن کو یہ دونوں منصب حاصل ہیں اور یہ کہ امام صاحب کا عمل ایسی احادیث پر ہوتا تھا جو صحت کے میزان میں پوری اتری ہوں اور جن کے رواۃ سب کے سب عادل وثقہ ہوں اور جن پر آخری عمل رسول مقبول ﷺ اور خلفائے راشدین ﷢ کا ہوا ہو۔ اب وہ شخص دشمن انصاف ہے جو باوجود ایسی زبردست شہادتیں دیکھنے کے پھر بھی امام ہمام ﷫ کے علم وفضل اور فقہ واجتہاد میں کلام کرے۔ ہم میاں محمد عظیم حیدر آبادی سے پوچھتے ہیں کہ ایمان سے بتاؤ تمہارا یہ کہنا کہ ”اکثر محدثین اور خود ائمہ ثلاثہ کو امام صاحب کے اجتہاد پر اعتراض ہے“ ایک سیاہ جھوٹ ہے یا نہیں؟ کیا اب تمہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہ آئے گی کہ ”اجتہاد کی شرائط میں بھی امام ابو حنیفہ ﷫ پورے نہیں اترتے اور فقہ میں بھی امام صاحب کی رائے کچھ ٹھیک نہیں۔“ جب کہ اقوال ائمہ محدثین تمہاری روسیاہی کے لیے کافی تعداد سے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اور شہادت کبار محدثین سے یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ جو شخص امام ہمام کی نسبت ایسے خیالات رکھتا ہو، وہ کالانعام بل ھم اضل سبیلا کے گروہ میں شمار ہونے کے لائق ہے غالباً ہمارے دوست کی کنیت ابو النعیم بھی کالانعام کی طرف ہی رہبری کرتی ہے انصاف ناظرین کی تسلی کے لیے امام صاحب کی فضیلت کے ثبوت میں ۳۹ جلیل القدر پیشوایان دین کی شہادتیں جو اوپر نقل ہو چکی ہیں کافی ہیں۔

اب ہم آپ کی توجہ ان میں سے بالخصوص شہادت نمبری ۴۰ کی طرف دلانی چاہتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ اہل سنت واہل بدعت کی شناخت کا معیار ہی امام ابو حنیفہ ﷫ کی حب وبغض ہے جس کو آپ سے محبت ہو گی وہ اہل سنت ہے اور جو

آپ سے بغض رکھتا ہو وہ کم بخت اہل بدعت میں داخل ہے۔ اب آپ ہی انصاف کریں کہ وہابی حضرات بقول مشہور "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" خود تو اہل سنت اور اہل حدیث بنتے ہیں اور پیروان امام ممدوح کو معاذ اللہ تعالیٰ اہل بدعت قرار دیتے ہیں۔ لیکن محدثین کا فیصلہ اس کے برعکس ہے۔ عبدالعزیز رواد جن کا یہ قول ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ من احب ابا حنيفة فهو سني ومن ابغضه فهو مبتدع کوئی معمولی شخص نہیں ہیں بلکہ امام بخاری اور اصحاب سنن اربعہ کے شیوخ سے ہیں اور ان کا قول وہابیوں پر حجت قطعی ہے اور ایسا ہی ابراہیم بن معاویہ بھی بہت بڑے پایہ کے محدث ہیں۔ جن کا قول ہے: "من تمام السنة حب ابی حنيفة" اور ان ہر دو اقوال سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ امام صاحب کے بدخواہ اور آپ کے حق میں بدگوئی کرنے والے (وہابی) ہرگز اہل سنت وجماعت میں شمار نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ بقول محدثین مبتدع ہیں پھر تعجب ہے کہ

برعکس نہند نام زنگی کافور

یہ اپنے آپ کو اہل السنۃ، اہل الحدیث کہتے ہیں اور پیروان امام الائمہ کو بدعتی بتاتے ہیں۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اخیر کی روایت نمبر ۴۶ ثابت کرتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت صرف دو قسم کے لوگوں ہی نے نکتہ چینی کی ہے یا تو وہ جو ان کے رتبہ سے جاہل ہیں یا جو محض باغی شریر ہیں۔

اور دوسری روایتوں نمبر ۳۵ اور نمبر ۴۱ سے ثابت ہوا کہ اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں جناب امام کے حق میں دعائے خیر کیا کریں۔ کیوں کہ آپ سے جو نفع کثیر اہل اسلام کو ہوا ہے اس کا مقتضاء یہی ہے کہ ہم آپ کا احسان نہ بھولیں اور خصوصیت سے نماز میں آپ کے لیے دعا کرتے رہیں۔ "هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۝" اس امر کا مزید ثبوت کہ جناب امام کے حق میں دعا کرنا اور آپ کی تعظیم

وتکریم کرنا اہل اسلام کا فرض ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس فعل سے ملتا ہے کہ آپ
امام ممدوح کے مزار پرانوار پر دعا کے لیے جایا کرتے اور وہاں جب کبھی نماز پڑھنے کا
اتفاق ہوتا تو ایسا کوئی فعل نہ کرتے تھے جو آپ کے مذہب کے خلاف ہو اور اس سے
آپ کو امام صاحب کی تعظیم اور ادب ملحوظ تھا۔ جیسا کہ خیرات الحسان کے ص ۶۹ میں
لکھا ہے:

"اعلم انه لم يزل العلماء و ذوالحاجات يزورون قبره ويتوسلون
عنده في قضاء حوائجهم ويرون نجح ذلك منهم الامام الشافعي لما
كان ببغداد فانه جاء عنه انه قال (۱) اني لاتبرك بابي حنيفة واجئ
الى قبره فاذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت الى قبره
وسألت الله عنده فتقضى سريعا وذكر بعض المتكلمين على منهاج
النووی ان الشافعی رحمہ اللہ صلى الصبح عند قبره فلم يقنت فقيل له لم
قال تاذبا مع صاحب هذا القبر وذكر ذلك غيره ايضا وزاد الله لم
يجهر با بسملة"

یعنی" ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کرتے اور مزار
امام کو وسیلہ قضائے حاجت گردانتے تھے جن میں سے امام شافعی بھی تھے جب کہ وہ
بغداد میں تھے۔ ان کا قول ہے کہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے برکت حاصل کرنے کے
لیے ان کی قبر پر جایا کرتا ہوں۔ اور جب کوئی حاجت پیش آ جائے تو (۲) دو رکعت
نماز پڑھ کر آپ کی قبر پر جا کر خدا سے دعا کرتا ہوں اور حاجت جلدی پوری ہو جاتی

---

(۱) امام موفق نے اپنی کتاب جلد ۲ کے صفحہ ۱۹۹ میں چار طرق کے ساتھ علی بن میمون
شیخ امام نسائی وابن ماجہ سے امام شافعی کا یہ قول روایت کیا ہے۔
(۲) ترک قنوت کی روایت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی حجۃ اللہ البالغہ
کے ص ۱۰۳ میں لکھی ہے۔

ہے بعض نے لکھا ہے کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ نے صبح کی نماز آپ کی قبر کے پاس پڑھی تو قنوت پڑھنا چھوڑ دیا۔ کسی نے پوچھا ایسا کیوں کیا؟ فرمایا صاحب قبر کے ادب کے لحاظ سے۔ یہ بھی روایت ہے کہ بسم اللہ بھی آہستگی سے پڑھی۔

اللہ اکبر! امام شافعی ایک مجتہد مستقل مذہب حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کہاں تک تعظیم کرتے ہیں کہ ان کی قبر کے پاس جب نماز صبح پڑھتے تو اس میں قنوت پڑھنا جو ان کے مذہب میں سنت تھا چھوڑ دیتے اور بسم اللہ بھی اونچی نہ پڑھتے کیوں کہ یہ امور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صاحب قبر کے مذہب کے خلاف تھے اور وہاں ان کے خلاف کرنا سوءِ ادب تھا۔ پھر امام شافعی رحمہ اللہ صرف آپ کے ادب کے لحاظ پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ آپ کی بزرگی کا ان کو یہاں تک اعتقاد تھا کہ اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو آپ کی قبر پر جا کر دعا کرنے سے حل ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر کوئی کور باطن شخص اپنی ناسمجھی سے اس روایت کی نسبت یہ اعتراض کر اٹھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مجتہد امام کسی امام کے صرف ادب کے لحاظ سے ایسے فعل کو جو اس کے نزدیک سنت ہو ترک کر دے اس کی کما ینبغی تردید خود ہی صاحب خیرات الحسان نے بطور جواب ایک سوال مقدر کے روایت مذکور کے بعد اس طرح پر کر دی ہے "ولا اشکال فی ذلک خلافا لمن ظنہ...... (الی اخرہ)...... وان الحاسدین لہ خسروا لہ خسرانا مبینا" اس تمام عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ "یہاں کوئی اشکال (شبہ) نہیں عائد ہو سکتا۔ جیسا کہ کسی نے گمان کیا ہے کیوں کہ گاہ بگاہ سنت کے مقابلہ میں ایک ایسا امر بھی پیش آ جاتا ہے کہ وہاں سنت کا چھوڑ دینا بہتر ہوتا ہے کیوں کہ وہ دوسرا امر زیادہ اہم ہوتا ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ اظہار رفعت شان علماء ایک امر اہم مطلوب اور اعظم مقصود ہے اور پھر جب کہ دشمنان امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تذلیل اور بے خبر جاہلوں کی تفہیم کے لیے اس کی سخت حاجت تھی تو ایسا کرنا قنوت پڑھنے اور بسم اللہ کے جہر سے بہت بہتر تھا کیوں کہ وہ مختلف فیہ امور ہیں اور تعظیم علماء امر متفق علیہ ہے اور اس کا نفع عام اور قنوت و جہر بسم اللہ کا نفع خاص

ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جیسے کہ ان کی زندگی میں بہت حاسد تھے۔ وفات کے بعد بھی بہت تھے حتی کہ آپ کو سخت ایذا دی گئی اور آپ کے قتل میں سخت کوشش کی گئی اور کوئی دقیقہ آپ کی بے تعظیمی کا باقی نہ چھوڑا۔ پس آپ کی تعظیم قائم رکھنے کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے پیشوائے دین کی طرف سے ایسے فعل کا ظہور بہت ضروری تھا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کسی امر کا بیان فعل کے ساتھ قولی بیان سے زیادہ موثر ہوتا ہے کیوں کہ دلالت فعل عقلی ہوتی ہے اور دلالت قول وضعی ہوتی ہے۔ جس میں تخلف مدلول ہونا بھی متصور ہو سکتا ہے اور فعل میں ایسا ہونا ناممکن نہیں۔ مثلاً زید کا اپنے کرم پر فعل کرم سے دلیل لانا اس کے برابر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے کرم پر صرف قول سے دلیل قائم کرنا چاہے کہ میں کریم ہوں جب یہ تمہید قائم ہو چکی تو بات بالکل واضح ہو گئی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فعل قنوت اور جہر بسم اللہ سے بہت بہتر تھا جس سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزید ادب کا اظہار مطلوب تھا اور اس سے آپ کے شرف وعلو کا ثبوت دینا تھا اور ظاہر کرنا تھا کہ آپ ان ائمہ دین سے ہے جن کی اقتداء اہل اسلام پر فرض ہے اور آپ کی تعظیم وتوقیر سب پر واجب اور آپ اس درجہ کے امام تھے کہ بعد وفات بھی آپ کے مزار کے سامنے آپ کے ادب کے لحاظ سے ایسے فعل کے کرنے سے حیا کرنا چاہیے جو آپ کے قول کے برخلاف ہو۔ چہ جائیکہ آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے ایسا کیا جائے اور یہاں سے ثابت ہوا کہ آپ کے مخالف حاسد سخت گمراہ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ کے مصداق ہیں۔"

چونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد وفقیہ النفس مسلم الثبوت ہونے کی نسبت ہم مفصل بحث کر چکے ہیں اور مع ائمہ ثلاثہ کے ۴۹ شہادتیں بڑے بڑے نامی گرامی محدثین کی درج کر چکے ہیں اس لیے اب ہمیں تھوڑی سی توجہ اپنے دوست میاں حیدر آبادی کے اس نرالے قول کی طرف بھی کرنا چاہیے جو اس نے یہ لکھا ہے کہ امام بخاری اور مسلم بھی مجتہد ہیں اور ان کا اجتہاد مسلم الثبوت ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ میاں حیدر آبادی کو مجتہد و محدث کی تعریف سے بھی آگاہی نہیں۔ ورنہ وہ اس مغالطہ میں پڑ کر اجتہاد کو ایک

بازیچہ طفلاں نہ سمجھ لیتا جیسا کہ مرزائیوں نے الہام ونبوت کو ایک کھیل سمجھا ہوا ہے۔

مجتہد کون ہوسکتا ہے؟

واضح رہے کہ کوئی عالم خواہ وہ کیسا ہی متبحر فی العلم کیوں نہ ہو۔ مجتہد کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ تاوقتیکہ اس میں حسب ذیل شرطیں نہ پائی جائیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بحوالہ امام بغوی ورافعی وغیرہ کے اپنی کتاب عقد الجید کے ص۵ میں اس طرح پر لکھا ہے:

"قال البغوی والمجتهد من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عز وجل و علم سنة رسول الله ﷺ و اقاویل علماء السلف من اجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس وهو طريق استنباط الحكم من الكتاب والسنة اذا لم يجده صريحا فى نص كتاب او سنة او اجماع فيجب ان يعلم من علم الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحكم والمتشابه والكراهة والتحريم والاباحة والندب والوجوب ويعرف من السنة هذه الاشياء ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة حتى لو وجد حديثًا يوافق ظاهره الكتاب يهتدى الى وجه محمله فان السنة بيان الكتاب ولا يخالفه انما يجب معرفة ما ورد منها فى احكام الشرع دون ما عداها من القصص والاخبار والمواعظ وكذالك يجب ان يعرف من علم اللغة ما اتى فى كتاب او سنة فى امور الاحكام دون الاحاطة بجميع لغات العرب وينبغى ان يتخرج فيها بحيث يقف على مرام كلام العرب فيما يدل على المراد من اختلاف المحال والاحوال لان الخطاب ورد بلسان العرب فمن لم يعرف ولا يقف على مراد الشارع ويعرف اقاويل الصحابة والتابعين فى الاحكام و معظم فتاوى

لفقهاء الامة حتی لايقع حكمه مخالفا لاقوالهم فيكون فيه خرق الاجماع واذا عرف من كل من هذه الانواع معظمة فهو حينئذ مجتهد ولا يشترط معرفة جميعها بحيث لايشذ عنه شیء منها واذا لم يعرف نوعا من هذه الانواع واذا لم فسبيله التقليد وان كان متبحرا(۱) فی مذهب واحد من احاد ائمة السلف فلا يجوز له تقلد القضاء ولا الترصد للفتيا"

یعنی ''مجتہد وہ ہوتا ہے جو پانچ قسم کے علوم کا جامع ہو اول علم قرآن کا، دوم علم سنت (حدیث) کا، سوم اقوال علماء سلف کے اجماع واختلاف کا، چہارم علم لغت کا، پنجم علم قیاس کا، اور قیاس سے وہ طریق استنباط حکم مراد ہے کہ جب کوئی حکم صریح طور پر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ یا اجماع میں نہ مل سکتا ہو تو اس کو بذریعہ قیاس کے قرآن، حدیث یا اجماع سے استنباط کیا جائے پس مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم قرآن سے ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفسر، خاص وعام، محکم ومتشابہ، کراہت وحرمت، اباحت، مستحب اور وجوب کو جانتا ہو۔ اور حدیث سے بھی علاوہ علم امور بالا کے صحیح وضعیف، مسند ومرسل (رواۃ کی قوۃ وضعف) کو علم سے پہچان سکتا ہو اور نیز حدیث کو کتاب اللہ اور کتاب اللہ کو حدیث پر ترتیب دینے کی بھی اس کو لیاقت ہو حتی کہ اگر کوئی ایسی حدیث مل جائے جو اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے قرآن کے مطابق نہیں ہے تو اس کی وجہ تطبیق معلوم کر سکتا ہو کیوں کہ حدیث قرآن شریف کا بیان ہے نہ اس کے مخالف

---

(۱) دیکھو میاں حیدر آبادی کی یہ تحریر مندرجہ اخبار اہل حدیث ۲۶ مارچ ۱۹۰۹ء ص ۵ کالم نمبر ۲ تقلید وہ کرے جسے کچھ معلوم نہ ہو اور خود ایڈیٹر اہل حدیث کی تحریر مندرجہ اخبار ۱۲ اپریل ۱۹۰۹ء ص ۳ کالم نمبر ۲ کہ تقلید کرنا تو جاہل کا کام ہے کہ نہ کہ عالم کا'' کس قدر علماء ربانی کی تصریحات مسلمہ کے برخلاف ہے اور پھر اس پر یہ دعویٰ کہ ہم جو کچھ لکھتے ہیں اصول فقہ کے مطابق لکھتے ہیں عوام کو سراسر دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

اور مجتہد کو صرف ان احادیث (۱) کو پہچاننا ضروری ہے جو احکام شرع میں وارد ہوئی ہوں نہ وہ جو قصص اور اخبار اور مواعظ میں وارد ہوں ایسا ہی علم لغت سے ان لغات کا جاننا ضروری ہے جو قرآن وحدیث کے اندر احکامی امور میں وارد ہوں۔ تمام لغات عرب کا احاطہ ضروری نہیں۔ اور مجتہد کو اس میں اس قدر محنت کرنی ضروری ہے کہ کلام عرب کے اصل مقصود سے آگاہ ہو جائے کہ مختلف محل اور مختلف احوال میں اس سے کیا مراد ہوتی ہے۔ کیوں کہ خطاب الٰہی تو عربی زبان میں ہی وارد ہوا ہے پھر جو شخص لغت کو نہ جانتا ہو وہ مراد شارع سے کس طرح واقف ہو سکتا ہے؟ یہ بھی ضروری ہے کہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین جو دربارہ احکام ہوں جانتا ہو۔ اور فقہاء امت کے بڑے بڑے فتاویٰ کا علم بھی رکھتا ہو تا کہ اس کا حکم ان کے اقوال کے برخلاف واقع نہ ہو کیوں کہ اس میں اجماع کا توڑنا ہے اور جب ان اقسام سے ہر ایک کے معظم کو جان لیا۔ تو اب یہ شخص مجتہد ہے تمام امور سے اس طرح کی واقفیت کی شرط نہیں ہے کہ کوئی جزدی بات بھی باقی نہ رہ جائے اور جب ان اقسام سے کسی ایک نوع کو بھی نہ جانتا ہو تو اس کو تقلید سے چارہ نہیں۔ اگر چہ وہ ائمہ مسلمین کے کسی مذہب میں عالم تبحری کیوں نہ ہو پس ایسے شخص کو قاضی ہونا یا فتوے دینے کا امیدوار ہونا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح حافظ ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین میں جو غیر مقلدین کے نزدیک کالوحی من السمآء ہے لکھا ہے لایجوز (۲) لاحد ان یاخذ من الکتاب

---

(۱) ایسی احادیث تخمیناً ۳ ہزار اور آیات قرآنی ۵ سو ہیں اور باقی قرآن واحادیث میں جو کچھ ہے وہ قصص، اخبار، مواعظ وغیرہ ہے۔ دیکھو نور الانوار ص ۴ کی عبارت والمراد من الکتاب بعض الکتاب وھو مقدار خمس مائۃ ایۃ لانہ اصل الشرع والمعانی قصص ونحوھا والمراد من السنۃ بونھا وھو مقدار ثلاثۃ الاف علی ما قالوا . نور الانوار.

(۲) اس سے اخبار اہل حدیث یکم جنوری ۱۹۰۹ء ص ۶ کی یہ تحریر غلط بلکہ دروغ ثابت ہوتی ہے کہ علماء اہل حدیث نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابوداؤد ہو تو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے۔

والسنة ما لم يجتمع فيه شروط الاجتهاد ومن جميع العلوم یعنی کسی کو جائز نہیں کہ کتاب وسنت سے بطور خود کچھ اخذ کرے جب تک اس میں اجتہاد کی شرطیں جمع نہ ہوں اور ہر قسم یعنی صرف ونحو، لغت، محاورات، محکم ومتشابہ، ناسخ ومنسوخ اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے اقوال کا علم نہ ہو مطلب یہ کہ کتاب وسنت سے استدلال خاص مجتہد کی شان ہے اور جس کو یہ رتبہ نصیب نہ ہو خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو اس پر مجتہد کی تقلید لازم ہے۔

"پس جب کہ تصریحات بالا سے صاف ثابت ہے کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف ایسا ہی عالم فاضل شخص مجتہد کے درجہ رتبہ کو پہنچ سکتا ہے جس میں مکمل شرطیں مندرجہ بالا مع متعلقات کے پائی جائیں اور جس عالم میں کسی شرط کی ایک قسم کی بھی کمی رہے تو وہ ہرگز مجتہد کے رتبہ کو پا نہیں سکتا۔ خواہ کتنا ہی علم اس کو حاصل ہو، چنانچہ اس بات کی تصریح خود غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے ہی ابجد العلوم کے ص ۲۳۸ میں اس طرح پر کر دی ہے:

"ان معرفة التواتر ولاحاد والناسخ والمنسوخ وان تعلقت بعلم الحديث لكن المحدث لا يفتقر اليه لان ذلك من وظيفة الفقيه لانه يستنبط الاحكام من الاحاديث فيحتاج الى معرفة التواتر والاحاد والناسخ والمنسوخ فاما المحدث فوظيفة ان ينقل ويروى ما سمعه من الاحاديث كما سمعه فان تصدى لما رواه فزيادة فى الفضل"

یعنی "تحقیق پہچاننا حدیث متواتر واحاد اور ناسخ ومنسوخ کا اگرچہ علم حدیث کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ لیکن محدث اس کی طرف محتاج نہیں ہوتا کیوں کہ یہ کام فقیہ (مجتہد) کا ہے کیوں کہ وہ احادیث سے احکام نکالتا ہے پس محتاج ہوتا ہے طرف معرفت تواتر واحاد اور ناسخ ومنسوخ کے لیکن محدث پس کام اس کا نقل وروایت کرنا حدیث مسموعہ کا ہے۔ جیسی کہ سنی ہے پس اگر اپنی روایت کے لیے معرفت تواتر وغیرہ کی طرف متوجہ ہو تو یہ فضیلت میں زیادتی ہے۔"

امام ترمذی شاگرد امام بخاری بہ نسبت محدثین کے فقہاء کے اعلم بمعانی احادیث ہونے کے اپنی صحیح کے باب غسل المیت میں اس طرح پر شہادت دیتے ہیں:

"وکذلک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث"

یعنی "فقہاء بہ نسبت محدثین کے حدیث کے معانی جاننے میں بہت عالم ہیں۔"

علاوہ اس کے شہادت نمبر ۲ میں امام اعمش متوفی ۱۴۷ھ کا قول "یامعشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ" گزر ہی چکا ہے جس میں وہ گروہ فقہاء کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدثین دوا فروش۔

نیز کتاب امام موفق (ج ۲ ص ۴۷) میں مروی ہے:

"عن محمد بن سعد ان سمعت من حضر یزید بن ھارون وعندہ یحیی بن معین وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل وزھیر بن حرب وجماعۃ اخرون اذ جاءہ مستفت فیسألہ عن مسئلۃ فقال لہ اذھب الی اھل العلم قال فقال لہ ابن المدینی الیس اھل العلم والحدیث عندک قال اھل العلم اصحاب ابی حنیفۃ وانتم صیادلۃ"

یعنی "محمد بن سعدان سے روایت ہے کہ میں نے اس شخص سے جو یزید بن ہارون کی مجلس میں حاضر تھا۔ سنا ہے کہ ان کے پاس یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی (استاد امام بخاری) اور احمد بن حنبل (امام مجتہد) اور زہیر بن حرب اور دوسرے علماء کی جماعت بیٹھی تھی کہ آپ (یزید بن ہارون) کے پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جاؤ۔ اس پر ابن مدینی نے ان سے کہا کیا آپ کے پاس اہل علم و حدیث بیٹھے ہوئے نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اہل علم تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب ہیں اور آپ لوگ صرف دوا فروش ہیں۔"

پس اس سے اور اس سے پہلی تصریحات سے صاف ثابت ہے کہ عموماً بڑے بڑے محدثین قدیماً و حدیثاً مجتہد مطلق نہ تھے اور دیگر علوم جن کی مہارت سے قرآن و حدیث کے معانی میں تدبر و تفقہ کی مدد مل سکتی ہے اور مجتہد کے لیے ان کی اشد ضرورت

ہوتی ہے وہ علاوہ ہے یہ عطیہ الٰہی تو صرف ائمہ مجتہدین اربعہ کے لیے ہی مخصوص تھا کہ وہ محدث کامل اور فقیہ مکمل تھے۔ جیسا کہ دوسری ہی شہادت میں امام اعمش کا قول بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح پر گزر چکا ہے: "ولنت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین" یعنی "تم نے اے ابو حنیفہ دونوں طرف (فقہ و حدیث) سے بہرہ وافر حاصل کیا ہے۔

اسی طرح شہادت نمبر ۳۲ میں ابا سفیان حمیری کا یہ قول گزر چکا ہے:

"انہ حبر الامۃ تھیالہ مالم یتھیاء لاحد من کشف المسائل الفقہ وتفسیر الاحادیث المبھمۃ"

"ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امت محمدیہ ﷺ کے بڑے امام تھے، مسائل فقہ کے حل کرنے اور احادیث مبہمہ کی تفسیر کرنے میں جو درجہ ان کو حاصل تھا وہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔"

پس اسی واسطے مولوی خرم علی نے بھی جو غیر مقلدین کے پیشوا خیال کیے جاتے ہیں۔ ترجمہ مشارق الانوار کے ص ۱۶۰ میں اس طرح پر لکھا ہے: "اجتہاد کرنا عالم کا کام نہیں۔ اس کو بہت علم اور فہم تیز چاہیے اسی واسطے اہل سنت میں اماموں کے مذہب مقرر ہو گئے ان کے برابر اب تک کسی کو علم اور فہم حاصل نہیں علاوہ اس کے ان کا زمانہ حضرت ﷺ کے زمانہ سے بہت قریب تھا جو حضرت کے وقت کی رسم اور عادت تھی اور اس وقت کی بول چال کا طریق وہ لوگ ہی سمجھتے تھے اس وقت کے عالموں کو سمجھنا نہایت مشکل ہے"

شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب انصاف کے ص ۶۷ میں لکھا ہے:

"فانہ معدود فی طبقات الشافعیۃ وممن ذکرہ فی طبقات الشافعیۃ الشیخ تاج الدین السبکی وقال انہ تفقہ بالحمیدی والحمیدی تفقہ بالشافعی واستدل شیخنا العلامۃ علی ادخال البخاری فی الشافعیۃ بذکرہ فی طبقاتھم وکلام النووی الذی ذکرناہ شاھد لہ"

یعنی "امام بخاری طبقات شافعیہ میں شمار کیے گئے ہیں اور جن لوگوں نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے ان میں سے شیخ تاج الدین سبکی ہیں انہوں نے کہا ہے

کہ بخاری نے فقہ حمیدی سے سیکھی اور حمیدی نے امام شافعی سے فقہ سیکھی اور ہمارے استاد علامہ نے بخاری کے شافعیوں میں داخل کرنے پر یہ حجت پکڑی ہے کہ تاج الدین سبکی نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے اور نووی کا کلام جو ہم نے ذکر کیا اس امر کا شاہد ہے۔

اور مقدمہ قسطلانی کے ص ۳۸ میں لکھا ہے: "وقال التاج السبکی و ذکرہ یعنی البخاری ابو عاصم فی طبقات اصحابنا الشافعیۃ"

یعنی "تاج الدین سبکی نے کہا ہے کہ ابو عاصم نے بخاری کو علمائے شافعیہ میں شمار کیا ہے"

اب امام بخاری کے امام شافعی کے مذہب کی طرف منسوب اور اس میں داخل ہونے کی حقیقت بھی سن لیجے جو شاہ صاحب ؒ اس طرح پر لکھتے ہیں:

"ومعنی انتسابہ الی الشافعی انہ جری علی طریقتہ فی الاجتھاد واستقراء الادلۃ وترتیب بعضھا علی بعض ووافق اجتھادہ اجتھادہ واذا خالف احیانا لم یبال بالمخالفۃ ولم یخرج عن طریقتہ الا فی المسائل وذلک لا یقدح فی دخولہ فی مذھب الشافعی ومن ھذا القبیل محمد بن اسمٰعیل البخاری"

یعنی "منسوب بہ شافعی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اجتہاد اور دلیلوں کی تلاش کرنے اور بعض کو بعض پر مرتب کرنے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے طریق پر چلا اور اس کا اجتہاد امام کے اجتہاد سے موافق پڑا اور اگر کہیں مخالف ہوا تو مخالفت کی پروا نہیں کی اور امام کے طریقہ سے بجز چند مسائل کے خارج نہیں ہوا اور یہ امر اس کے شافعی مذہب میں داخل رہنے کا خلل انداز نہیں اور محمد بن اسمٰعیل بھی اسی قسم کے مقلدین شافعی سے ہیں۔

پس جب کہ حسب قرارداد و تصریحات ان علماء متقدمین کے جو بوجہ قرب زمانہ کے امام بخاری کے علم، فقہ، استنباط مسائل وغیرہ حالات سے کما ینبغی واقف تھے۔ وہ امام بخاری کو علمائے شافعیہ میں شمار کرتے ہیں اس لیے اس زمانہ کے غیر مقلدوں کے

علماء وامامان مساجد جو عوام میں ان کو مجتہد مستقل ثابت کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں تو یہ امر محض ان کی خود غرضی ونفسانیت پر مبنی ہے کیوں کہ جب تک وہ امام بخاری کو اپنی طرف سے امام شافعی کے ربقہ تقلید سے نکال کر مجتہد مستقل ثابت نہ کر لیں خود کس طرح مجتہد بن سکتے ہیں اور دینی مسائل میں فتویٰ دینے کے لیے مسند مشیخت پر متمکن ہو سکتے ہیں جن کا یہ قول ہے کہ "جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابوداؤد ہو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے حالانکہ ان کے اعلیٰ امام مرشد حافظ ابن قیم حنبلی متوفی ۷۲۳ھ اپنی کتاب اعلام الموقعین میں صاف لکھ گئے ہیں: "لا یجوز لاحد ان یاخذ من الکتاب والسنة ما لم یجتمع فیہ شروط الاجتهاد ومن جمیع العلوم"

یعنی "کسی کو جائز نہیں کہ قرآن وحدیث سے بطور خود کوئی مسئلہ اخذ کرے تاوقتیکہ اس میں اجتہاد کی شرطیں جمع نہ ہوں۔ اور تمام علوم میں ماہر نہ ہو۔ دیکھو متقدمین علمائے اہل حدیث کی قرارداد اور زمانہ حال کے مدعیان اہل حدیث کی کاروائی میں کس قدر بعد المشرقین و المغربین ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

نوٹ:

یہاں تک حیدرآبادی کے دوسرے مضمون کا جواب مکمل ہوا اب اس کے دوسرے اعتراضات کے جواب دیے جاتے ہیں۔

ردمطاعن امام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

حیدر آبادی طاعن نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت رسالہ اہل الذکر میں جس قدر اعتراض کر کے ناحق اپنی عاقبت خراب کی ہے اگرچہ ان کے مجملاً جواب خود ائمہ ثلاثہ اور محدثین کبار کی شہادت ہائے مذکورہ بالا اہل علم بخوبی سمجھ سکتے ہیں لیکن تاہم اس کی خاطر ہم اس کے اعتراضات کی ترتیب وار مفصل قلعی کھولنا اس لیے بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ شاید اس کو اپنے کیے سے ندامت ہو کر آئندہ توبہ کی ہدایت اور من عادلی ولیا کی وعید شدید مرویہ صحیح بخاری سے نجات حاصل ہو۔

اعتراض نمبر ۱:

شرح مسلم الثبوت سے ثابت ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو حدیث کا جاننا کافی اور ضروری ہے لیکن امام صاحب کا اس قدر جاننا کسی کتاب حنفیہ سے ثابت نہیں اگر ہوتا ہے تو نمبر وار ذکر کرو۔ اور نیز شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مجتہد کو علم اصول سے واقف ہونا ضروری ہے لیکن یہ شرط تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل مفقود تھی کیوں کہ علم اصول کے مدون دت امام شافعی ہوئے ہیں جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے روز پیدا ہوئے۔ مفتتم میں لکھا ہے مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ تین لاکھ یا پانچ لاکھ حدیث کو جانے۔ یہ شرط امام احمد و مالک و اصحاب صحاح ستہ خصوصاً امام بخاری میں علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے لیکن امام صاحب کو اتنے احادیث کہاں یاد تھے۔

جواب:

معلوم ہوتا ہے کہ وہابی دوست نے کبھی شرح مسلم کو نہیں دیکھا صرف سنا سنایا خلاصہ اس کا لکھ دیا ہے کہ مجتہد کے لیے پانچ سو احادیث کا جاننا کافی ہے ورنہ اصل مجتہد کے لیے ۵۰۰ سو آیت اور تین ہزار احادیث کا جاننا ضروری ہے جیسا کہ نور الانوار کے صفحہ۲ میں لکھا ہے:

"والمراد من الكتاب بعض الكتاب وهو مقدار خمس مائة آية من اصل الشرع والباقي قصص ونحوها وهكذا المراد من السنة بعضها وهو مقدار ثلاثة آلاف على ما قالوا"

یعنی مجتہد کے لیے جو کتاب وسنت کا جاننا ضروری ہے سو کتاب سے مراد تقریباً ۵۰۰ سو آیات قرآنی ہیں جو اصل شریعت (کے احکام پر مشتمل) ہیں اور باقی قصص مواعظ اور اخبار وغیرہ ہیں۔ اسی طرح سنت میں سے تین ہزار احادیث ہیں جو اصل شریعت (کے احکام پر مشتمل) ہیں اور باقی اخبار وقصص اور مواعظ وغیرہ ہیں اور نور الانوار وغیرہ کی یہ تصریح دراصل اس قول (وعلم کتاب اللہ وعلم سنت رسول اللہ ﷺ) کی تفسیر ہے۔ وسیف الصارم کے صفحہ ۲۲ میں مجتہد مستقل کی شروط ہیں بحوالہ عقد الجید امام بغوی سے منقول ہوا ہے پس جب مجتہد کے لیے تین ہزار احکامی احادیث کا جاننا ضروری ثابت ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ شرط بوجہ اکمل واتم امام اعظم میں پائی جاتی تھی اور معترض جو اپنی بے علمی اور ناواقفی سے انکار کر کے کہتا ہے کہ اس قدر احادیث کا امام اعظم کا جاننا کسی کتاب حنفیہ سے ثابت کرو ہماری کتاب حنفیہ کو چھوڑ بقول والفضل ما شهدت به الاعداء کے کتب علمائے شافعیہ وغیرہ سے ہی امام موصوف کا تین ہزار کیا بلکہ کثیر الحدیث ہونا ثابت ہے۔

علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (ج اص ۱۵۱) میں اس طرح پر لکھا ہے:

ابو حنيفة الامام الاعظم فقيه العراق رائى انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة وحدث عن عطاء ونافع و عبدالرحمن بن هرمز الاعرج وعدى بن ثابت وسلمة بن كهيل وابى جعفر محمد بن على و قتادة وعمرو بن دينار وابى اسحاق وخلق كثير وحدث عنه وكيع و يزيد بن هارون وسعد بن الصلت وابو عاصم و عبدالرزاق وعبدالله بن موسى وابو نعيم وابو عبدالرحمن المقرى وبشر كثير وكان اماما ورعا عالمًا عاملًا متعبداً كبير الشان قال ابن المبارك ابو حنيفة افقه

الناس وقال الشافعی الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفۃ وقال ابو داؤد ان ابا حنیفۃ کان اماما انتہی مخلصا

یعنی امام اعظم ابو حنیفہ فقیہ عراق نے کئی دفعہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی کو جب کہ وہ کوفہ میں آئے تھے دیکھا اور حدیث بیان کی عطا بن ابی رباح ونافع وعبد الرحمن بن ہرمز الاعرج وعدی بن ثابت وسلمہ بن کہیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادہ وعمرو بن دینار وابی اسحاق اور بہت خلقت سے اور ان سے حدیث بیان کی وکیع بن الجراح ویزید بن ہارون وسعد بن الصلت وابو عاصم وعبد الرزاق وعبد اللہ بن موسیٰ وابو عبد الرحمن مقری اور بہت آدمیوں نے اور تھے امام پرہیزگار، عالم، عامل، عابد، عظیم الشان، ابن مبارک نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ افقہ الناس تھے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ تمام آدمی فقہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وظیفہ خوار ہیں۔ اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ تحقیق ابو حنیفہ دین کے امام تھے اس طرح علامہ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب عقود الجمان میں ایک علیحدہ باب باندھا ہے جس کا عنوان یہ ہے "الباب الثالث والعشرون فی بیان کثرۃ حدیثہ وکونہ من اعیان الحفاظ" یعنی باب تئیسواں ۲۳ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کثیر الحدیث اور بڑے حفاظ میں سے ہونے کے بیان میں ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ فن حدیث میں حفاظ میں کون شمار ہو سکتا ہے۔ سو محدثین کی اصطلاح میں حافظ اس شخص کو کہتے ہیں جس کو ایک لاکھ حدیث سنداً ومتناً یاد ہو پھر متعصب مخالف کا یہ کہنا کہ امام صاحب کو بہت تھوڑی احادیث یاد تھیں اور اس لیے آپ مجتہد نہ تھے ایسی بات ہے کہ کوئی دشمن دین بھی منہ سے نہیں نکال سکتا۔

امام صاحب کے مشائخ چار ہزار تھے:

علاوہ ازیں اس بات کا اندازہ کہ امام صاحب کو کس قدر احادیث معلوم تھیں اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے مشائخ کی تعداد جن میں تابعین وتبع تابعین ہیں چار ہزار تک ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان کے ص ۲۶ میں لکھا ہے:

"الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث مزانہ اخذ اربعۃ آلاف شیخ

من ائمة التابعين وغيرهم ومن ثمه ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ من المحدثين ومن زعم قلة اعتنائه بالحديث فهو اما لتساهله او حسده اذ كيف يتاتى لمن هو كذلك استنباط من المسائل التي لا تحصى كثرة مع انه اول من استنبط من الادلة على الوجه المخصوص المعروف في كتب اصحابه رحمهم الله"

یعنی پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے چار ہزار مشائخ ائمہ تابعین سے حدیث کو اخذ کیا اور اسی لیے امام ذہبی وغیرہ نے ان کا ذکر تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ آپ حدیث کی کم پرواہ کرتے تھے وہ اپنے تساہل یا حسد کی وجہ سے کہتا ہے کیوں کہ ایسے شخص سے کس طرح مسائل لَاتُحْصٰی وَلَاتُعَدُّ کا استنباط ہو سکتا ہے باوجود اس کے کہ آپ ہی پہلے وہ شخص جنہوں نے استنباط دلائل اس مخصوص وجہ سے کیا ہے جو آپ کے شاگردوں کی تصانیف میں ہے اور یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ چار ہزار کی تعداد یوں ہی تخمینا بتائی گئی ہے بلکہ امام موفق بن احمد مکی، جلد اول کے صفحہ ۳۹ سے ۵۳ اور علامہ کردری نے صفحہ ۷۰ سے ۸۰ تک بہ ترتیب حروف تہجی ان کے مشائخ کے ترتیب وار نام وغیرہ بھی لکھ دیے ہیں جو شخص اس کی تصدیق کرنا چاہے ہر دو کتاب مذکورہ دیکھ لے۔

اب ظاہر ہے کہ جس شخص کے استاد حدیث کے چار ہزار ہوں وہ کس قدر احادیث کا جاننے والا ٹھہرے گا اگر فی شیخ سو احادیث کا لینا بھی فرض کر لیا جائے تو چار لاکھ حدیث کے آپ حافظ ثابت ہوتے ہیں ہمارے دوست میاں حیدر آبادی اہل الذکر کے صفحہ ۱۱ پر تسلیم کرتے ہیں کہ امام شافعی ؒ باقی ائمۃ الحدیث سے اعلم تھے حالانکہ ان کے مشائخ حدیث گنتی میں صرف اسی (۸۰) ثابت ہوتے ہیں۔

چنانچہ علامہ موفق بن احمد مکی نے اپنی کتاب کی جلد اص ۳۸ میں لکھا ہے:

"حكى عن ابي عبدالله بن ابي حفص الكبير انه وقع منازعة في زمنه بين اصحاب ابي حنيفة وبين اصحاب الشافعي فجعل اصحاب

الشافعی یفضلون الشافعی علی ابی حنیفة فقال ابو عبداللہ بن ابی حفص عدد المشائخ الشافعی کم هم فعدوا فبلغوا ثمانین ثم عدوا مشائخ ابی حنیفة من العلماء والتابعین فبلغوا اربعة الآف فقال عبداللہ هذا من ادنٰی فضائل ابی حنیفة"

یعنی ابوعبداللہ بن ابی حفص کبیر سے روایت ہے کہ ان کے وقت میں ایک دفعہ امام صاحب اور امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں تنازع ہوا امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردان کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ترجیح دیتے تھے۔ ابوعبداللہ نے کہا امام شافعی رحمہ اللہ کے مشائخ کا شمار کرو کہ وہ کس قدر ہیں جب شمار کیا گیا تو اسی (۸۰) نکلے پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشائخ کا شمار ہوا تو ان کی تعداد چار ہزار ثابت ہوئی پھر ابوعبداللہ کہنے لگے یہ امام صاحب کے ادنیٰ فضائل سے ہے۔

امام صاحب کے شاگردوں کی تعداد:

اسی طرح جن لوگوں نے امام صاحب سے حدیث روایت کی ہے ان کی بھی تعداد کثیر ثابت ہوتی ہے چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۲۶ میں ہے:

"الفصل الثامن فی ذکر الاخذین عنه الحدیث والفقه قیل استیعابه متعذر لایمکن ضبط ومن ثم قال بعض الائمة لم یظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورین مثل ما ظهر لابی حنیفة من الاصحاب والتلامیذ ولم ینتفع العلماء وجمیع الناس مثل ما انتفعوا به وباصحابه فی تفسیر الاحادیث المشتبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضایا والاحکام جزاهم اللہ خیرًا وقد ذکر منهم بعض متاخری المحدثین فی ترجمة نحو ثمانمایة مع ضبط اسمائهم ونسبهم بما یطول ذکره"

یعنی امام صاحب سے جن لوگوں نے حدیث وفقہ کو اخذ کیا ان کی تعداد کا ضبط کرنا مشکل ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ کسی امام اسلام کے اس قدر اصحاب وتلامیذ نہیں ہوئے جتنے امام صاحب کے ہیں اور علمائے دین وعوام الناس نے جس قدر نفع آپ

سے اور آپ کے اصحاب سے حاصل کیا ہے اور کسی سے ایسا حاصل نہیں کیا ہے
احادیث مشکلہ کی تفسیر اور مسائل مستنبط و احکام وقضایا کے متعلق بعض ما ہر
محدثین نے آٹھ سو آپ کے شاگردوں کی فہرست لکھی ہے جس میں ان کا نام
مفصل لکھا ہے ایسا ہی حافظ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۹ سے ۱۱ تک
اصحاب ابی حنیفہ رحمہ اللہ کی اسم وار فہرست لکھی ہے اور کردری نے اپنی کتاب کے صفحہ
۲۱۹ سے ۲۴۳ تک اصحاب ابی حنیفہ کے شاگردوں کے اسماء کی فہرست بہ تفصیل مقام
سکونت بیان کی ہے جن میں سے عبداللہ بن یزید مقری کی نسبت صفحہ ۲۱۹ پر لکھا ہے کہ
صرف اس نے امام صاحب سے ۹۰۰ حدیث سنی تھی۔ وقس علی ھذا الباقین اب
آپ ہی خیال کریں کہ جب صرف ایک ہی شاگرد آپ کا ایسا ہے جس نے آپ سے
نو سو حدیث سنی ہے اور ایسے شاگرد سینکڑوں اور ہیں جن کی تعداد کا ضبط کرنا جاہل
مصنفین مشکل ہے تو پھر آپ کے تبحر فی الحدیث اور کثرت حفظ حدیث کا اندازہ
باانصاف ناظرین خود لگا سکتے ہیں اور یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص باوجود اس کے امام
صاحب کی نسبت یہ بات کہے کہ آپ حدیث نہیں جانتے تھے یا آپ سے بڑھ کر کوئی
دوسرا حافظ حدیث تھا اس کا قول کہاں تک راستی سے گرا ہوا ہے اور خیرات الحسان کے
صفحہ ۳۵ میں خلف بن ایوب سے جو امام ترمذی کے استاد ہیں اس طرح پر منقول ہے

"وقال خلف ھما ایوب صار العلم من اللہ تعالٰی الی محمد ﷺ ثم منه إلى اصحابه ثم منهم إلى التابعين ثم صار إلى ابی حنيفة واصحابه فمن شاء فليخط"

یعنی خلف بن ایوب فرماتے ہیں کہ علم درگاہ باری تعالٰی سے حضرت محمد رسول
اللہ ﷺ کو پہنچا پھر آپ کے اصحاب کو پھر ان سے تابعین کو پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان
کے اصحاب کے حصہ میں آیا پس جو چاہے اس پر خوش ہو جو چاہے خفا ہو الغرض امام
ہمام سراج الامۃ اور امام الائمہ تھے جو کچھ خدمت دین اسلام آپ سے اور آپ کے
اصحاب سے ہوئی کسی دوسرے امام سے ہرگز نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا

مذہب مشرق سے مغرب تک تمام اقطاع الارض میں پھیل گیا ہے اور اسی لے حافظ الحدیث عبداللہ بن داؤد الخریبی وغیرہ محدثین نے اہل اسلام کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ ان پر واجب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے دعا کیا کریں کیوں کہ انہوں نے ان کے لیے رسول خدا کی سنن اور فقہ کو محفوظ کیا ہے دیکھو شہادت ۴۱۔ وہابی دوست کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جو عالم مکثر الحدیث ہوتا ہے وہ بطریق اولی مجتہد ہوسکتا ہے کیوں کہ اگر ایسی صورت ہوتی تو بموجب اس روایت کے جو کتاب انصاف کے صفحہ ۳۳ میں اس طرح پر لکھی ہے۔

قال الشافعی لاحمد انتم اعلم بالاخبار الصحیحۃ منا فاذا کان خبر صحیح فاعلمونی حتی اذھب الیہ کوفیا کان او بصریا او شامیا.

یعنی امام شافعی نے امام احمد سے کہا کہ آپ صحیح حدیثیں ہم سے زیادہ جانتے ہیں پس اگر کوئی صحیح حدیث آپ کو معلوم ہو تو مجھے آپ اطلاع دیں کہ میں اس پر عمل کروں خواہ وہ کسی کوفہ یا بصرہ و شام کے رہنے والے سے آپ کو ملی ہو۔

امام احمد بن حنبل کو امام شافعی پر ترجیح ثابت ہوتی جو خود ہی بہ نسبت اپنے امام احمد کی اعلم باخبار صحیح ہونے کی شہادت دے رہے ہیں حالانکہ بعض محققین تو امام احمد کو مجتہد ہی قرار نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ وہ صرف حفاظ حدیث تھے اور امام شافعی کے بعد کوئی مجتہد مستقل نہیں ہوا۔ ہاں یہ امر کہ صرف حدیث میں حضرت امام ہمام کی بخاری و مسلم کی طرح چنداں بڑی ضخیم تصانیف موجود نہیں سو اس کی وجہ بھی علماء دین نے بیان کر دی ہے چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے:

"ولاجل اشتغالہ بھذا لاھم لم یظھر حدیثہ فی الخارج کما ان ابابکر و عمر رضی اللہ عنہما لما اشتغلا لمصالح المسلمین العامۃ لم یظھر عنہما من روایۃ الاحادیث مثل ما ظھر عمن دونھما حتی صغار الصحابۃ رضوان اللہ علیھم وکذالک مالک و الشافعی لم یظھر عنھما مثل ما ظھر عمن تفرغ للروایۃ ابی زرعۃ وابن نعیم لاشتغالھما لذلک

الاستنباط علی ان کثرۃ الروایۃ بدون الدرایۃ لیس فیہ کبیر مدح بل عقد لہ ابن عبد البصر بابًا فی ذمۃ ثم قال الذی علیہ فقہاء جماعا المسلمین علمائھم ذم الاکثار من الحدیث بدون تفقہ ولا تدبر وقال ابن اقل الروایہ تفقہ"

یعنی چونکہ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ ایک اہم کام استنباط مسائل دین میں مشغول تھے اس لیے آپ کی روایت حدیث کا زیادہ ظہور خارج میں نہ ہوا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کہ عامہ مسلمان کے مصالح اور انتظامی امور میں مشاغل تھے اس لیے ان سے روایت اور احادیث کا ظہور ایسا نہیں ہوا جیسا کہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہوا ہے اور ایسا ہی امام مالک و شافعی سے بھی اس قدر روایت حدیث کا ظہور نہیں ہوا۔ جیسا کہ ان محدثین سے ہوا جو اس کام کے لیے فارغ تھے جیسا کہ ابوزرعہ اور ابونعیم وغیرہ کیونکہ ائمہ مذہب استنباط مسائل کے کام میں محو تھے علاوہ یہ کہ کثرۃ روایت بغیر درایت کے موجب مدح نہیں ہے بلکہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب میں اس کی ذم میں علیحدہ باب باندھا ہے اور کہا ہے کہ فقہاء اور علماء اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ اکثار حدیث بدوں فقہ و تدبر امر مذموم ہے۔

بستان المحدثین کے صفحے میں امام مالک کا قول لکھا ہے۔

"لیس العلم کثرۃ الروایۃ انما ھو نور یضع اللہ فی القلب"

یعنی علم کثرت روایت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کسی دل کو عطا کرتا ہے۔

میزان الشعرانی کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے:

"وکان الامام حمدان بن سھل یقول لو کنت قاضیًا کلا من ھذین الرجلین من یطلب الحدیث ولا یطلب الفقہ او یطلب الفقہ ولا یطلب الحدیث ویقول انظروا الی الائمۃ المجتھدین کیف طلبوا الحدیث مع الفقہ ولم یکتفوا باحدھما"

یعنی امام حمدان بن سہل کہتے ہیں کہ اگر میں قاضی یعنی حاکم ہوتا تو البتہ ان دو آدمیوں میں سے ہر کو قید کرتا یعنی جو شخص حدیث کو طلب کرے اور فقہ کو طلب نہ کرے یا فقہ کو طلب کرے اور حدیث کو طلب نہ کرے اور فرمایا دیکھوائمہ مجتہدین کی طرف کہ کیسے انہوں نے حدیث کو فقہ کے ساتھ طلب کیا اور صرف ایک کے ساتھ ہی انہوں نے اکتفا نہیں کیا۔

الحاصل صاحب خیرات الحسان اور دیگر علمائے کرام نے اپنی تصریحات بالا میں جمل دیگر محدثین کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بذریعہ کتابت بازیابی روایت کے احادیث ظاہرنہ ہونے کی بڑی بھاری وجہ یہ بتادی ہے کہ چونکہ وہ دین محمدیہ ﷺ کی ایک بھاری خدمت یعنی تدوین فقہ اور اس کے ذریعہ سے سنن نبوی کے محفوظ کر دینے کے ایک اصل الاصول کام میں مشغول ہوئے تھے۔ جیسا کہ حضرات شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نے جو کچھ خدمت اسلام اور مسلمانوں کے اصلاح کی ہے وہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے قدر و قیمت میں مدارج بڑھ کر ہے جو صرف روایت کرنے میں مشغول رہے اور اسی وجہ سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے بمقابلہ دیگر ادنیٰ صحابہ کے حدیث کی روایت میں بہت ہی کمی پائی گئی ہے اگر یہ کہو کہ امام مالک و امام شافعی بھی تدوین فقہ میں مشغول ہوئے تھے پھر کیوں ان سے خارج میں احادیث کی روایت ہوئی ہے اس کا جواب علامہ ابن حجر نے خود ہی مجملاً یہ دے دیا ہے کہ اگرچہ تدوین فقہ کے قواعد و اصول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قائم کر دینے سے امام مالک و شافعی کو اپنی تدوین فقہ میں بہت کم محنت کرنی پڑی ہے مگر تاہم ان سے بہ نسبت دیگر محدثین کے جو صرف روایت کے لیے متفرغ تھے بہت کم احادیث ظاہر ہوئی ہیں۔

حیدر آبادی دوست نے یہ بالکل جھوٹ کہا ہے کہ اصول فقہ کے مدون امام شافعی صاحب تھے غالباً کتب اسلامیہ سے بالکل نابلد ہیں ورنہ ایسا کبھی نہ لکھتے آؤ تمہیں ہم بتائیں کہ علم شریعت واصول کے مدون کون تھے اگر اس بارہ میں کسی حنفی کتاب کا حوالہ دیں تو شاید تم نہ مانو۔ اس لیے ہم پہلے ایک شافعی المذہب بزرگ امام کی تصنیف سے

ثابت کرتے ہیں کہ علم اصول کے مدون امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تھے نہ شافعی رحمہ اللہ۔
حافظ جلال الدین سیوطی شافعی اپنی کتاب تبییض الصحیفہ ص ۳۰ میں لکھتے ہیں:

"هو اول من دوّن علم الشريعة ورتبه ابوابا ثم تابعه مالك بن انس في ترتيب المؤطا ولم يسبق ابا حنيفة احد لان الصحابة والتابعين لم يضعوا في علم الشريعة ابوابا مبوبة ولا كتبا مرتبة" یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کی تدوین کی اور اس کے ابواب مرتب کیے پھر ان کے تابع مالک بن انس کتاب موطا کی ترتیب دینے میں ہوئے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس بارہ میں کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے کیوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے علم شریعت میں کوئی ابواب یا کتب کی ترتیب نہیں دی اور علامہ موفق ابن احمد مکی نے اپنی کتاب کے جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ میں لکھا:

قال محمد بن الجعفر ابو يوسف صاحب ابي حنيفة و اول من وضع الكتب في اصول الفقه على مذهب ابي حنيفة

یعنی محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم اصول فقہ کے مدون کیے وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تھے تو پھر حیدر آبادی کا یہ کہنا کہ علم اصول سے واقفی کی شرط امام صاحب میں پائی نہیں جاتی سراسر اس کی جہالت کی دلیل ہے۔

اخیر میں حیدر آبادی نے جو بحوالہ مقدمہ یہ کہا ہے کہ مجتہد کے لیے تین یا پانچ لاکھ احادیث کا جاننا ضروری ہے اول تو یہ تعداد حقیقی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد کثرت احادیث کی ہے جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۳۹۹ میں لکھا ہے

"هذه الاعداد المذكور ليست على الحقيقة وانما المراد منها معنى الكثرة فقط"

کیوں کہ ۵ لاکھ احادیث کہاں ہیں اگر تمام جہاں کی احادیث جمع کی جائیں تو ۲۵ ہزار حدیث بھی صحیح ثابت نہیں ہوسکتیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے تمام جہاں

کی حدیث کی کتابوں سے احادیث کو نقل کر کے اپنی کتاب جمع الجوامع میں بطور استیعاب جمع کیا تھا اور پھر اس جمع الجوامع سے ۹۵۷ھ میں حضرت شیخ علی متقی نزیل مکہ مکرمہ نے ان احادیث کو ابواب فقہ پر مرتب کر اپنی کتاب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال میں جمع کیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی حدیث باقی رہنے نہیں دی اگر ان احادیث کو جن میں سب قسم کی احادیث صحیح حسن ضعیف، مرفوع موقوف، آثار صحابہ تابعین تبع تابعین شمار کیا جائے تو ان کی تعداد بمشکل ۵۰ ہزار تک پہنچتی ہے جو بحذف مکررات وسہ کرات کے صرف ۳۰۔۴۰ ہزار ہی رہ جاتی ہے اور پھر ان میں احکامی احادیث حسب تصریح محققین صرف تین ہزار ہیں یا اس کے قریب جن کا مجتہد کو جاننا ضروری ہے باقی اخبار قصص، فضائل، مواعظ وغیرہ وغیرہ ہیں اگر یہ کہو کہ امام بخاری وغیرہ محدثین نے جو یہ کہا ہے کہ ہم نے ۵ یا ۶ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے اپنی اپنی صحیح کو مرتب کیا ہے اگر اس قدر احادیث ان کو یاد نہیں تھیں تو پھر کیسے انہوں نے ایسا کہا اس کا جواب سہل ہے کہ ایک ایک حدیث کے کئی کئی طرق ہوتے ہیں جن میں بعض صحیح بعض حسن اور ضعیف باقسامہ ہوتے ہیں چنانچہ یہ امر ان لوگوں پر کہ جن کو احادیث سے کچھ مس ہے پوشیدہ نہیں ہے پھر انہیں طرق کے اعتبار و شمار پر متواتر مشہور، احاد، عزیز، غریب کا اطلاق احادیث پر کیا جاتا ہے پس اگر انہیں طرق کی برکت سے ۳۰۔۴۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہے ورنہ زیادہ کے مدعی ثابت کر دکھلائیں جس کا بار ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ دوم ۵ لاکھ حدیث کی تعداد مجتہد کے لیے نہیں ہے بلکہ اس مفتی کے لیے جو بلا اجتہادی طاقت اور اس کی امداد کے صرف روایت کے زور پر علم پر احادیث و آثار اور قضایائے صحابہ و تابعین وغیرہ سے جو سب حدیث کی تعریف میں داخل ہیں فتوے دینا چاہے جیسا کہ امام احمد کے جوابی قول مندرجہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۵ سے ظاہر ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شرعی مسائل میں فتویٰ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے اور اس کے لیے روایات اور معلومات کا بہت ذخیرہ مفتی کے دماغ میں موجود ہونا چاہیے بس امام احمد کی تصریح مذکور دراصل آپ لوگوں کی تردید اور تنبیہ میں واقع ہوئی

ہے جن کا خیال ہی یہ ہے کہ جس کے پاس صرف قرآن مجید اور سنن ابوداؤد ہو تو اس کو تمام دین کے مسئلوں کے لیے کافی ہے۔ دیکھو اخبار اہل حدیث یکم جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۲۔

اعتراض نمبر ۲:

ایک وقت امام شافعی رحمہ اللہ اور محمد بن حسن رحمہ اللہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں جھگڑا مباحثہ ہوا کہ ابوحنیفہ زیادہ عالم ہے کہ امام مالک اس مباحثہ میں امام شافعی نے کہا محمد تمہیں قسم خدا کی تم ہی بیان کرو کہ کون قرآن میں اعلم ہے تو امام محمد نے کہا اللھم صاحبکم (تمہارے صاحب امام مالک) پھر شافعی نے کہا محمد قسم خدا کی بتلاؤ سنت میں کون زیادہ عالم۔ محمد نے کہا اللھم صاحبکم یعنی امام مالک اس کے بعد امام شافعی نے کہا اب قیاس باقی رہا سو قیاس کوئی چیز نہیں یہ حکایت چند کتب تواریخ، طبقات میں مفصل ہے کتب متقدمین میں غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علم شافعی کا امام مالک سے اور علم امام احمد کا شافعی سے اور علم امام بخاری کا ان سب سے زیادہ تھا مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس درجہ میں بہت کم رہے سیاق ذکرہ۔

جواب:

وہابی دوست نے اس مکالمہ کی کوئی سند نہیں بتائی کہ کس کتاب میں مذکور ہے صرف زبان سے کہہ دینا کہ چند کتب تواریخ وطبقات میں یہ حکایت مفصل ہے کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ ان چند میں سے کسی ایک کا ہی نام لکھ دیا ہوتا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ تاریخ ابن خلکان میں یہ مکالمہ درج ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خان نے اتحاف النبلاء میں تاریخ ابن خلکان کا حوالہ دیا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ابن خلکان میں اس قصہ کا ہونا کوئی دلیل اس کی معتبری کی نہیں ہوسکتی کیوں کہ اول تو مصنف ابن خلکان قاضی شمس الدین ابی العباس احمد بن محمد ساتویں صدی کے مورخ تھے جنہوں نے ۶۷۲ھ میں اس کتاب کو لکھا اور اس میں بعض ایسی بے سند زبانی ائمہ کی باتیں سنی سنائی بھی لکھ دیں جو کسی کتاب میں پائی نہ گئی تھیں جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۲۳۸ میں لکھا ہے "فعمد الی

ترتیب علی حروف المعجم"

چنانچہ یہ قصہ بھی جو ابن خلکان نے اس طرح پر لکھا ہے قال الشافعی قال لی محمد بن حسین ایھما اعلم صاحبنا ام صاحبکم الخ ثابت ہوتا ہے کہ صرف سنا سنایا لکھ دیا ہے اور اس کی کوئی سند بیان نہیں کی کہ کس راوی نے یہ مکالمہ امام شافعی اور امام محمد کا روایت کیا ہے پس جب کہ اس کی کوئی سند ہی نہیں ہے تو پھر چار سو برس کے زمانہ کے پہلے کا حال بلا سند صرف اس بات پر کہ فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے کس طرح قابل اعتبار ہو سکتا ہے دوم اس قصہ کی بے اعتباری اس سے بھی ظاہر ہے کہ تین سال امام مالک کی شاگردی میں رہ کر دونوں کے مبلغ علم کا خوب موازنہ حاصل کر چکے ہوئے تھے اس لیے ان کو شاگرد امام شافعی سے جو صرف امام مالک کے ہی مبلغ علم سے بوجہ ان کی شاگردی کے واقف تھے امام ابو حنیفہ و امام مالک کے علم کے موازنہ کا سوال کرنا بالکل بے معنی بلکہ سراسر خلاف عقل و نقل تھا۔ سوم اس قصہ کا اگر کچھ بھی حاصل ہوتا تو ائمہ اربعہ کی کتب کے مناقب میں سے کسی کتاب میں تو ضرور اس کا کچھ نشان پایا جاتا اور یہ عجیب بات ہے کہ اصحاب مناقب تو اس قصہ سے بالکل ساکت رہیں اور ایک عام مورخ جو رطب و یابس کا جامع ہو اس قصہ کو بیان کر دے اور پھر طرفہ تر یہ کہ کوئی سند بھی ساتھ بیان نہ کرے چہارم یہ قصہ ائمہ مجتہدین محدثین کی متذکرہ بالا ۴۹ شہادتوں خصوصاً شہادت نمبر سوم کے بالکل منافی ہے جس میں حضرت ابن مبارک محدثین کے پیشوا جنہوں نے بوجہ شاگردی امام ابو حنیفہ و امام مالک کے دنوں کا زمانہ خوب دیکھا ہوا تھا اور ہر دو کے مبلغ علم کا موازنہ کماینبغی کیا ہوا تھا۔ امام ابو حنیفہ کی فضیلت پر اس طرح شہادت دیتے ہیں۔ لیس احد احق ان یقتدی بہ من ابی حنیفۃ لانہ کان اماما تقیا ورعا عالما فقیھا کشف العلم کشفا لم یکشفہ احد ببصر و فھم وفطنۃ وتقی

یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی تقلید کی جاوے کیوں کہ وہ ایک امام متقی، متورع، عالم، فقیہ تھے۔ جیسا کہ انہوں نے علم کو

اپنی بصارت، فہم، ادراک اور ارتقاء سے کھولا ہے ایسا کسی نے نہیں کھولا۔

دیکھو ابن مبارک کس قدر امام ابوحنیفہ ؒ کے مذہب کی عظمت و افضلیت ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک کوئی بھی مذہب بجز امام ابوحنیفہ ؒ کے مذہب کے اقتدا و تقلید کا زیادہ تر مستحق نہیں ہے پس اس شہادت اور نیز دیگر محدثین و علمائے کرام کی شہادتوں کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ محققین نے مذاہب اربعہ میں سے صرف امام ابوحنیفہ ؒ اور ان کے مذہب کو ہی ترجیح دی ہے۔

چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ کے صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے:

"عن الامام شمس الدين محمد بن العلاء الباهلي الشافعي و كان قد وصف بالحفظ و الاتقان انه كان يقول اذا سئلنا عن افضل الائمة نقول ابو حنيفة"

یعنی امام شمس الدین محمد بن العلاء باہلی شافعی جو حفظ و اتقان سے موصوف تھے فرماتے تھے کہ جب کوئی ہم سے پوچھے گا کہ ائمہ سے افضل کون ہے تو ہم یہی کہیں گے کہ ابوحنیفہ افضل ہیں۔ انصاف ہو تو ایسا ہی ہو کہ باوجود شافعی المذہب ہونے کے افضلیت کا سوال ہونے پر امام ابوحنیفہ ؒ افضل ہیں انصاف ہو تو ایسا ہی ہو کہ باوجود شافعی المذہب ہونے کے افضلیت کا سوال ہونے پر امام ابوحنیفہ ؒ ہی کو افضل بتایا جاتا ہے اور اصل واقعہ کو چھپایا نہیں جاتا۔

ایسے ہی کشف الظنون کے صفحہ ۲۰۲ میں مذاہب اربعہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح پر لکھا ہے:

"قال صاحب مفتاح السعادة و المذاهب المشهورة التى تلقها العقول بالصحة هي المذاهب الاربعة للائمة الاربعة ابى حنيفة و مالك و الشافعي و احمد بن حنبل ثم الاحق و الاولى من بينها مذهب ابى حنيفة ؒ لانه المتميز من بينهم بالاتفاق و الاحكام و جودة القريحة و قوة الراى فى استنباط الاحكام و كثرة المعرفة بالكتاب و السنة

وصحة الرای فی علم الاحکام الی غیرہ ذلک ینبغی لمن یقلد مذھبا معینا فی الفروع ان یحکم بان مذھبہ صواب و یحتمل الخطاء قطعًا"

یعنی صاحب مفتاح السعادت نے لکھا ہے کہ مذاہب مشہور جن کی صحت کو عقول نے قبول کیا ہے چار ہیں جو چاروں ائمہ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے ہیں پھر ان میں سے بہت حق اور بہتر مذہب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے کیونکہ ان میں سے اتفاق واحکام اور سب سے پہلے عمدہ استخراج مسائل اور استنباط احکام میں قوت رائے اور کتاب وسنت کے ساتھ اکثر مطابقت اور علم احکام میں صحت رائے کی وجہ سے مستمیز ہے لیکن اس شخص کو جو کسی مذہب معین کا فروع میں مقلد ہو لائق ہے کہ اپنے مذہب اختیار کردہ کو صواب محتمل الخطاء سمجھے اور دوسرے مذہب کو خطا محتمل الصواب جانے اور اعتقادیات میں اپنے مذہب اختیار کو قطعی حق اور دوسرے کو قطعی خطاء سمجھے۔

اس طرح علامہ عمر بن محمد بن سعید موصلی نے خالص ترجیح مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ میں ایک الانتصار نامی کتاب لکھ کر اس میں ثابت کیا ہے کہ مذہب صحیح یہی ہے۔

جیسا کہ کشف الظنون کے صفحہ ۱۵۳ میں لکھا ہے:

الانتصار والترجیح للمذھب الصحیح لعمر بن محمد بن سعید الموصلی المتوفی سنتہ عنی بہ مذھب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ

اب حیدر آبادی کا یہ کہنا کہ کتب متقدمین میں غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے علم شافعی کا امام مالک سے اور امام احمد کا شافعی سے اور علم امام بخاری کا ان سب سے زیادہ تھا محض اس کی خوش فہمی ہے ورنہ محققین محدثین تو امام احمد وغیرہ کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو ایک طرف رہے آپ کے اصحاب وشاگردوں کے ہی مقابلہ میں اہل علم قرار نہیں دیتے بلکہ صرف ایک دوافروش سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ کتاب امام موفق جلد ۲ صفحہ ۷۴ میں مروی ہے:

"عن محمد بن سعد ان سمعت من حضر یزید بن ھارون وعندہ یحیٰی بن معین وعلی بن المدینی واحمد بن حنبل وزھیر بن حرب

وجماعة آخرون اذ جاءه مستفت فيسأله عن مسئلة فقال له اذهب الى اهل العلم قال فقال له ابن المديني اليس اهل العلم والحديث عندك قال اهل العلم اصحاب ابي حنيفة وانتم صيادلة“

یعنی محمد سعدان سے روایت ہے کہ میں نے اس شخص سے (جو یزید بن ہارون کی مجلس میں حاضر تھا) سنا ہے کہ یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی اور احمد بن حنبل اور زہیر بن حرب اور دوسرے علماء کی جماعت بیٹھی تھی کہ آپ یعنی یزید بن ہارون کے پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جاؤ اس پر ابن مدینی نے کہا کہ کیا آپ کے پاس اہل علم حدیث بیٹھے ہوئے نہیں، میں فرمایا کہ اہل علم تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب ہیں اور آپ لوگ صرف دوا فروش ہیں۔

دیکھو جب کہ امام المحدثین یزید بن ہارون امام احمد اور علی بن مدینی کو جو استاذ امام بخاری ہیں اور جن کی نسبت خود امام بخاری نے کہا ہے کہ بجز ابن مدینی کے اور کسی استاد کے پاس اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھا اور بقول صاحب تقریب اپنے زمانہ کے وہ بڑے اعلم اور امام تھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کے مقابلہ میں ہی اہل علم اور قابل فتویٰ نہیں سمجھتے تو پھر آپ کا بقول چھوٹا منہ بڑی بات خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ہی امام احمد اور امام بخاری کو ترجیح دینا اور اعلم بتانا صریحاً انصاف اور راستی کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ طبیبوں کو ادنیٰ اور دوا فروشوں کو اعلیٰ قرار دینا آپ کا ہی کام ہے

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اعتراض نمبر ۳:

اب یہ دیکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کتنی احادیث یاد تھیں اور کتنی نہیں ابن خلدون نے نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سترہ حدیث مثل اس کی روایت کی ہیں اور احمد بن حنبل جب شافعی سے ملے تو شافعی نے کہا جاء نا ناصر الحدیث پھر شافعی نے جو ایک امام ہیں ائمہ اربعہ سے کہا من علم الحديث قوت حجة فان ابا حنيفة

انت بضاعة من علم الحدیث مزجاة.

ناظرین یہ کچھ قول بخاری، مسلم کا نہیں، یہ ائمہ اربعہ میں سے ایک امام شافعی کا قول ہے۔ علی بن عبداللہ مدینی نے کہا ابوحنیفہ نے پچاس حدیثیں روایت کی ہیں سب میں خطاء ولغزش ہے ابوبکر بن داؤد نے کہا کل ڈیڑھ سو حدیث امام ابوحنیفہ ؒ نے روایت کیا ہے نصف میں غلطی واقع ہوئی۔ ابن الجوزی نے کتاب المنتظم میں ان سب اقوال کو نقل کیا ہے۔

جواب:

وہابیوں کی حضرت امام الائمہ کی نسبت یہ بڑی بھاری جرح ہے جس کو وہ ہر موقع پر پیش کیا کرتے ہیں اور انہی کی کاسہ لیسی کر کے حیدرآبادی نے بھی اس کو پیش کیا ہے اس لیے ہم اس پر پوری روشنی ڈالنا چاہتے ہیں سو واضح ہو کہ امام صاحب کا حافظ الحدیث ہونا ہم اوپر مفصل ثابت کر چکے ہیں اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کے مشائخ جن سے آپ نے حدیث کی روایت کی ہے تعداد میں چار ہزار ہیں اور آٹھ سو سے زیادہ آپ کے شاگرد ہیں جنہوں نے آپ سے حدیثیں سنیں اور ان میں سے صرف ایک عبداللہ بن یزید مقری نے آپ سے ۹۰۰ احادیث سنیں اس کے علاوہ قطع نظر امام ابوحنیفہ ؒ کی ان پندرہ مسانید کے جن میں سے چار تو آپ کے خالص شاگردوں نے آپ سے بلاواسطہ احادیث سن کر جمع کی ہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ اگر امام ابوحنیفہ ؒ کے تلامذہ کی صرف دیگر تصانیف مثل امام محمد کی موطا و کتاب الآثار و کتاب الحجہ و سیر کبیر اور امام ابویوسف کی کتاب الخراج و امالی وغیرہ کو دیکھا جاوے تو ان میں صدہا احادیث و آثار امام ابوحنیفہ ؒ سے بسند صحیح متصل مروی ملیں گے اور نیز مصنف ابن ابی شیبہ (استاذ امام بخاری) مصنف عبدالرزاق، تصانیف دار قطنی، تصانیف حاکم، تصانیف بیہقی، معاجم ثلاثہ طبرانی، تصانیف طحاوی مثل معانی الآثار اور مشکل الآثار وغیرہ کو دیکھو کہ ان میں کس قدر روایات بسند متصل امام ابوحنیفہ ؒ کے ذریعہ سے موجود ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کس

قدر احادیث پر حاوی تھے۔ پھر کون شخص ہے جو ایک صاحب المذہب جلیل الشان امام (ابو حنیفہ رحمہ اللہ) کی نسبت یہ گمان کر سکے کہ ان کو صرف سترہ یا پچاس یا ڈیڑھ سو حدیث یاد تھیں۔ راستی کے دشمن حسب وہابی نے صداقت کا خون کر کے جو اقوال اس بارہ میں پیش کیے ہیں کہ امام صاحب کو کتنی حدیث یاد تھیں ان میں سخت تناقض ہے ایک قول میں سترہ دوسرے میں پچاس تیسرے میں ڈیڑھ سو۔ بہ بین تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا ایسے بے اصل متناقض الاقوال کو معرض استدلال میں پیش کرنا اہل انصاف کے نزدیک سراسر رسوائی حاصل کرنا ہے۔ ابن خلدون کی عبارت میں صریح غلطی ہے کیونکہ ۱۷ کی روایت عقلاً ونقلاً غلط ہے اس پر بدون سخت متعصب شخص کے کون اعتبار کر سکتا ہے۔

مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی مرحوم نے تذکرۃ الراشد میں صفحہ ۲۲۳ سے صفحہ ۲۲۸ تک اس پر مفصل بحث کر کے ۹ دلائل سے اس کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن خلدون کی عبارت کے سیاق وسباق سے ہی اس کا غلط ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ابن خلدون نے پہلے اس طرح پر لکھا ہے:

"ولقد تقول بعض المبغضين المتعصبين الى منهم من كان قليل البضاعة فی الحديث فلهذا قلت روايته ولا سبيل الى هذا المعتقد فی كبار الائمة لان الشريعة انما توخذ من الكتاب والسنة"

یعنی بعض دشمن متعصبوں نے جو اس بات کا افتراء کیا ہے کہ ائمہ میں سے بعض حدیث میں قلیل بضاعت ہے اسی لیے اس سے قلیل روایت ہوئی ہے اس اعتقاد کی ائمہ کبار مجتہدین کے حق میں کوئی سبیل نہیں کیوں کہ احکام شرعیہ قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں پس جب تک قرآن وحدیث میں معرفت تامہ حاصل نہ ہوا احکام شرعیہ کا ان سے کیونکر اخراج ہو سکتا ہے اور پھر اس کے بعد لکھا ہے:

والامام ابو حنيفة انما قلت روايته لما شدد فی شروط الرواية والتحمل وضعف رواية الحديث اليقينی اذا عارضها الفعل النفسی و

قلت من اجلها رواية فقل حديثه لا انه ترك رواية الحديث متعمد الحاشاه من ذالك ويدل على انه من كبار المجتهدين في علم الحديث اعتماد مذهبه بينهم والتعويل عليه واعتباره ردا وقبولا واما غيره من المحدثين وهم الجمهور فتوسعوا في الشروط ونشر حديثهم والكل عن اجتهاد وقد توسع اصحابه من بعده في الشروط فكثرت روايتهم وروى الطحاوى فاكثروا كتب مسنده

یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس لیے قلیل روایت ہوئی کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل کے بارہ میں سخت قیدیں لگائیں اور حدیث یقینی کو جب کہ اس کو فعل نفسی معارض ہو ضعیف سمجھا نہ یہ کہ معاذ اللہ انہوں نے حدیث کی روایت کو عمداً چھوڑ دیا اور قوی دلیل ان کے علم حدیث میں بڑے مجتہد ہونے پر یہ ہے کہ جملہ مجتہدین ومحدثین ان کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور جب مجتہدین کے اقوال سے بحث کرتے ہیں تو ان کے اقوال سے بحث کرتے ہیں اور سوائے ان کے اور جمہور محدثین نے رواۃ کے بارہ میں وسعت دی ہے اور آسان قیدیں لگائی ہیں جس کے باعث ان سے حدیث کی زیادہ روایت ہوئی اور ہر ایک نے ایسی قیدیں وشرطیں اجتہاد سے مقرر کیں بلکہ خود تلامذہ امام ابو حنیفہ نے ان کے بعد شروط میں وسعت دی اور کثرت کے ساتھ ان سے روایت ہوئی چنانچہ امام طحاوی حنفی نے بہت روایتیں حدیث کی کیں اور ایک مسند روایات ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی لکھی۔ دیکھو ان ہر دو عبارتوں سے ابن خلدون کا صاف یہ مطلب ملتا ہے کہ بعض متعصب لوگ جو ائمہ کبار پر قلیل الروایت ہونے کی وجہ سے ان کو قلیل بضاعت خیال کرتے تھے یہ محض ان کا افتراء ہے کیوں کہ شریعت قرآن و سنت سے ہی اخذ کی جاتی ہے اور جو شخص حدیث میں قلیل بضاعت ہو وہ کیسے احادیث سے احکام شریعت کا استنباط کر سکتا ہے۔ خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علم حدیث میں بڑے مجتہد تھے لیکن حدیث کی جو ان سے قلیل روایت ہوئی ہے تو اس کا یہ سبب ہرگز نہیں تھا کہ وہ حدیث میں قلیل بضاعت تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنے کمال ورع کی وجہ سے

روایت اور اس کے تحمل کے بارہ میں سخت قیدیں لگائی تھیں اور حدیث یحییٰ کو جب ان
اس کو فعل نفسی معارض ہو ضعیف سمجھا تھا جس سے ان سے کم روایت ہوئی لیکن بعد
محدثین نے روایت کے بارہ میں آسان قیدیں لگائیں ان سے حدیث کی زیادہ
روایت ہوئی جب ابن خلدون کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نسبت یہ حسن اعتقاد معلوم ہو گیا
کہ وہ امام موصوف کو کبار مجتہدین فی الحدیث سے سمجھتا ہے اور قلیل بضاعت کہنے
والوں کی بڑے شد و مد سے تردید کرتا ہے تو اب اس کا ان کی روایات کی نسبت سبعة
عشر لکھنا صاف اس بات پر دال ہے کہ خود اس کے یا ناقل کے سہو سے بجائے سبعة
مائة کے سبعة عشر لکھا گیا ہے کیوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسانید اور ان کے
تلامذہ کی تصانیف اور دیگر محدثین کی کتب حدیث میں جو ان کی روایات مروی ہوئی
ہیں تو ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے پس اس کی تطبیق کے لیے سوائے اس کے اور
کوئی چارہ نہیں ہو سکتا کہ لفظ سبعة عشر کو سہو مصنف یا ناقل پر محمول کیا جاوے دوم
خود ابن خلدون نے امام کو کل سترہ حدیث پہنچنے پر اعتبار نہیں کیا بلکہ اس کو انکل پچو اس
طرح پر لکھا ہے یقال بلغت روایته الی سبعة عشر حدیثا او نحوها اور جب
کہ بلفظ یقال وہ خود ہی اس کی ضعف کی طرف اشارہ کرتا اور نحوہا کے لفظ سے سترہ کی
تعداد میں شک ظاہر کرتا ہے تو پھر مقابلہ اقوال اہل ثقات کے جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ
کے بڑے حافظ الحدیث ہونے کی شہادت دیتے ہیں اس صریح قول ضعیف اور انکل
پچو پر اعتبار کر لینا بالکل دانائی کے برخلاف ہے سوم اگر فرض کر لیا جائے کہ ابن خلدون
نے عمداً اور معتبر خیال کر کے ایسا لکھا ہے تو بھی اس کا یہ قول بمقابلہ ان کبار محدثین کے
جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں کوئی وقعت نہیں رکھتا کیوں کہ ابن خلدون اگرچہ امور تاریخیہ
میں بڑا ماہر تھا لیکن اس کو علوم شرعیہ اور فن حدیث میں کچھ مداخلت نہ تھی چنانچہ حافظ
ابن حجر عسقلانی نے کتاب ضوء لامع میں لکھا ہے سئل عنه الکرکی فقال عری
عن العلوم الشرعیة له معرفة فی العلوم العقلیة یعنی ابن خلدون کی نسبت جب
امام کرکی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ شرعی علوم سے عاری تھا صرف عقلی علوم

میں اس کو دخل تھا پھر ایسے شخص کا کیا اعتبار جو علوم شرعیہ سے عاری ہو ہاں اگر کسی ایسے محدث معتبر سے جو علم روایات حدیث وغیرہ میں ماہر اور کتب حدیث سے واقف ہوتا ایسا قول صادر ہوتا تو البتہ اس کا کچھ لحاظ ہو سکتا تھا بے چارہ ابن خلدون جس نے حدیث کو بنظر غور نہیں دیکھا۔ کیا جانے کہ امام اعظم کی کس قدر روایات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ بلکہ وہ تو خود اپنی تاریخ کے ابتدا میں مقر ہے کہ امور تاریخیہ اور حکایات منقولہ میں غلطیوں کا واقع ہونا اغلب ہے۔ پس ان کو پہلے میزان عقل سے وزن کرنا چاہیے اور جو بات براہین قطعیہ عقلیہ ونقلیہ کے مخالف ہو اس کو رد کر دینا چاہیے۔

حضرت امام شافعی کی نسبت یہ محض افترا ہے کہ انہوں نے امام صاحب کی نسبت کہا کہ **کانت بضاعة من علم الحديث مزجاة.**

چنانچہ اول تو معترض اسی لیے اس بات کا کوئی حوالہ نہیں دے سکا کہ امام شافعی کا یہ قول اس نے کس کتاب سے نقل کیا ہے۔ اور پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس قول کو کس راوی نے روایت کیا ہے۔ دوم جب کہ ائمہ ثلاثہ کی شہادتوں میں بروایت ثقات امام ابوحنیفہ کی نسبت امام شافعی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ "فقہ میں تمام فقہا امام ابوحنیفہ کے وظیفہ خوار ہیں اور جو شخص امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ کبھی علم میں تبحر اور فقیہ نہیں ہو سکتا اور مجھ کو علم فقہ صرف امام کے شاگردوں کے ہی طفیل حاصل ہوا ہے۔"

تو پھر ایک غبی سے غبی آدمی بھی فوراً یہ سمجھ سکتا ہے کہ وہ امام صاحب کی نسبت ایسی بے سروپا بات کیسے کہہ سکتے تھے جو نہ خود ان کے اپنے عندیہ کے ہی منافی تھی بلکہ ایک جم غفیر فقہا اور محدثین کی شہادتوں کے صریح برخلاف تھی جس سے ثابت ہے کہ یہ صرف یار لوگوں اور حاسدان امام ہمام کی من گھڑت ابن جوزی ۵۹۷ھ نے کتاب منتظم میں بے شک علی بن مدینی اور ابوبکر بن داؤد کے اقوال کو نقل کیا ہے مگر چونکہ یہ اول درجہ کا متعصب شخص تھا اور امام ابوحنیفہ کی نسبت اس کو کمال درجہ کی مذہبی عداوت تھی اس لیے اس کی جرحوں پر کوئی اعتبار نہیں کیا گیا۔ چنانچہ اس لیے کتاب منتظم وغیرہ

میں جو امام موصوف کی نسبت اس نے لوگوں کی جرحیں

بیان کی تھیں۔ ان کی تردید اور امام ہمام کی حمایت میں خود اس کے نواسے علامہ ابی المظفر یوسف بن عبداللہ المعروف بہ سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ نے کتاب انصار الامام ائمۃ الامصار دو جلد میں لکھ کر اپنے نانا کی خوب خبر لی اور اس کے اعتراضوں کا بیخ و بن سے اکھاڑ دیا اور یہ امر امام ابو حنیفہ کی کرامت میں داخل ہے کہ خداوند جل و علا نے ابن جوزی کے اعتراضات کی خوب تردید خود اس کے نواسے ہی سے کرائی اس شخص کو صرف امام ابو حنیفہ ہی سے بغض نہ تھا بلکہ صوفیائے کرام خصوصاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا بھی یہ بڑا بھاری دشمن تھا۔ چنانچہ ان کی مخالفت میں اس نے ایک کتاب تلبیس ابلیس نام کی لکھی تھی۔ جس کے مطالعہ سے علمائے وقت نے لوگوں کو منع کر دیا تھا۔

علاوہ اس کے احادیث کے راویوں کی نسبت ایسا متشدد و سخت گیر تھا کہ اس نے اپنی کتاب موضوعات میں صحاح ستہ کی بہت سی صحیح احادیث کو بھی ان کے راویوں کی تھوڑی تھوڑی جرح پر موضوع قرار دے دیا اور مسند امام احمد میں ۳۸ احادیث پر وضع کا حکم لگایا جس کے تدارک کے لیے حافظ جلال الدین سیوطی نے کتاب تعقبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے "القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد" لکھیں اور اس کے تعصب اور اس کے بے جا کاروائی کی خوب ہی خبر لی۔ پس ایسے شخص کی منقولہ جرح کو اگر امام ابو حنیفہ کی نسبت آپ معتبر سمجھتے ہیں تو لازم ہے کہ آپ پہلے صحاح ستہ میں بھی موضوع احادیث کا موجود ہونا تسلیم کریں۔ ابن مدینی کی جو روایت ابن جوزی نے لکھی ہے وہ بالکل بہتان محض ہے کیوں کہ ان مدینی نے بڑے شد و مد سے امام ابو حنیفہ کی توثیق کی شہادت دی ہے۔

چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے:

"قال الامام علی بن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری وابن

المبارك وحماد بن زيد وهشام وو كيع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وهو ثقة لا باس به"

یعنی امام علی بن مدینی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ سے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ محدثین نے روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔

دیکھو علی بن مدینی تو امام صاحب کی ثقاہت کی شہادت دے رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ اور ابن جوزی جیسا متعصب شخص برخلاف اس کے ابن مدینی کا یہ قول بیان کرتا ہے کہ امام صاحب نے صرف پچاس حدیث روایت کی ہے۔ سب میں خطا ولغزش ہے۔ اسی طرح دیگر ائمہ حدیث نے بھی امام صاحب کی توثیق کی شہادت دی ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین شعبہ نے آپ کی نسبت یوں کہا ہے: "كان والله حسن الفهم جيد الحفظ حتى شنعوا عليه بما اعلم به منهم والله سيلقون عند الله وكان كثير الرحم عليه" (خيرات الحسان صفحه ۳۳)

یعنی خدا کی قسم امام ابوحنیفہ نہایت تیز فہم اور تیز حافظہ تھے۔ لوگوں نے ان پر ایسی باتوں کی بنا پر طعن کیا جن کو ان سے وہ زیادہ جاننے والے تھے آخر انہوں نے خدا سے ملنا ہے یعنی بدگوئی کا بدلہ اس وقت ملے گا اور شعبہ بڑا رحم امام ابوحنیفہ پر کرتے تھے۔

نیز خیرات الحسان کے صفحہ ۳۵ میں ہے: "وسئل يحيى بن معين احدث سفيان عنه قال نعم كان ثقة صدوقا في الفقه والحديث مامونا على دين الله.

یعنی یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ کیا ابوحنیفہ سے سفیان ثوری نے حدیث روایت کی ہے فرمایا کہ ہاں روایت کی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ فقہ وحدیث میں ثقہ، صدوق اور اللہ کے دین پر مامون تھے۔

ایسا ہی تہذیب الکمال میں حافظ ابوالحجاج مزی جو امام فن رجال ہیں لکھتے ہیں: "قال محمد بن سعد العوفي سمعت يحيى بن معين يقول كان ابو حنيفة ثقة

فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ. وسئل صالح بن محمد الاسدی عنہ فقال کان ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث"

محمد بن سعید عوفی کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰ بن معین سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ تھے اور وہی حدیث روایت کرتے تھے جس کو انہوں نے حفظ کیا ہوتا تھا اور جس حدیث کو انہوں نے حفظ نہیں کیا ہوتا تھا اس کو روایت نہیں کرتے تھے اور صالح بن محمد اسدی سے جب امام ابوحنیفہ کی نسبت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ حدیث میں ثقہ تھے۔

یعنی صالح بن محمد اسدی نے سوال کر کے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے اور نیز اسی کتاب میں ہے۔

"ابو حنیفۃ فقیہ اهل العراق وفقیہ الامۃ وثقۃ ابن معین فقال مکی اعلم زمانہ"

یعنی امام ابوحنیفہ فقیہ اہل عراق اور فقیہ امت تھے ابن معین نے توثیق کی ہے اور مکی نے کہا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے عالموں سے بہت زیادہ عالم تھے۔

اور شامی جلد ا صفحہ ۴۲ میں منقول ہے:

"وروی الخطیب عن اسرائیل بن یونس انہ قال نعم الرجل النعمان ما کان احفظہ لکل حدیث فیہ فقہ واشد فحصہ وعلمہ بما فیہ من الفقہ"

یعنی اسرائیل بن یونس جو ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ سے ہیں فرمایا ہے کہ نعمان یعنی ابو حنیفہ اچھے آدمی تھے اور بڑے حافظ ان تمام حدیث کے تھے جن میں فقاہت تھی اور نیز ان احادیث و آثار کی تلاش و علم میں سخت معروف رہتے تھے۔ جن میں فقاہت تھی ایسا ہی ابن ابی داؤد کی نسبت بھی افترا محض ہے کہ اس نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے کل ڈیڑھ سو حدیث کو روایت کیا ہے نصف میں غلطی واقع ہوئی کیوں کہ ابن ابی داؤد نے خود امام صاحب کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ امام صاحب کی نسبت کلام کرنے والا

حاسد ہے یا جاہل۔

چنانچہ تبییض الصحیفہ کے صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے:

"وروی الخطیب عن ابن ابی داؤد قال ان الناس فی ابی حنیفۃ حاسد له و جاهل به و احسنهم عندی حال الجاهل"

یعنی ابوحنیفہ کی نسبت طعن کرنے والے لوگ دو ہی قسم ہیں یا تو ان کے علم سے حسد کرنے والے ہیں یا ان کے علم وفضیلت سے جاہل و ناواقف ہیں اور میرے نزدیک ناواقف طاعنین کی حالت بہ نسبت حاسدین کے بہتر ہے۔ پھر اسی کتاب کی صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے:

"عن بشر بن الحارث قال ابن ابی داؤد یقول لا یتکلم فی ابی حنیفة الا رجلان اما حاسد لعلمه و اما جاهل بالعلم لا یعرف قدر علمه"

یعنی یہ بھی قول ابن ابی داؤد کا ہے کہ ابوحنیفہ کی نسبت دو قسم کے ہی آدمیوں نے کلام کی ہے یا تو اس نے جو ان کے علم کا حاسد ہے یا اس نے جو ان کے علم سے جاہل ہے اور ان کے علم کا قدر نہیں پہچانتا۔

اب جائے غور ہے کہ ابن ابی داؤد تو امام صاحب کی ثقاہت اور علم کا یہاں تک قائل ہے کہ اس شخص کو جو اس کی نسبت کچھ کلام کرے حاسد یا جاہل قرار دیتا ہے۔ پھر کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے برخلاف خود ہی کہے کہ امام صاحب نے ڈیڑھ سو حدیث روایت کی ہیں اور نصف میں غلطی کی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صرف ابن جوزی نے اپنے تعصب سے جھوٹی روایات گھڑ کر علی بن مدینی اور ابن ابی داؤد کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ چنانچہ ابن جوزی کے ایسے ایسے غلط حوالوں کا خیال کرتے ہوئے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ کے صفحہ ۱۴۰ میں لکھا ہے:

"وکان کثیر الغلط فی ما یصنفه"

یعنی اپنی تصنیفات میں بڑا غلطی کرنے والا تھا۔

اور کشف الظنون جلد ۲ کے صفحہ ۵۳۶ میں اس کی کتاب المنتظم کی نسبت اس طرح لکھا ہے:

"قال علی بن الحنانی وفیه اوهام کثیرة واغلاط صریحة"

یعنی علی بن حنائی نے کہا ہے کہ کتاب منتظم میں بہت اوہام اور صریح غلطیاں ہیں۔

اعتراض نمبر ۴:

اب ناظرین کو وہ اقوال سنانا چاہتا ہوں جو علماء کبار محدثین نے ان کی نسبت لکھے ہیں ناظرین نمبروار دیکھیں۔ ابجد التاریخ میں لکھا ہے۔

ان الصفوی قید فقه ابی حنیفة بالرائے والقیاس. وکانه هو مراد اللمعی ولهٰذا اضافه فقه الشافعی الی الحدیث تمیزًا دیوافق هذا ما اشتهر من ان ابا حنیفة من اصحاب الرای والشافعی من اصحاب الظواهر.

سبکی نے طبقات کبریٰ میں امام شافعی سے نقل کیا ہے:"وجدت کتاب ابی حنیفة انما یقولون کتاب الله وسنة رسوله ﷺ وانما هم مخالفون"

یہ بھی امام شافعی کا قول ہے جو ایک امام ائمہ اربعہ سے ہیں۔ بھائی احناف غور کریں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ کوئی فرضی نام ہے۔

جواب:

صاحب کشف الظنون نے جو تمام جہاں کی کتب تاریخ کا استیعاب کیا ہے تو وہ کل تیرہ سو پائی گئی ہیں۔ جن کا ذکر اس نے جلد ا کے صفحہ ۲۱۳۔ اسوار معہ بعض کے مختصر حال کے شروع کر کے صفحہ ۲۲۱ پر ختم کیا ہے مگر کہیں بھی ابجد التاریخ کے نام کا اشارہ تک نہیں کیا گیا جس سے ثابت ہے کہ اس نام کی کوئی تاریخ نہیں ورنہ اس کا نام بھی ضرور ہی لکھا جاتا۔ پس جب کہ ملا کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ء مصنف کشف الظنون جیسے محقق کو باوجود بڑی تلاش کتب کے اس نام کی کوئی تاریخ نہیں ملی تو پھر حیدر آبادی دوست کو یہ کتاب کہاں سے مل گئی جو ان نے اس سے عبارت مذکور بھی نقل کر لی اور اگر اس

نے خود تاریخ مذکور نہیں دیکھی اور کسی اور کتاب سے یہ عبارت نقل کی ہے تو اس کو منقول عنہ کتاب کا نام تو ضروری لکھ دینا چاہیے تھا۔ تا کہ اگر وہ کوئی معتبر شخص ہوتا تو اس بات کا اعتبار کر لیا جاتا ہے کہ ضرور ابجد التاریخ بھی کوئی کتاب ہے اس طرح صفوی بھی کوئی مشاہیر سے نہیں ہے پس ایسی فرضی کتاب میں صفوی جیسے غیر مشہور شخص کی اس رائے پر کہ اس نے ابوحنیفہ کی فقہ کو رائے اور قیاس کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اور فقہ شافعی کو حدیث کی طرف منسوب کیا ہے۔ کون عاقل ذرا بھی اعتبار کر سکتا ہے اگر دینی معاملات میں ہر کس و ناکس کی رائے کے ساتھ امام ذہبی کی رائے کا اعتبار کر لیا جاوے تو بس دین کا خاتمہ ہے پس لایعلم اشخاص کے پیچھے چل پڑنا آپ کو ہی مبارک رہے طرفہ یہ کہ اس فرضی تاریخ کے مصنف نے صفوی کی رائے کے ساتھ امام ذہبی کی رائے کو بھی شامل کیا ہے۔ حالانکہ امام ذہبی تو امام ابوحنیفہ کے بڑے مادحین میں سے ہیں۔

چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں امام ابوحنیفہ کو حفاظ حدیث میں شمار کر کے ان کے علم، ورع، زہد، تعبد کی شہادت دے کر ابن مبارک و امام شافعی و ابوداؤد کے اقوال سے ان کی فقہ کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور علاوہ اس کے امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف و امام محمد کے مناقب میں علیحدہ علیحدہ تین رسالے بھی انہوں نے لکھے ہیں۔ پس کس طرح باور ہو سکتا ہے کہ امام ذہبی کی امام ابوحنیفہ کی فقہ کی نسبت مخالف رائے تھی۔ یہ محض چھپے رستم کا امام ذہبی پر افترا و بہتان ہے۔ اس لیے وہ امام ذہبی کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دے سکے۔ اور یونہی کہہ دیا ہے کہ امام ذہبی کی بھی فقہ امام ابوحنیفہ کی نسبت گویا یہی مراد تھی۔

دوم جب کہ ائمہ کبار محدثین علی الاعلان اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے صرف سنت رسول خدا ﷺ پر قیاس کیا ہے اور ان کا قول حدیث کی محض شرح و تفسیر ہے اور اس میں رائے کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ خود امام ابوحنیفہ رائے کی مذمت کر کے اس قول کو جس کو شریعت محمدیہ قبول نہ کرے رد کرتے اور دین کے معاملہ میں رائے کی دخل کی سخت ممانعت فرماتے ہیں تو پھر صفوی کی بے سند رائے امام ابو

حنیفہ کی فقہ کی نسبت کس طرح قال القفات ہو سکتی ہے چنانچہ موفق جلد ۲ صفحہ ۵۱ میں سوید بن نصر سے مروی ہے جو ایک بڑے پایہ کے امام حدیث اور ترمذی ونسائی کے شیوخ میں سے ہیں۔

سمعت ابن المبارك يقول لا تقولوا راى ابو حنيفة ولا كن قولوا تفسير الحديث.

یعنی ابن مبارک فرماتے ہیں یہ مت کہو کہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے بلکہ کہو کہ میں تفسیر حدیث ہے۔

پھر اس کتاب کے صفحہ ۸۶ پر حماد بن قیراط محدث سے مروی ہے:

"سمعت ياسين الزيات وكان من فقهاء اصحاب الحديث يقول اصحاب الرائے اعداء السنة اصحاب الرائے اهل الاهواء فاما ابو حنيفة واصحابه فانهم قاموا على السنة"

یعنی یٰسین زیات جو فقہائے اہل حدیث سے ہیں کہتے ہیں کہ اصحاب الرائے حدیث کے دشمن ہیں۔ اصحاب الرائے اہل الاہواء ہیں لیکن امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سنت رسول خدا ﷺ پر قیاس کیا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے تبیض الصحیفہ میں لکھا ہے:

"وروى الخطيب عن نعيم بن عمر قال سمعت ابا حنيفة يقول عجبا للناس يقولون انى افتى بالرائے ما افتى الا بالاثر"

یعنی امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے تعجب ہے جو کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے پر فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ میں حدیث کے سوا کبھی فتویٰ نہیں دیتا۔

موفق جلد ۲ صفحہ ۵۲ میں مروی ہے:

"عن بشر بن يحيى سمعت ابن المبارك يقول عليكم بالاثر ولابد الاثر عن ابى حنيفة يعرف به تاويل الاحاديث ومعناه"

یعنی ابن مبارک فرماتے ہیں کہ تم لوگ حدیث کو لازم پکڑو اور حدیث کے لیے اثر

یعنی قول ابی حنیفہ کا لحاظ بڑا ضروری ہے۔ کیوں کہ اس سے حدیث کا اصل مطلب و معنی معلوم ہو سکتا ہے۔

تبیض الصحیفہ کے صفحہ ۲۰ میں مروی ہے:

"روی الخطیب عن عبدالرزاق قال کنت عند معمرًا او اتاہ ابن المبارك وسمعت معمرًا یقول ما اعرف رجلا یحسن التکلم فی الفقه ویسعه ان یقیس ویشرح الحدیث فی الفقه احسن معرفة من ابی حنیفة ولا اشفق علی نفسه من ان یدخل فی دین اللہ شیئًا من الشك مثل ابی حنیفة"

یعنی عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں معمر کے پاس بیٹھا تھا عبداللہ بن مبارک آئے پھر معمر کہنے لگے کہ میں ایسے شخص کو نہیں جانتا ہوں کہ جو فقہ میں اچھی طرح تکلم کر سکتا ہو اور نیز اس کو قیاس کرنے کی بھی وسعت ہو اور فقہ و حدیث کی شرح کی قدرت رکھتا ہو جیسا کہ امام ابوحنیفہ کو یہ سب باتیں حاصل ہیں اور مجھ کو سوائے ابوحنیفہ کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو اپنے نفس میں اس بات کا بہت ڈر رکھتا ہو کہ دین الٰہی میں کس طرح کی کوئی مشکوک بات داخل کر دے۔

میزان الشعرانی کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے:

"وقد روی الشیخ محی الدین فی الفتوحات المکیه بسنده الی الامام ابی حنیفة انه کان یقول فی الدین اللہ تعالیٰ بالرائے وعلیکم بالرائے وعلیکم باتباع السنة"

یعنی امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ پرہیز کرو تم خدا کے دین میں محض قول بالرائے سے اور لازم پکڑو تم اس رائے کو جو سنت رسول خدا ﷺ کے اتباع میں ہو۔

پھر اسی کے صفحہ ۶۴ میں امام ابوحنیفہ سے اس طرح پر منقول ہے:

"وکان یقول لم تزل الناس فی صلاح مادام فیهم من یطلب الحدیث کان اطلبوا العلم بلا حدیث فسدوا وکان یقول قاتل اللہ

عمرو بن عبيد فانه للناس باب الخوض في الكلام في ما لا يعنيهم وكان يقول الا ينبغي لاحد ان يقول قولا حتى يعلم ان الشريعة رسول الله يقبله"

یعنی امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جب تک لوگوں میں ایسے شخص موجود رہیں گے جو حدیث کے طالب ہوں گے تو وہ لوگ صلاحیت میں رہیں گے اور جب لوگ علم کو بغیر حدیث کے طلب کریں گے تو بگڑ جائیں گے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ عمرو بن عبید معتزلی کو قتل کرے جس نے لوگوں کے لیے کلام میں لایعنی خوض کرنے کا دروازہ کھول دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کسی کو کوئی ایسی بات کہنی جائز نہیں جس کو شریعت رسول خدا ﷺ قبول نہ کرے۔ کتاب امام موفق جلد ا صفحہ ۹۱ میں عبدالرحمٰن بن صالح سے مروی ہے: "قال وكيع سمعت ابي حنيفة يقول البول في المسجد احسن من بعض القياس" یعنی ابوحنیفہ سے میں نے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ دین میں بعض قیاس سے مسجد میں پیشاب کر لینا بہتر ہے۔

پھر اسی میں ہے: "عن حامد بن آدم سمعت اسد بن عمرو قال كان ابو حنيفة يقول لنا اذا حدثتكم بشيء لم اجد فيه الاثر فاطلبوه وقد يكون فيه الاثر"

یعنی ابوحنیفہ ہم سے فرماتے تھے کہ جب میں کوئی بات تم سے ایسی بیان کروں جس میں سردست کوئی اثر نہ پایا جاتا ہو تو تم کو چاہیے کہ اثر کی تلاش کرو اس میں ضرور کوئی اثر مروی ہوگا۔

کیا اس قدر اقوال کبار محدثین اور خود امام ابوحنیفہ کے سننے کے بعد بھی غیر مقلدین یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ معاذ اللہ امام ابوحنیفہ صرف اصحاب الرائے تھے اور حدیث کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے یا ان کی فقہ میں رائے کو زیادہ دخل ہے۔ کیا آپ لوگ سچے ہیں یا وہ محدثین جو ائمہ صحاح ستہ کے بھی مشائخ ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ کی روایت عین تفسیر حدیث ہوتی ہے اور کسی حدیث کا اصل مطلب و معنی بغیر امام

ابوحنیفہ کی تفسیر کے معلوم ہی نہیں ہوسکتا۔

علاوہ اس کے صفوی نے بظاہر تو امام شافعی کو اصحاب ظواہر سے شمار کر کے ان کی فقہ کو فقہ حنفی پر ترجیح دی ہے لیکن باطن میں امام شافعی کی اس کاروائی سے سراسر توہین لازم آتی ہے۔ کیوں کہ ائمہ اربعہ بالاتفاق قیاس کو حجت شرعیہ سمجھتے ہیں اور اسباب ظواہر جو داؤد ظاہر کے متبع ہیں قیاس کو خواہ کسی قسم کا ہو ہرگز نہیں مانتے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ہم یہاں حدیث "لایبولن احدکم فی الماء الدائم" کو پیش کرتے ہیں جس سے تمام جہان کے عالم لوگ تو یہ قیاس کرتے ہیں کہ جب کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کی رسول خدا ﷺ سے ممانعت آئی ہے تو پانی میں ہگ دینا بطریق اولیٰ منع ہے کیوں کہ پیشاب سے گوہ زیادہ پلید ہے مگر داؤد ظاہری جو قیاس کا منکر ہے کہتا ہے کہ پانی میں صرف پیشاب کرنے کی ممانعت ہے اس سے پانی میں ہگ دینے کی کوئی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ ایسا ہی اس کے نزدیک کسی برتن میں پیشاب کر کے اس کو پانی میں ڈال دینا یا پانی کے قریب پیشاب کرنا جس سے وہ بہہ کر پانی میں جا پڑے کوئی منع نہیں۔ (دیکھو نووی شرح مسلم صفحہ ۱۳۸)

اور ظاہریہ کی نسبت خود ہی غیر مقلدین کی نہایت معتبر کتاب دراسات اللبیب کے صفحہ ۲۶۱ میں اس طرح پر لکھا ہے:

"انھم لا یقولون بالاستنباط راسًا وھو مما لا یعباء بھم ولا باقوالھم ائمة الحدیث والفقه حتی قال الشیخ الامام السیوطی وغیره ان الاجماع لا ینخرق بخلافھم ومذھبھم مردود بالکتاب والسنة الناطقین بجواز الاستنباط واعمال الفکر والفھم فی کتاب اللہ وسنة رسول اللہ ﷺ"

یعنی ظاہریہ فرقہ سرے سے ہی استنباط مسائل کا منکر ہے اس لیے ائمہ حدیث وفقہ نے اس کے قول کی کچھ پرواہ نہیں کی یہاں تک کہ امام سیوطی وغیرہ نے کہا ہے کہ ظاہریہ کے خلاف سے اجماع کو کوئی نقصان نہیں ہوتا اور ان کا مذہب کتاب اللہ وسنت

رسول اللہ کے رو سے مردود و مطرود ہے۔ کیوں کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ استنباط مسائل کے جواز اور ان میں فکر اور فہم کو عمل میں لانے پر ناطق ہیں۔ مفوی یا چھپے رستم نے فقہ شافعی کی خوب ہی حمایت کی کہ امام شافعی کو معاذ اللہ ایک مردود و مطرود فرقہ میں شامل کر دیا۔ داناؤں کا یہ قول کہ دانا دشمن بہ از دوست ناداں سچ نکلا۔

سبکی کے طبقات الکبریٰ میں امام شافعی کا یہ قول "وجدت کتاب ابی حنیفة انما یقولون کتاب اللہ سنہ رسولہ ﷺ وانما مخالفون" سو یہ کوئی جرح نہیں ہے معترض نے اس کا معنی ہی نہیں سمجھا ورنہ اس کو ہرگز پیش نہ کرتا اس سے تو امام صاحب کی مدح ثابت ہوتی ہے نہ ذم اس کا معنی صاف یہ ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ کی کتاب کو پایا جس کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت الرسول سے ماخوذ ہے لیکن باوجود اس کے یہ لوگ اس کتاب کی مخالفت کرتے ہیں یعنی تعمیل احکام نہیں کرتے دیکھو امام شافعی صاحب تو امام صاحب کی کتاب پر کوئی جرح نہیں کرتے ان کا اعتقاد بھی ہو کہ وہ بالکل کتاب اللہ و سنة الرسول سے ماخوذ ہے پھر اس کے احکام کے مطابق نہیں چلتے وہابی معترض کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ ان مخالفوں کی ضمیر کا مرجع کتاب ہے یا وہ لوگ اگر امام شافعی کا منشاء اس قول سے مذمت کتاب ہوتا تو وہ یوں کہتے: "انما یقولون کتاب اللہ وسنة رسولہ وھو مخالف لھما" یعنی یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ عین کتاب اللہ حدیث رسول ہے حالانکہ یہ کتاب ان دونوں کے برخلاف ہے۔ واین ھذا من ذالك. نیز اگر امام شافعی ان کے اس قول کو راست نہ سمجھتے تو وہ وہم کا ذبون کہتے نہ کہ وہم مخالفون۔ واہ حیدر آبادی صاحب آپ کی خوش فہمی کا کیا کہنا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

بھائی صاحب امام ابوحنیفہ کی کتاب تو وہ تھی جس کو امام شافعی نے یہاں تک پسند کیا کہ ایک رات دن میں ساری کتاب یاد کر لی۔ دیکھو تمہارے ہم مذہب نواب صدیق حسن خان اتحاف النبلاء کے صفحہ ۳۲۵ میں امام شافعی کے ذکر میں لکھتے ہیں امام محمد در

مقام مدح وے گفت کہ وے کتاب اوسط ابوحنیفہ را از محمد بن حسن بعاریت رفت وتمام آنرا دریک شب وروز حفظ کرد۔

اعتراض نمبر۵:

اسی کتاب میں ایک مناظرہ کا ذکر ہے کہ امام شافعی نے محمد بن حسن سے کہا:

"اما کتابك الذی ذکرت انك وضعة لاهل المدینة فکتابك من بعد بسم الله الرحمن الرحیم. الی آخره خطاء فاصفر محمد بن الحسن ولم ایجر جوابه"

یعنی اے محمد تیری کتاب جس کی نسبت تو کہتا ہے کہ اہل مدینہ کے رد میں تیار کی ہے یہ کتاب بسم اللہ سے آخر تک غلط ہے پھر یہ سن کر محمد شاگرد ابوحنیفہ کا منہ زرد ہو گیا کچھ جواب نہ بن پڑا۔

جواب:

اول تو معترض کا فرض تھا کہ وہ ظاہر کرتا کہ سبکی نے کس کی روایت سے یہ مناظرہ لکھا ہے۔ سبکی امام شافعی ومحمد کا ہم عصر تو نہ تھا بلکہ ۶۰۰ سال بعد اس کا زمانہ ثابت ہوتا ہے چنانچہ اس کی وفات ۷۵۷ھ میں ہوئی ہے اور کتاب طبقات سبکی کوئی مسند نہیں ہے بلکہ عام مورخین کی طرح اس میں بلا حوالہ راوی کے حالات بیان کیے گئے ہیں پھر ایسی بے اصل روایات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے دوم معترض تو حضرت امام ابوحنیفہ کی تضعیف کے درپے تھا اور یہاں مناظرہ شافعی ومحمد لکھ کر امام محمد کی کتاب کو ضعیف ثابت کر رہا ہے بھلا اس سے امام صاحب کی تضعیف کی کیا سند مل سکتی ہے۔

سوم چونکہ امام محمد نے کتاب الحجۃ اہل مدینہ کے رد میں لکھی تھی اور امام شافعی صاحب علاوہ شاگردی کے اصول فقہ میں اکثر امام مالک کے پیرو تھے۔ اس لیے اگر اپنے استاد کی حمایت میں امام محمد کی کتاب مذکورہ کو وہ اچھا نہ سمجھیں تو اس سے امام محمد اور ان کی کتاب کو کیا بدرنگ سکتا ہے۔ چہارم امام شافعی ایک فاضل اجل مجتہد صاحب المذہب کی شان سے بہر اصل بعید ہے کہ وہ ایسا قول بے دلیل مناظرہ پیش کر دیتے

کہ محمد تیری کتاب بسم اللہ سے لے کر آخر تک غلط ہے۔ حالانکہ یہ بات تو ہر ایک شخص بڑی آسانی سے اپنے مخالف کی نسبت کہہ سکتا ہے پس اگر امام شافعی جیسے جلیل القدر، فاضل، امام محمد کی تضعیف کے در پے ہوتے تو دلائل کے رو سے ثابت کرتے کہ یہ کتاب ان وجوہات سے غلط ہے اور ان دلائل کا کسی نے ذکر کیا ہوتا بھلا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ وہی امام شافعی جن کے اقوال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"اعانی اللہ فی العلم برجلین فی الحدیث بابن عیینۃ وفی الفقہ بمحمد اور کہ من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہًا الا بکتب محمد بن الحسن"

اسی امام محمد کو یوں کہیں کہ تیری کتاب بسم اللہ سے تا آخر غلط ہے اور پھر امام محمد جن کی نسبت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اپنے علم کے مطابق کلام کریں تو ہم ان کی کلام کو سمجھ بھی نہ سکیں۔ امام شافعی سے مناظرہ میں وہ لاجواب ہو جائیں اور رنگ زرد ہو جائے۔ یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت روایات ہیں جو اصحاب امام ابوحنیفہ کے دشمن گھڑ کر لوگوں کو سناتے اور اپنے دل کو خوش کرتے ہیں۔ بھلا آپ جانتے ہیں کہ امام محمد کی وہ کتاب کون سی تھی؟ آؤ ہم آپ کو بتا دیتے ہیں کہ ان کی کتاب کتاب الحجہ ہے جو انہوں نے تردید اہل مدینہ میں لکھی تھی جو لکھنو کے مطبع انوار احمدی سے چھپ چکی ہے۔ اور اس کا جواب اب تک مالکیوں سے نہیں ہو سکا اس میں اقوال امام ابوحنیفہ درج ہیں جو اکثر صحاح ستہ میں بھی ہیں۔ اور نیز اقوال صحابہ ہیں پھر امام شافعی صاحب کس طرح اس کتاب کو کہہ سکتے تھے کہ بسم اللہ سے تا آخر غلط ہے جس کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمام احادیث مرفوعہ اور اقوال امام ابوحنیفہ سراسر غلط ہیں کچھ عقل کی کہو بھلا امام شافعی ایسا کہہ سکتے تھے حالانکہ ابوحنیفہ کے اقوال کی عظمت کے وہ خود قائل ہیں۔

چنانچہ کتاب موفق جلد ۲ صفحہ ۶۶ میں لکھا ہے:

"قال سلمان بن داؤد الهاشمي قال لي الشافعي قول ابي حنيفة اعظم من ان يدفع باهوائنا"

یعنی امام ابوحنیفہ کا قول اس سے برتر ہے کہ ہم اپنی خواہشات سے رد کر سکیں۔

الحاصل جب کہ امام شافعی امام محمد کے علم و فضل کے قائل اور ان کی کتابوں کے مداح تھے چنانچہ کشف الظنون جلد۲ کے صفحہ ۲۷۳ میں امام محمد کی کتاب مبسوط کے ذکر میں لکھا ہے:

"وروي ان الشافعي استحسنه وحفظه واسلم حكيم من كفار اهل الكتاب بسبب مطالعة حيث قال هذا كتاب محمد كم الاصغر فكيف كتاب محمد كم الاكبر"

یعنی مروی ہے کہ امام شافعی نے اس کتاب کو پسند کیا اور اس کو یاد کر لیا اور ایک حکیم جو کفار اہل کتاب سے تھا اس کتاب کے مطالعہ کرنے پر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب چھوٹے محمد (محمد بن حسن) کی کتاب ایسی ہے تو بڑے محمد (رسول ﷺ) کی کتاب کا کیا کہنا ہے تو پھر یہ کبھی خیال نہیں کیا جا سکتا کہ امام شافعی امام محمد کی ایک کتاب مبسوط کو تو یہاں تک پسند کریں کہ اس کو یاد کر لیں اور انہی کی دوسری تصنیف کتاب الحجہ کی نسبت یہ کہیں کہ وہ اول سے آخر تک غلط ہے پس یہ بالکل بے ہودہ اور لغو خیال ہے اور یہ قصہ بالکل فرضی اور بے بنیاد ہے۔

اعتراض نمبر۶:

امام غزالی نے منخول میں لکھا ہے:

"امام ابو حنيفة فلم يكن مجتهدا لا انه كان لا يعرف اللغة وعليه يدل قوله ولو رماه بابو قبيس وكان لا يعرف الاحاديث ولهذا عزى بقبول الاحاديث الضعيفة ورد الصحيح منها ولم يكن فقيه النفس بل كان يتفا ليس لا في محله على مناقضة ماخذ الاصول"

جواب:

امام غزالی پر یہ افتراء محض ہے امام غزالی کی تصنیف سے منخول کوئی کتاب نہیں ہے امام غزالی حضرت امام ابوحنیفہ کی عظمت اور فقاہت کے قائل تھے وہ ان کی نسبت ایسا کس طرح لکھ سکتے تھے کہ کتاب احیاء العلوم میں انہوں نے جیسے دیگر ائمہ مذہب کی تعریف کی ہے اسی طرح حضرت امام ہمام کی بھی مدح کی ہے پھر کس طرح ولم یکن فقیہ النفس الخ ان کی نسبت لکھ سکتے تھے۔ اس لیے علمائے محققین نے تصریح کر دی ہے کہ یہ غزالی ایک اور شخص محمود نامی معتزلی المذہب تھا جو اہل حق کا سخت دشمن اور امام صاحب کا معاند تھا چنانچہ صاحب خیرات الحسان نے شروع کتاب کے مقدمہ اولی میں صفحہ۴ سے ۸ تک اس پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس کتاب کا امام غزالی مصنف احیاء العلوم کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط اور مبنی بر تعصب ہے۔ ہم احیاء العلوم سے اصل عبارت جو ائمہ مذہب کی شان میں لکھی ہے درج کر کے میاں حیدر آبادی سے پوچھتے ہیں کہ باوجود ایسا لکھنے کے پھر تمہاری فرضی منخول میں وہ کس طرح امام صاحب کی نسبت ایسی عبارت لکھ سکتے تھے۔

احیاء العلوم صفحہ۱۵ میں لکھا ہے: "**فالفقهاء الذين هم زعماء الفقه وقادة الخلق اعني الذين كثر اتباعهم في المذاهب خمسه الشافعي ومالك واحمد بن حنبل وابو حنيفة وسفيان الثوري رحمهم الله وكل واحد منهم كان عابدا وزاهدا وعالما بعلوم الآخرة وفقيها في مصالح الخلق ومريدا بفقه وجه الله تعالى**"

یعنی فقہاء جو فقہ کے بانی اور خلق خدا کے پیشوا ہیں یعنی جن کے پیروان مذہب کثرت سے ہیں پانچ ہیں۔ شافعی، مالک، احمد بن حنبل، ابوحنیفہ، سفیان ثوری رحمہم اللہ اور ان میں سے ہر ایک عابد، زاہد، عالم، علوم آخرۃ، فقیہ النفس، مصالح خلق کو جاننے والا۔ اور اپنی فقہ سے صرف رضامندی اللہ کو مدنظر رکھنے والا تھا۔

اس کے بعد امام شافعی و مالک کے حالات لکھ کر امام ابوحنیفہ کی نسبت اس طرح پر لکھا

ہے:

"وما ابو حنیفة رحمہ اللہ فلقد کان عابدًا زاهدًا عارفًا بالله تعالٰی خائفا منه مریدًا وجه الله تعالٰی بعلمه"

یعنی امام ابوحنیفہ عابد، زاہد، عارف، خائف من اللہ اپنے علم میں رضاء الٰہی کے طالب تھے۔

اب ناظرین احیاء العلوم کی عبارت مذکور پڑھ کر خود ہی کچھ انصاف کریں کہ امام غزالی نے جب کہ ائمہ ثلاثہ کی طرح امام ابوحنیفہ کی فضیلت کی بڑی شد ومد سے شہادت دی ہے تو پھر کیا عقل اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ وہی امام غزالی اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ کی نسبت یوں لکھیں کہ وہ مجتہد نہ تھے اور نہ فقیہ تھے اور بے جا قیاس کرتے تھے۔ حاشا وکلا یہ قول ہرگز امام غزالی مصنف کتاب احیاء العلوم کا نہیں ہے بلکہ اس دشمن اہل حق معتزلی بدظن کا قول ہے۔

شب پرا گر وصل آفتاب نخواہد　　رونق بازار آفتاب نہ کاہد

ابوقبیس کا جواب آگے آئے گا اور ولم یعرف الحدیث کے الزام کی کافی تردید بشہادت کثیر التعداد اکابر محدثین پہلے گزر چکی ہے۔

اعتراض نمبر ۷:

خطیب نے کہا "انه ای ابو حنیفة کان مذهب جهم" یعنی مذہب ابوحنیفہ کا جہمیہ تھا۔ ابن قتیبہ دینوری نے کتاب المعارف میں امام صاحب کو معہ دونوں شاگردوں کے مرجہ لکھا ہے حافظ سلیمان نے بھی مرجیوں میں لکھا ہے چنانچہ ذہبی نے میزان میں اس قول کو نقل کیا ہے۔

جواب:

حضرت امام ہمام کو جہمیت کا الزام دینے سے معترضین کو شرم کرنا چاہیے اگرچہ یہ تو مشہور ہی ہے کہ دشمن بات کرے ان ہونی۔ مگر پھر بھی بات وہ کہنی چاہیے جس کی کچھ گنجائش ہو سکے۔ حضرت امام والا شان تو مذہب جہمیہ کے بانی جہم بن صفوان کو سخت برا

اور کافر سمجھتے تھے۔ اور اس سے بات کرنا بھی عار تصور کرتے تھے۔ اور نا انصاف اہل آپ کو الٹا جہمیت کا الزام لگاتے ہیں۔

چنانچہ کتاب موفق صفحہ ۱۸۶ میں قول امام ابو حنیفہ کا جہم بن صفوان کے خطاب میں لکھا ہے:

"الکلام معك عار والخوض فيما انت فيه نار قال كيف حكمت على ولم تسمع كلامي قال ابلغني عنك اقاويل لا يقول بها اهل الصلاة قال اتحكم بالغيب قال اشتهر ذلك عنك عند الخاصة والعامة فساغ لي ان احقق ذالك عنك"

یعنی امام صاحب نے جہم بن صفوان کو کہا تیرے سات کلام کرنا عار ہے اور اس بات میں خوض کرنا جو تیرا مذہب ہے موجب دخول جہنم ہے صفوان نے کہا آپ مجھ پر کیسے فتویٰ لگاتے ہیں جب کہ آپ نے میرے کلام مجھ سے سنے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے تیری ایسی باتیں پہنچی ہیں جو کوئی مسلمان اہل صلوٰۃ کہہ نہیں سکتا۔ اس نے کہا کہ آپ مجھ پر حکم بالغیب کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ تیری باتیں عام و خاص میں شہرت پا چکی ہیں تجھ سے پوچھنے کی حاجت باقی نہیں ہے۔

دیکھو امام صاحب تو مذہب جہمیہ کے بانی کو کافر کہتے ہیں ادھر کور باطن وہابی ان کو بھی جہمیہ قرار دیتے ہیں۔ رہا ابو قتیبہ کا امام کو مرجیہ کہنا سو اول تو ابو قتیبہ دینوری کوئی شخص نہیں البتہ ابن قتیبہ ایک شخص ہے جس نے کتاب المعارف لکھی ہے۔ اب ان دو میں تمیز نہ ہونا بڑی بھاری جہالت کی دلیل معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دوست حیدر آبادی نے مختلف رسالجات دیکھ کر اناپ شناپ لکھ مارا ہے خود کوئی کتاب نہیں دیکھی ورنہ ایسی سخت غلطی صادر نہ ہوتی۔ دوم تمہیں یہ بھی بتا دیتے کہ یہ حضرت ابن قتیبہ خود کیسے ہیں اور محدثین کے نزدیک یہ کیا درجہ رکھتے ہیں۔

سو میزان صفحہ ۷۱ میں ان کی نسبت محدثین کی شہادت یوں درج ہے:

"قال الحاكم اجمعت الامة على ان القتيبي كذاب. قال الدار قطنی

كان ابن قتيبة يميل الى التشبيه منحرف عن العترة و كلا يدل عليه و قال البيهقى كان يرى راى الكرامية انتهى ملخصًا"

یعنی حاکم نے کہا اس بات پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ قعیسی کذاب تھا۔ دار قطنی نے کہا ہے کہ ابن قتیبہ مذہب تشبیہ کی طرف مائل تھا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ کرامیہ کی رائے رکھتا تھا۔

پھر ایسا کذاب بد مذہب شخص اگر امام ابوحنیفہ کے برخلاف کوئی جھوٹا الزام عائد کرے تو اس کی کلام کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے یہ عجیب بات ہے جو میاں حیدر آبادی لکھتا ہے کہ حافظ سلیمانی نے بھی امام صاحب کو مرجیوں میں لکھا ہے اور ذہبی نے میزان میں اس قول کو نقل کیا ہے۔ میزان الاعتدال کا بھی غالباً میاں حیدر آبادی نے نام ہی سنا ہوا ہے خواب میں بھی اس کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا ورنہ ایسا وہ کبھی نہ لکھتا میزان الاعتدال ہمارے پاس ہے اور ہم نے اس کو اول سے آخر تک دیکھ لیا ہے اس کتاب میں حافظ سلیمان کا نام تک نہ لکھا گیا چہ جائیکہ برخلاف امام ہمام اس کا قول مذکور درج ہو یہ بھی کسی رسالہ نے حیدر آبادی کو دھوکہ میں ڈالا ہے۔ حیدر آبادی اگر خود اس افتراء کے الزام سے بری ہونا چاہتا ہے تو اس رسالہ کا نام لکھ دیں جس کی کاسہ لیسی آپ نے کی ہے تاکہ اس کے مصنف سے ہم پوچھیں کہ میزان میں کس جگہ سلیمانی کا امام ابوحنیفہ کی نسبت مرجیہ ہونا لکھا ہے شاید آپ کے منقول عنہ رسالہ کے مؤلف نے میزان میں مسعر بن کدام کے تذکرہ میں نعمان کا نام دیکھ کر امام ابوحنیفہ کا خیال کر لیا ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے:

"مسعر بن كدام فحجة امام ولاعبرة بقول السليمانى كان من المرجئة مسعر بن كدام وحماد بن ابى سليمان والنعمان وعمرو بن مرة وعبدالعزيز بن ابى رواد و ابومعاوية وعمرو بن ذر سرد جماعة"

یعنی مسعر بن کدام حجت اور امام تھے اور سلیمانی کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں جو اس

نے مرجیوں میں شمار کیا ہے۔ "زحماد بن ابی سلیمان و نعمان و عمرو بن مرہ و عبد العزیز
بن ابی رواد و ابو معاویہ و عمر و بن ذر وغیرہ ایک جماعت کو۔
لیکن ایسی صورت میں اول تو نعمان سے ابوحنیفہ ہی سمجھ لینا ایک صریح تحکم ہے
کیوں کہ امام کی وقت کئی ایک محدثین کا نام تھا پس جب تک کوئی قرینہ مابہ الامتیاز
معلوم نہ ہو کس طرح نعمان سے امام ابوحنیفہ ہی قرار دیے جا سکتے ہیں۔ دوم بالفرض
اگر نعمان سے امام ابوحنیفہ ہی تسلیم کر لیے جاویں تو آپ کی استدلال کی تردید خود امام
ذہبی کے قول سے ہو گئی جو کہتے ہیں کہ ان علماء کرام کی جن میں امام ابوحنیفہ شامل ہیں
مرجیہ قرار دینے پر سلیمانی کا کوئی اعتبار نہ کیا جاوے جس سے علاوہ سلیمانی کی تردید
کے امام ابوحنیفہ کو مرجیہ کہنے والے جھوٹے ثابت ہوتے ہیں علاوہ اس کے خود امام
ابوحنیفہ نے اپنے مرجیہ کہنے والوں کو ایسا معقول جواب دے دیا ہے کہ اگر ان کو کچھ
بھی شرم وحیاء ہو تو پھر کبھی ان کو مرجیہ کہنے کا خیال تک بھی نہ گزرے۔
چنانچہ مولانا مولوی عبدالحی مرحوم کتاب الرفع والتکمیل کے صفحہ ۳۴ میں لکھتے
ہیں:

"وفی التمھید لابی الشکور السالمی قسمو المرجئة علی نوعین
مرجئة مرحومة ھم اصحاب النبی ﷺ و مرجئة ملعونة وھم الذین
یقولون بان المعصیة لاتضرور المعاصی لا یعاقب وروی عن عثمان
بن ابی لیلی انہ کتب الی ابی حنیفة وقال انتم مرجئة فاجابہ بان
المرجئة علی ضربین مرجئة ملعونة وانا بری منھم ومرجئة مرحومة
وانا منھم وکتب فیہ بان الانبیاء کانوا کذالك الا تری الی قول
عیسیٰ ؑ قال ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز
الحکیم"

یعنی مرجیہ مرحومہ اور وہ اصحاب نبی ﷺ اور مرجیہ ملعونہ اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں
گناہ کچھ مضر نہیں ہے اور عاصی کو کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ عثمان بن ابی لیلی نے امام

ابوحنیفہ کرتے تھے کہ کل انبیاء کا یہی مذہب ہے جیسا کہ حضرت مسیح کا قول ہے اے خدا اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے اپنے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو عزیز حکیم ہے۔

دیکھو اس میں امام صاحب نے خود ہی فیصلہ فرما دیا ہے کہ وہ مرجیہ ملعونہ نہیں جو اس بات کی قائل ہیں کہ گناہ کی کوئی سزا نہیں ہے۔ ہاں ایک قسم مرجیہ مرحومہ کا ہے جو اس بات کی قائل ہے کہ اگر خدا چاہے تو گناہ گار کو اس کے کیے کی سزا دی اور جو چاہے تو معاف کر دے اور تمام انبیاء کرام ﷺ اس بات کے قائل ہیں اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے پھر حیف ہے ان لوگوں پر جو امام صاحب کی نسبت یہ خیال کریں کہ آپ پہلی قسم کے مرجیہ میں داخل تھے جب کہ آپ ان پر لعنت بھیجتے اور ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ ہاں مرجیہ مرحومہ میں تمام امت محمدیہ ﷺ اور خود رسول مقبول ﷺ اور صحابہ کرام ؓ بھی داخل ہیں۔ وہابی اس کے برخلاف ہوں تو ہوا کریں۔

اعتراض نمبر ۸:

تاریخ بغدادی میں یہ بھی ذکر ہے کہ ابو اسحاق فزاری نے کہا:

"كنت اتى ابا حنيفة فاساله عن الشيء من الغزداة فسألة عن مسئلة فاجاب فيها فقلت يروى عن النبى ﷺ كذا و كذا قال دعنا من هذا"

یعنی میں ابوحنیفہ کے پاس آتا تھا اور ان سے امیر غزوہ سے کچھ پوچھتا تھا میں نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا میں نے کہا حضرت سے یوں اس بارہ میں روایت ہے تو امام ابوحنیفہ نے کہا اس سے ہم کو چھوڑ یعنی حدیث کا ذکر مت کرو۔

جواب:

اگر مؤلف کو معلوم ہوتا کہ بغدادی نے یہ قول کس طریق پر نقل کیا ہے تو وہ اس کو کل اعتراض میں ہرگز پیش نہ کرتا لیکن چونکہ وہابیوں کو تحقیق سے غرض نہیں صرف اناپ شناپ باتیں ہانک کر اپنا اور اپنے ہم خیالوں کا دل خوش کر لینا مقصود ہوتا اسی لیے وہ

کسی کتاب سے کوئی قول خواہ اس کا مصنف کسی طور سے نقل کر دے حضرت امام کے بظاہر مخالف دیکھ لیں تو غنیمت سمجھیں اور عقدہ لاینحل کی صورت میں مخالفین کے سامنے پیش کرتے ہیں سو واضح ہو کہ اول تو خطیب بغدادی کا یہ اپنا قول نہیں اور نہ اس کو اس قول سے اتفاق ہے بلکہ اس نے امور خانہ طریق پر جہاں حضرت امام امام کے مادحین کے اقوال نقل کیے ہیں وہاں قادحین کے اقوال بھی لکھ دیے ہیں۔ خواہ وہ کیسے ہی ہیچ کیوں نہ ہوں۔

چنانچہ خیرات الحسان کے صفحہ ۷۶ میں لکھا ہے:

"الفصل التاسع والثلاثون فی رد ما نقله الخطیب فی تاریخه عن القادحین فیه اعلم انه لم یقصد بذلك الاجمع ما قیل فی الرجل علی عادة المؤرخین ولم یقصد بذلك التقاصه ولا الحط عن مرتبة بدلیل انه قدم کلام المادحین واکثر منه من نقل مالره السابقة فی اکثرها انما اعتمد اهل المناقب فیه علی ما فی تاریخ الخطیب ثم عقبه هذکر کلام القادحین اکثر منه من نقل مالرة السابقة فی اکثرها انما اعتمد اهل المناقب فیه علی ما فی تاریخ الخطیب ثم عقبه بذکر کلام القادحین لتبین انه من جملة الاکابر الذین لم یسلموا من خوض الحساد والجاهلین فیهم ومما یدل علی ذالك ایضًا ان الاسانید التی للقدح لا یخلو غالبها من متکلم فیه او مجهول ولا یجوز اجماعًا"

یعنی انتالیسواں فصل ان اقوال کی تردید میں ہے جو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں قادحین کے نقل کیے ہیں اور معلوم ہو کہ اس کی غرض صرف ان اقوال کو جمع کرنے سے ہے جو کسی شخص کے حق میں کہے گئے ہوں جیسا کہ مورخین کی عادت ہے اور اس سے ہرگز اس کی قدر و منزلت کی تنقیص مقصود نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے پہلے مادحین کے اقوال لکھ دیے ہیں اور اکثر ان روایات کا ذکر کر دیا ہے جن پر اہل مناقب نے اعتماد ہے اور اس کے بعد قادحین کے اقوال بھی نقل کر دیے ہیں تا کہ معلوم

ہو کہ آپ ان بزرگانِ دین سے ہیں جو جاہل حاسدوں کی بے جا طعن سے نہیں بچ سکے اور اس امر کی یہ صریح دلیل ہے کہ جو روایات قدح نقل کی گئی ہیں اکثر راوی ان کے متکلم فیہ اور مجہول اشخاص ہیں جن کی روایات بالاجماع غلط ہیں۔

اب اس تصریح سے صاف معلوم ہو گیا کہ بغدادی نے حضرت امام ہمام کی کسر شان کی غرض سے ایسے اقوال نقل نہیں کیے آپ کے بھی مثل دیگر اکابر دین کے حاسد بہت تھے جنہوں نے ایسے فضول بکواس آپ کے خلاف کر دیے ہیں جو بالکل بے ہودہ اور پوچ ہیں۔ دوم اگر فرض کر لیا جاوے کہ اس نے ایسے اقوال کو صحیح سمجھ کر بطور اعتراض کے نقل کیا ہے تاہم اس سے امام اعظم کی شان کی نسبت کوئی تنقیص ثابت نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ اسی خیرات الحسان کے صفحہ مذکور میں اس طرح پر لکھا ہے:

"وبفرض صحة ما ذكره الخطيب من القدح من قائله لا يعتد به فانه ان كان من غير اقران الامام فهو مقلد لما قاله او كتبه اعداء او من اقرانه لما مر ان اقول الاقران بعضهم في بعض غير مقبول وقد صرح الحافظان الذهبي وابن حجر ...... بذلك قالاً ولا ينجو منه الا من قال الذهبي وماعلمت عصر اسلم اهله الا عصر النبين والصديقين"

یعنی اگر بالفرض اس قدح کو جو خطیب نے نقل کی ہے اس کے قائل سے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کا کیا اعتبار ہے کیوں کہ اگر قادح امام کے عصر سے بعد کا ہے تو وہ امام صاحب کے دشمنوں کے اقوال کا مقلد ہوگا اور اگر آپ کا ہم عصر ہے تو بھی اس کا قول نامعتبر ہے کیوں کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ہم عصروں کے اقوال ایک دوسرے کے بارے میں غیر مقبول ہوتے ہیں جیسا کہ حافظ ذہبی اور ابن حجر نے تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ بالخصوص جب ظاہر ہو جائے کہ یہ بات کسی عداوت ذاتی یا مذہبی کی وجہ سے کہی گئی ہے کیوں کہ حسد سے سوائے معصومین کے کوئی بشر نجات نہیں پا سکتا۔ ذہبی کا قول ہے کہ مجھے کوئی ایسا زمانہ معلوم نہیں ہے جس کے لوگ حسد سے بچ سکیں سوائے عصر انبیاء اور صدیقین کے۔

سوم خطیب بغدادی کچھ امام ابو حنیفہ کی ہی نسبت متعصب نہ تھا۔ بلکہ اس نے امام احمد بن حنبل کی اور ان کے اصحاب کی نسبت بھی سخت سست لکھا ہے جس سے حنبلیوں اور حنفیوں وغیرہ نے اس کی خوب خبر لی ہے اور تردید میں کتابیں لکھی ہیں۔

چنانچہ شامی شرح درمختار کے صفحہ ۳۷ ج ا میں لکھا ہے:

"وممن انتصر ...... للامام العلامة يوسف بن عبدالهادي الحنبلي في مجلد كبير سماه تنوير الصحيفة وذكر فيه عن ابن عبدالبر لا يتكلم في ابي حنيفة بسوء ولا تصدقن احدا بسوء القول فيه فاني والله ما رايت افضل ولا اورع ولا افقه منه ثم قال ولا يغتر احد بكلام الخطيب فان عنده العصبية الزائدة على جماعة من العلماء كابي حنيفة والامام احمد وبعض اصحابه وتحامل عليهم بكل وجه وصنف فيه بعضهم السهم المصيب في كبد الخطيب"

یعنی بعض ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی حمایت کی ہے ان میں علامہ یوسف ابن عبدالہادی حنبلی بھی ہیں جنہوں نے ایک بڑی کتاب تنویر الصحیفہ نام کی لکھی اور اس میں بیان کیا کہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کے حق میں کوئی بری کلام نہ کی جاوے اور ان کی نسبت کسی کا برا قول سچا نہ سمجھا جاوے کیوں کہ خدا کی قسم میں نے کوئی شخص امام ابو حنیفہ سے افضل بہت پرہیزگار اور افقہ نہیں دیکھا۔ پھر کہا ہے کہ کوئی شخص خطیب بغدادی کی کلام پر دھوکہ نہ کھائیں کیوں کہ اس نے ایک جماعت علماء مثل امام ابو حنیفہ و امام احمد اور ان کے بعض اصحاب پر بڑا تعصب کیا ہے اور ان پر ہر ایک طرح کے عیب لگائے ہیں جس کی تردید میں بعض نے سہم المصیب فی کبد الخطیب کتاب لکھی ہے اس کے علاوہ خطیب بغدادی کی تردید میں ایک کتاب "السهم المصيب في الرد على الخطيب" علامہ عیسیٰ بن ابی بکر ملک المعظم ایوبی حنفی متوفی ۶۲۴ھ اور ایک کتاب "السهم المصيب في نحر الخطيب" حافظ جلال الدین سیوطی نے بھی لکھی ہے۔ دیکھو کشف الظنون

جلد ۲ صفحہ ۳۸ علاوہ ازیں قول دعنا من ہذا کی ایک تاویل بھی ہو سکتی ہے کیوں کہ اس کے مشابہ حافظ الحدیث یزید بن ہارون کا قول بھی موجود ہے جیسا کہ کردری جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ میں ہے:

"عن عبد اللہ بن ابی لبید قال کنا عند یزید بن ہارون فقال المغیرۃ عن ابراھیم فقال اجل حدثنا عند علیہ السلام فقال یزید یا احمق ھذا تفسیر قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلا فما تصنع بالحدیث اذا لم تفھم معناہ"

یعنی ابی لبید کہتے ہیں کہ ہم یزید بن ہارون کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے کہا مغیرہ نے ابراہیم سے یوں روایت کی ہے اس پر ایک شخص کہنے لگا کہ ہم کو تو حضرت کی حدیث بتاؤ۔ یزید نے فرمایا اے احمق یہ تو حضرت کی تفسیر ہے تو حدیث کو کیا کرے گا جب اس کا معنی نہیں سمجھ سکتا ایسا ہی ابو اسحاق فزاری کی روایت مذکورہ کو اگر صحیح فرض کر لیا جائے تو اس کی صورت بعینہٖ اسی صورت کے مطابق ہے جو اس روایت یزید بن ہارون میں ہے یعنی جب فزاری نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا اور آپ نے جواب باصواب دیا اور فزاری نے کہا کہ حضرت کی حدیث تو یوں ہے تو آپ نے یہ سمجھ کر ہمارا جواب تو عین تفسیر حدیث تھا جس کو یہ سمجھ نہیں سکا۔ یزید بن ہارون کی طرح اس کو کہہ دیا کہ تم حدیث کا ذکر چھوڑ دو جب تمہیں اس کی سمجھ نہیں اب بتایئے اس میں آپ پر کیا الزام ہے۔ الحاصل حضرت امام اعظم ایسے مسلم پیشوائے دین فقیہ و محدث کی برخلاف جو شخص یہ الزام لگائے کہ وہ قرآن و حدیث کے برخلاف مسائل بیان کرتے تھے اور قال اللہ و قال الرسول کی پرواہ نہیں کرتے تھے اس کا قول بالکل مردود ہے۔ جیسا کہ برخلاف اس کے بشہادت محدثین ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ہر مسئلہ میں قرآن و سنت کی اتباع کرتے تھے اور احادیث صحیحہ اور آخری فعل رسول اور تعامل صحابہ کی تلاش میں رہتے تھے اسی لیے اکابر محدثین امام صاحب کے ہی اقوال پر فتویٰ دیتے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے۔

اعتراض نمبر۹:

خطیب بغدادی نے کہا "ما ولد فی الاسلام اضر منه" یعنی اسلام میں کوئی اس سے زیادہ ضرر دینے والا پیدا نہیں ہوا۔

جواب:

مخالف نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ خطیب بغدادی نے کس سے یہ فقرہ روایت کیا ہے اور یہ بھی بیان نہیں کیا ہے کہ یہ قول کس کی نسبت ہے پھر ایسے بے سروپا بے اصل اقوال کو مخالف کے سامنے معرض استدلال میں پیش کرنا بڑی حماقت کی بات ہے ہم اوپر خطیب کی روایات کتاب تبیض الصحیفہ کے حوالہ سے امام صاحب کی مدح میں درج کر چکے ہیں جو ابن ابی داؤد سے روایت کی گئی ہیں۔ اور جن کا مضمون یہ ہے کہ امام صاحب کی نسبت سوائے جاہل یا حاسد کے کوئی کلام نہیں کر سکتا تو پھر وہی خطیب اپنی ان روایات کے برخلاف امام صاحب کی مذمت میں کس طرح کہہ سکتا ہے کہ "ما ولد فی الاسلام اضر منه" ممکن ہے کہ ایسا کلمہ کسی شریر حاسد نے کسی بزرگ کی نسبت کہہ دیا ہو کیوں کہ اکثر جاہل حساد بزرگان دین کی نسبت ایسے بے ہودہ دل آزار کلمات لکھ کر اپنے دل خوش کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت امام شافعی کی نسبت ان کے شریر حساد نے ایک یہ وضعی حدیث ان کی مذمت میں روایت کر دی ہے:

"عن انس قال قال رسول الله ﷺ یکون فی امتی رجل یقال له محمد بن ادریس اضر علی امتی من ابلیس"

(دیکھو شرح سفر السعادت صفحہ ۵۲۳ شیخ عبد الحق محدث دہلوی)

پھر اگر کوئی کم بخت دشمن دین اسی مضمون کی من گھڑت یہ روایت "ما ولد فی الاسلام" امام صاحب کی مذمت میں کہہ دے تو اس سے حضرت امام کی قدر و منزلت میں کیا فرق آ سکتا ہے جب دنیا اس بات کی قائل ہو چکی ہے کہ آپ جیسا حامی دین اسلام مفسر الکتاب، محی السنۃ، فقیہ، زاہد، عابد، متورع، خائف من اللہ نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اور جب کہ آپ کا فیض ابداً آباد تک صفحہ دنیا پر جاری ہے اور آپ کے

متبعین کی تعداد اس وقت خدا کے فضل سے اسلامی آبادی کی دو تہائی کے قریب ہے پھر ایسے مسلم مقتدائے اسلام کی نسبت ایسے کلمات بکنے والا اپنی عاقبت خراب کرنے کے سوا حضر۔ امام کی شان عالی کو کیا بدلگا سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰:

امام بخاری نے فزاری سے روایت کیا ہے کہ "کنت عند سفیان فنعی نعمان فقال الحمد لله ینقض الاسلام عروة عروة ما ولد فی الاسلام اشأم منه"

فزاری کہتے ہیں میں سفیان کے پاس تھا کہ امام ابوحنیفہ کے مرنے کی خبر آئی۔ سفیان نے کہا کہ الحمد للہ کہ ایسا امام دنیا سے گیا جو اسلام کے حلقہ کو توڑتا تھا اور اس سے زیادہ اشام کوئی نہ تھا۔

جواب:

یہ روایت امام بخاری نے تاریخ صغیر میں نعیم بن حماد مروزی عن ابی اسحٰق فزاری سے لکھی ہے۔ اب اس بنا پر ہم بڑی دلیری سے کہتے ہیں کہ یہ روایت محض جعلی و وضعی ہے اور حضرت سفیان ثوری پر صریح افترا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی نسبت ان کی وفات کی خبر سن کر معاذ اللہ ایسا فرمایا کیوں کہ نعیم بن حماد مروزی متوفی ۲۲۸ھ اگرچہ امام بخاری کا شیخ ہے اور ان کے نزدیک معتبر ہے اور اسے چند احادیث انہوں نے اپنی صحیح میں بھی لکھی ہیں مگر اکثر محدثین کے نزدیک وہ سخت مجروح ہے یہاں تک کہ بعض نے علاوہ اس کے ضعف و نکارت کے وضع احادیث کا الزام اس پر لگایا ہے اور امام صاحب کا تو یہ ایسا دشمن تھا کہ ان کی عیب گیری میں جھوٹی روایات خود گھڑ کر اور لوگوں کی طرف منسوب کرتا تھا۔

چنانچہ میزان الاعتدال میں اس کی نسبت لکھا ہے:

"قال الازدی کان ابو نعیم نضع الحدیث فی تقویة السنة وحکایت مزدرة فی ثلب النعمان کلها کذب"

یعنی ابوالفتح ازدی مشہور حافظ موصلی نے کہا ہے کہ ابونعیم تقویت سنت میں وضع حدیثیں اور عیب گیری نعمان میں جھوٹے قصے گھڑتا تھا جو سب کے سب جھوٹے ہوتے تھے۔

اور مقدمہ فتح الباری کے صفحہ ۵۱۵ میں لکھا ہے:

"وقال النسائی ضعیف ونسبه ابو بشر الدولابی الی الوضع"

یعنی نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابو بشر دولابی نے اس کو وضع احادیث کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور تذکرۃ الحفاظ کی جلد ۲ صفحہ ۷ میں لکھا ہے: "وهو (ای نعیم) مع امامة منكر الحديث"

پھر اسی کے صفحہ ۸ میں ہے:

"وقال ابو سعيد بن يونس روى احاديث مناكير عن الثقات"

اخیر میں لکھا ہے:

"وكان من اوعية العلم ولا يحتج به"

یعنی اگرچہ یہ علم کے برتنوں میں سے تھا مگر اس کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی اور میزان الاعتدال میں ہے:

"وقال ابو داؤد كان عند نعيم بن حماد نحو عشرين حديثًا عن النبی ﷺ ليس لها اصل"

یعنی نعیم بن حماد کے پاس رسول خدا ﷺ سے تقریباً بیس احادیث ایسی تھیں جن کا کوئی اصل نہ تھا اس کے بعد صاحب میزان نے بطور نمونہ چند بے اصل احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے:

"نعيم بن حماد ثنا ابن وهب ثنا عمرو بن الحارث عن سعيد بن ابی هلال عن مروان بن عثمان عن عمارة بن عامر عن ام الطفيل انها سمعت النبی ﷺ يقول رايت ربی فی احسن صورة شابا موقرا رجلاه

فی خفیہ علیہ نعلان من ذھب"

دیکھو جو شخص احادیث کے وضع کرنے میں رسول خدا ﷺ پر افترا کی کچھ پرواہ نہ کرے وہ امام ابوحنیفہ کی عیب گیری میں جھوٹے قصے گھڑنے میں کب فرق کرے گا پس امام بخاری کی روایت مذکور بقول حافظ ازدی صریح جھوٹی اور وضع ہے اور حضرت سفیان ثوری کا امام کی وفات کی خبر پہنچنے کے وقت الحمد للہ ینقض الاسلام عروۃ کہنا سراسران پر افترا بہتان ہے اس موقع پر اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو مانا کہ روایت مذکور جعلی و وضعی ہے. ان امام بخاری کی عظمت وجلالت سے یہ بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض ایک مذہبی رنجش سے امام ابوحنیفہ کی نسبت ان کے حاسدوں سے جعلی قصے روایت کر کے اپنا دل خوش کرنا پسند کریں اور ان کی توہین روا رکھیں اس تعجب کے دفعیہ میں ہم ان سے کہتے ہیں کہ جب کہ امام بخاری اپنے استاذ محمد بن یحییٰ ذہلی سے اس رنجش کا بدلہ لینے سے نہیں چوکے جو ان سے ان کو اہل بدعت کا فتویٰ دینے سے حاصل ہوئی تھی تو پھر امام ابوحنیفہ کب ان کی رنجش کے بدلہ سے بچ سکتے تھے۔

جس کا مختصر بیان اس طرح پر ہے کہ امام بخاری نے امام ذہلی سے فتویٰ مذکور سے پہلے احادیث بہت ہی سنی ہوئی تھیں جس کا صحیح بخاری میں درج کرنا ضروری تھا۔ اور ہر رنجش لاحقہ سے ان کو یہ بھی گوارہ نہ تھا کہ ان کے اندراج سے خود دشمن کا نام مشہور کیا جائے اس پر انہوں نے مثل مشہورہ "سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی بچ رہے" پر کار بند ہو کر یہ علمت عملی کی کہ تقریباً ۳۰ احادیث مرویہ ان کی تو مختلف ابواب میں درج کر دیں لیکن کسی روایت کے بھی سلسلہ اسناد میں ان کے نام کے ساتھ ان کے باپ کا نام نہ لکھا کہ جس سے غیر کو یہ مشخص ہو سکے کہ امام ذہلی سے یہ احادیث روایت کی گئی ہیں چنانچہ کئی جگہ تو صرف "حدثنا محمد" ہی لکھ دیا اور کئی جگہ بجائے ان کے باپ یحییٰ کے ان کے دادا عبداللہ یا پڑدادا خالد کا نام لکھ دیا جیسا کہ عینی شرح بخاری جلد ۴ کے صفحہ ۲۱ میں اس طرح پر لکھا ہے:

"محمد بن یحیی بن عبداللہ بن خالد فارس بن ذھب ابی عبداللہ الذی

..... روی عنہ البخاری فی الصوم والطلب والجنایز د العتق وغیرہ موضع فی قریب من ثلاثین ...... العتق ولم یقل حدثنا بن یحیٰ الذھلی مصرحًا ویقول حدثنا محمد ولا یزید علیہ ویقول محمد بن عبداللہ بنسبہ ابی جدہ ویقول محمد بن خالد جد ابیہ والسبب فی ذالک ان البخاری لما دخل نیسا پور علیہ محمد بن یحیٰ الذھلی فی خلق الحفظ وکان قد متھم الروایۃ عنہ ولم یصرح باسمہ" پس جو شخص اپنے استاد سے رنجش کا بدلہ لینے سے نہ چوکے وہ غیر سے بدلہ لینے سے کس طرح چوک سکتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۱:

رازی نے رسالہ ترجیح شافعی میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر شافعی کا اپنی تاریخ کبیر میں کیا ہے پھر کہا:

"ولو کان الضعفاء فی ھذا الباب ای فی علم الحدیث لذکرہ کما ذکر ابا حنیفۃ فی ھذا الباب"

یعنی اگر امام شافعی علم حدیث میں ضعیف ہوتے تو امام بخاری اپنی کتاب تاریخ کبیر میں اس کا ذکر کرتے جیسے ابوحنیفہ کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

جواب:

امام رازی کا کوئی رسالہ ترجیح شافعی میں نہیں ہے البتہ مناقب شافعی میں ان کا رسالہ ہے اور ۱۴۱ میں عبارت مذکور بھی ہے اور پھر یہ عبارت بھی انہوں نے کوئی طعن کے طور پر نہیں لکھی جیسا کہ آپ نے سوفہمی سے سمجھا ہے بلکہ انہوں نے امام بخاری کا گویا ایک طرح کا شکریہ کیا ہے کہ کیوں کہ امام بخاری نے جس بے پروائی سے امام شافعی کا ذکر تاریخ کبیر میں کیا ہے اس کے لحاظ سے امام رازی نے یہی غنیمت سمجھا ہے کہ تضعیف نہیں کی جیسی کہ امام ابوحنیفہ کی کی ہے چنانچہ کل عبارت مذکور اس طرح ہے:

"والامام الامام محمد بن اسمٰعیل البخاری فقد ذکر الشافعی فی

تاریخ تکبیر فقال فی باب محمد بن عبداللہ محمد الشافعی القرشی مات سنۃ اربع ومأتین ثم انہ ما ذکرہ فی باب الضعفاء مع علمہ بانہ کان قدر روی شیئا کثیرًا من الحدیث ولو کان من الضعفاء فی ھذا الباب لذکرہ ذکر ابا حنیفۃ فی ھذا الباب"

علاوہ اس کے چونکہ امام شافعی کی حافظ محمد بن حسین ابوالفتح موصلی متوفی ۳۷۴ھ نے اپنی کتاب الضعفاء (۱) میں یحییٰ بن معین کے قول سے تضعیف اور امام ابوحنیفہ کی

---

(۱) چنانچہ مقدمہ الجواہر المضیئہ کے صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے: "وذکر محمد بن الحسین الموصلی الحافظ فی آخر کتابہ فی الضعفاء قال یحیی بن معین ما رایت احدا اقدمہ علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثًا کثیرًا (قال) وقیل لیحیی بن معین یا ابا زکریا ابو حنیفۃ کان یصدق فی الحدیث قال نعم صدوق (قال) وقیل لیحیی بن معین ایما احب الیک ابو حنیفۃ او الشافعی او ابویوسف القاضی فقال اما الشافعی فلا احب حدیثہ واما ابوحنیفۃ فقد حدث عنہ قوم صالحون وابویوسف لم یکن من اہل الکذب کان صدوقا ولکن لست اری حدیثہ یجزی" یعنی یحییٰ بن معین نے کہا ہے میں نے ایسا کوئی محدث و عالم نہیں دیکھا جس کو میں وکیع پر مقدم کروں حالانکہ وہ امام ابوحنیفہ کی رائے پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور ان کی کل حدیثیں حفظ کرتے تھے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں یہ بھی یحییٰ بن معین سے کہا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہ حدیث میں سچ مانے جاتے تھے کہا کہ ہاں سچے مانے جاتے تھے یہ بھی ان سے کہا گیا کہ ابوحنیفہ و شافعی اور ابویوسف قاضی میں سے کون سا آپ کو پسندیدہ ہے فرمایا کہ میں شافعی کی حدیث تو پسند نہیں کرتا لیکن ابوحنیفہ کو پسند کرتا ہوں کیونکہ ایک جماعت صالحین نے ان سے حدیث روایت کی ہے اور ابویوسف گو اہل کذب سے نہ تھے بلکہ صدوق تھے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

توثیق کی تھی اس لیے امام رازی کی عبارت مذکور سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے امام کی حمایت میں حافظ موصلی کی تضعیف کو مدنظر رکھ کر صرف یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ چونکہ امام بخاری نے امام شافعی کا تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے اور "کتاب الضعفاء" میں ان کا ذکر نہیں کیا اس لیے امام شافعی ان کے نزدیک ضعیف نہ تھے اور غیر کی تضعیف بے اعتبار ہے۔

الغرض عبادت مذکور سے آپ کا یہ سمجھنا کہ امام رازی نے اس تصریح سے امام ابوحنیفہ کی تضعیف ثابت کرنی چاہی ہے صرف سوءفہمی ہی نہیں ہے بلکہ امام رازی پر محض ایک طرح کا افترا و بہتان ہے امام بخاری کا حضرت امام کا ذکر ضعفاء میں کرنا محض بوجہ تنافر مذہبی کے تھا۔

اعتراض نمبر۱۲:

یحییٰ بن معین نے کہا ابوحنیفہ سے حدیث روایت نہ کرو ان کی حدیث قابل اعتماد نہیں۔ دیکھو کتاب المنتظم لابن الجوزی۔

جواب:

اس [illegible] پر ہم کیوں نہ کہہ دیں کہ

چہ [illegible] ست وزدے کہ بکف چراغ دارد

کیا یہ وہی یحییٰ بن معین نہیں ہیں جن کا ایک قول بحوالہ عقود الجواہر المنیفہ و سفیان و مالك والاوزاعی والقراۃ عندی قراۃ حمزہ والفقه فقه ابی حنیفة علی هذا ادرکت ال[illegible]س (خیرات الحسان صفحہ۲۵)

(گزشتہ سے پیوستہ) لیکن میں ان کی حدیث جائز نہیں سمجھتا دیکھو یحییٰ بن معین جن کی نسبت محض امام احمد کا یہ قول ہے کہ وہ رجال کی نسبت ہم سے اعلم تھے اور جس حدیث کو یحییٰ نہ پہچانیں وہ حدیث ہی نہیں ہے ان کی جرح کو امام شافعی کی نسبت محض اس لیے قبول نہیں کیا گیا کہ وہ ان کے ہم عصر تھے۔

اور یہ بھی ان کا قول ہے: "کان ثقتہ صدوقًا فی الفقہ والحدیث مامونًا علی دین اللہ"

اور کہ "ابو حنیفۃ ثقۃ فی الحدیث لا یحدث الا بما یحفظ ولا یحدث بما لایحفظ" (تہذیب الکمال)

پھر ان اقوال کی موجودگی میں کون شخص خیال کر سکتا ہے کہ یحییٰ بن معین امام صاحب کی نسبت کہیں کہ ان سے حدیث نہ کروان کی حدیث قابل اعتماد نہیں اور ابن جوزی کا حال ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ وہ ایک سخت متعصب شخص تھا جس کو اکثر ائمہ عظام سے دشمنی تھی۔ اور پھر باوجود اس کے اس میں یہ سخت عیب تھا کہ جرح کے اقوال تو درج کر دیتا تھا اور مجروح کی نسبت جو کسی نے توثیق و تعدیل کی ہوئی تھی اس کا ذکر تک نہ کرتا تھا۔

چنانچہ امام ذہبی نے میزان میں ترجمہ ابان بن یزید عطار میں لکھا ہے:

"وقد اوردہ ایضًا العلامۃ ابو الفرج ابن الجوزی فی الضعفاء ولم یذکر فیہ اقوال من وثقہ وھذا من عیوب کتابہ یسر الجرح ویسکت عن التوثیق"

علاوہ اس کے چونکہ ابن الجوزی کی کتاب المنتظم بقول صاحب کشف الظنون اوہام کثیرہ اور اغلاط صریحہ کا مجموعہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی نے بجائے امام شافعی کے غلطی سے امام ابوحنیفہ کا نام لکھ دیا ہے۔ کیوں کہ یحییٰ بن معین نے امام شافعی کی ہی حدیث کو ناپسند کیا ہے جیسا کہ ابھی بحوالہ عقود الجواہر المنیفہ کے موصلی کے منقولہ قول یحییٰ بن معین سے گزرا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۳:

میزان الاعتدال میں لکھا ہے: "النعمان بن ثابت زوطی ابو حنیفۃ الکوفی امام اھل الرای ضعفہ النسائی من جھتہ حفظ وابن عدی وآخرون"

یعنی نعمان ابوحنیفہ امام اہل رائے کے ہیں ان کو نسائی بباعث سوء حفظ ضعیف کہا اور

ابن عدی اور دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح کہا۔

جواب:

اول تو ہمیں اس بات کے تسلیم کرنے سے بالکل انکار ہے کہ میزان الاعتدال میں صراحت سے لکھ دیا ہے کہ میں اس کتاب میں ہے۔ ائمہ متبوعین مثل امام ابوحنیفہ شافعی و بخاری کا ترجمہ اوبا نہیں لکھوں گا۔

چنانچہ اس کی عبارت یوں ہے: "وكذا لا اذكر في كتابي من الائمة المتبوعين في الفروع احدا لجلالتهم في الاسلام وعظمتهم في النفوس مثل ابي حنيفة والشافعي والبخاري"

یعنی میں اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا ہرگز ذکر نہیں کروں گا کیوں کہ اسلام میں ان کی جلالت اور عظمت مسلم ہے مثل امام ابوحنیفہ و شافعی و بخاری کے پس جب کہ مصنف کتاب نے خود تصریح کر دی ہے کہ ائمہ عظام کی نسبت اس کتاب میں کچھ ذکر نہ کیا جائے گا تو پھر وہ برخلاف اس کے امام ابوحنیفہ کی نسبت یہ جرح کس طرح کر سکتا تھا۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ امام صاحب کی نسبت کسی نادان جلسہ نے شرارتا یہ عبارت میزان الاعتدال کے حاشیہ پر ایزاد کر دی اور پھر ناقل نے اصل عبارت سمجھ کر درج کتاب کر لی۔ دوم اس الحاقی عبارت میں فقرہ "من جهة حفظه" کو نسائی کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے اور درج کنندہ عبارت نے اپنی طرف سے ضم کر کے جرح مبین کی صورت بنادی ہے۔ حالانکہ نسائی نے کتاب الضعفاء میں صرف اس قدر لکھا ہے: "نعمان بن ثابت ليس بالقوي في الحديث"

اور یہ جرح غیر مفسر مبین ہے۔ جو باتفاق محدثین غیر مقبول ہے۔ علاوہ ازیں یہ جرح بھی امام نسائی سے امام بخاری کی طرح محض مذہبی تعصب کی وجہ سے صادر ہوئی ہے کیوں کہ امام نسائی مائل بہ تشیع تھے جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے: "وكان يتشيع" (یعنی وہ تشیع کرتے تھے) بلکہ ان کی موت بھی ان کی تشیع کی وجہ سے لوگوں کی زدو کوب سے ہوئی ہے۔ اور اہل تشیع کا بغض امام صاحب سے ظاہر ہے پس انہوں نے

اگر آپ کی نسبت "لیس بالقوی" لکھ کر اپنا دل خوش کر لیا تو کیا مضائقہ۔ ان کو اس قدر جرأت پھر بھی نہ ہوئی کہ جرح کی تفسیر اور بیان کر دیں کیوں کہ تمام محدثین آپ کی ثقاہت کے قائل ہو چکے ہیں اور امیر المومنین فی الحدیث شعبہ جیسے جلیل القدر امام نے آپ کی نسبت صاف شہادت دے دی ہے کہ آپ جید الحفظ اور حسن الفہم تھے۔ (خیرات الحسان صفحہ ۳۲) پھر اگر امام نسائی عداوت و حسد کی وجہ سے آپ کو بلا وجہ "لیس بالقوی" کہہ دیں تو امام صاحب کی ثقاہت میں کیا فرق آ سکتا ہے۔ اسی طرح ابن عدی کی جرح بھی مبہم غیر مبین ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہے علاوہ اس کے ابن عدی کی عادت ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر اس نے بعض ثقہ بلکہ مبین تک کے راویوں کو بھی ضعیف قرار دے کر اپنی کتاب الضعفاء کامل نامی میں درج کر دیا ہے اور صاحب میزان نے یہ تصریح کر کے ابن عدی نے ان کو ضعفاء میں قرار نہ دیا ہوتا تو میں ان کو ہرگز میزان میں درج نہ کرتا۔ ایک طرح ابن عدی کی تضعیف کی تردید کر دی ہے۔

چنانچہ جعفر بن ایاس کے ترجمہ میں اس طرح پر لکھا ہے: "جعفر بن ایاس الواسطی احد الثقات اورده ابن عدی فی کامله فاساء"

یعنی ابن عدی نے جو اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے تو برا کیا ہے پھر حمید بن ہلال کی نسبت یوں لکھا ہے:

"حمید بن هلال احد الاجلة هو فی کامل ابن عدی مذکور فلهذا ذکرته والا فالله جبل حجة"

یعنی حمید بن ہلال کا ذکر یعنی میزان میں اس لیے کیا کہ ابن عدی نے اس کو کامل میں ذکر کیا تھا۔ ورنہ یہ شخص حجت ہے اور ضعفاء میں شمار نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی ثابت بن اسلم کی نسبت لکھا ہے:

"ثابت بن اسلم البنانی ثقة بلا مدافعه کبیر القدر قلت ثابت ثابت کاسمه ولولا ذکر ابن عدی له ما ذکرته" یعنی ثابت بن اسلم متفق علیہ ثقہ

کبیر القدر تھے۔ اور ثابت حمل اپنے نام کے ثابت ہیں اگر ان کا ذکر ابن عدی ضعفاء میں نہ کرتا تو میں ان کا ذکر میزان میں نہ کرتا۔ الغرض جب ابن عدی کی یہ عادت ہی ہے کہ اس نے ذرا ذرا سی بات پر متفق علیہ ثقات کو بھی ضعفا میں شمار کیا ہے تو پھر ایسے شخص نے اگر امام ابوحنیفہ کو جن کی جلالت وثقاہت پر بڑے بڑے محدثین ناقدین شہادت دے رہے ہیں بلا اظہار کسی وجہ کے ضعیف کہہ دیا تو اس کی ایسی جرح کا کیا اعتبار ہے۔

اعتراض نمبر ۱۴:

رازی نے کہا: "انما قال فی ابن فلان ذالك لانه كان يقبل المجاهيل والمقاطيع والمراسيل وما رفع اليه من حديث بلده وان كان ضعيفا يترك القياس لاجله وما رفع اليه من احاديث سائر البلاد وان كان صحيحا لم يقبله بل عدل على الاستحسان و القياس"

جواب:

وہابی دوست نے نہیں لکھا کہ رازی نے کس کتاب میں یہ قول کس سے نقل کیا اور نیز یہاں ابن فلاں لکھا ہے امام صاحب کا کوئی ذکر نہیں۔ ممکن ہے کہ ابن فلاں کوئی اور شخص ہو کیوں کہ امام صاحب کی شہرت ابن فلاں سے ثابت نہیں بلکہ ابو حنیفہ (کنیت) سے ہے۔ پھر جب تک معلوم نہ ہو کہ کس کا قول کس کے حق میں ہے تو کس طرح قابل جواب سمجھا جائے۔ حالانکہ امام صاحب کی نسبت کافی تشریح ہے ہم پہلے بشہادت کبار محدثین ثابت کر چکے ہیں کہ آپ صحیح حدیث کے تتبع اور تفحص کے درپے رہتے تھے۔ اور ایسی احادیث پر آپ کا عمل ہوتا تھا جو پایہ صحت کو پہنچ چکی ہوں اور پھر رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا آخری عمل جن پر ہوا ہو اور کہ اکثر ائمہ حدیث فتویٰ دینے کے وقت امام صاحب کے اور آپ کے شاگردوں کے اقوال کی تلاش کرتے اور ان کے مطابق حکم دیا کرتے تھے۔ دیکھو شہادت نمبر ا۔ میں قول اول و دوم حضرت سفیان ثوری اور نمبر ۱۲ میں قول امام اعمش اور نمبر ۹ میں قول محمد بن اسحاق اور

نمبر ۱۳ میں قول فضیل بن عیاض اور نمبر ۱۵ میں قول یحییٰ قطان اور نمبر ۱۷ میں قول حسن ابن صالح۔

کتاب موفق جلد اصفحہ ۱۹۷ میں محدث یوسف سے جو کہ وکیع کے روایت سے ہیں مروی ہے:

"سمعت وكيعًا يقول لقد وجد الورع عن ابى حنيفة فى الحديث مالم يوجد عن غيره"

یعنی حضرت وکیع فرماتے تھے کہ حدیث کے اخذ و روایت کے بارہ میں جیسی کہ پرہیز گاری واحتیاط امام ابوحنیفہ میں پائی گئی ہے ایسی اور کسی میں پائی نہیں گئی پھر اگر بالفرض وہی شخص اس کے برخلاف آپ کی نسبت بلا دلیل "بقبل المجالس والمقاطيع" کہہ دے تو اسکے قول کا کیا اعتبار ہے علاوہ اس کے امام شعرانی نے میزان کبریٰ کے صفحہ ۷۲ میں لکھا ہے۔

"وقد من الله تعالى على بمطالعة مسانيد الامام ابى حنيفة الثلاثة من نسخة صحيحة عليها خطوط الحفاظ آخرهم الحافظ الدمياطى فرايته لا يروى حديثًا الا عن خيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله ﷺ كالاسود وعلقمة وعطاء وعكرمة ومجاهد ومكحول والحسن البصرى واضرابهم رضي الله عنهم فكل الرواة الذين بينه وبين رسول الله ﷺ عدول ثقات اعلام اخيار ليس فيهم كذاب ولا متهم بكذب وناهيك يا اخى بعدالة من ارتضاهم الامام ابو حنيفة لان يأخذ عنهم احاكم دينه مع شدة تورعه وتحرزه وشفقت على الامة المحمدية"

یعنی خدا تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ امام ابوحنیفہ کی تین مسندوں کے صحیح نسخے میری مطالعہ میں آئے جن پر حفاظ کے دستخط ثبت تھے اور اخیر دستخط حافظ دمیاطی کا تھا پس میں نے ان مسانید میں ایسی کوئی حدیث نہیں دیکھی۔ جو خیار و عادل اور ثقات تابعین

مثل اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور حسن بصری وغیرہم کے سوا۔ (جن کے زمانہ کی خیرت کی آنحضرت ﷺ نے شہادت دی ہے) کسی اور سے روایت کی گئی ہو پس تمام راوی درمیان امام ابوحنیفہ اور رسول خدا ﷺ کے عادل، ثقہ، اعلام خیار ہیں جن میں کوئی کاذب یا متہم بکذب نہیں اور تیرے لیے اے بھائی کافی ہے عدالت ان اشخاص کی جن کو امام ابوحنیفہ نے اس بات کے لیے پسند کیا ہے کہ ان کے ساتھ نہایت پرہیزگاری و احتیاط اور امت محمدیہ پر شفقت کے دین کے احکام اخذ کیے جائیں افسوس جو امام صحیح حدیث کے اخذ و روایت کرنے کا اس قدر شائق ہو اور ضعیف و سقیم روایتوں سے سخت پرہیزگار و محتاط اور متنفر ہو اسی پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ مجہول و مقطوع احادیث کو قبول کرتا تھا۔

اعتراض نمبر۱۵:

امام ابوحنیفہ فن اجتہادی میں ہی کم نہ تھے بلکہ ہر ایک فن میں سست رہے ہیں چنانچہ علم لغت کی نسبت ان کی غلطی کو صاحب قاموس نے ظاہر کیا ہے۔

جواب:

صاحب قاموس تو حضرت امام ابوحنیفہ کو امام الفقہاء تسلیم کرتا ہے جیسا کہ باب الفاء میں لکھا ہے:

"ابو حنیفة کنیة عشرین من الفقهاء اشهرهم امام الفقهاء النعمان"

یعنی ابوحنیفہ بیس فقہاء کی کنیت ہے سب سے مشہور رتبہ امام الفقہاء نعمان ہیں۔

پھر یہ کہنا کہ صاحب قاموس نے امام صاحب کی غلطی ظاہر کی ہے۔ دروغ گویم بر روئے تو والا معاملہ ہے بلکہ اس اعتراض کو شیخ مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس کی طرف منسوب کرنا بعینہٖ مثل اس افترا و بہتان کے ہے جو اسے پہلے کسی ناعاقبت اندیش نے امام ابوحنیفہ کی تردید میں ایک رسالہ لکھ کر صاحب قاموس کی طرف منسوب کیا کہ انہوں نے لکھا ہے جب وہ رسالہ علامہ ابوبکر بن خیاط یمنی کی نظر سے گزرا تو انہوں نے بڑی ملامت کے ساتھ صاحب قاموس کو کہلا بھیجا کہ تم نے یہ کیا

لکھا ہے اس پر انہوں نے اس رسالہ سے بالکل انکار کیا اور لکھ بھیجا کہ اس کو جلا دیجیے اور میں نے ان کے مناقب میں ایک مجلد کتاب لکھی ہے چنانچہ اس قصہ کو امام شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر میں اس طرح لکھا ہے:

"ودسوا علی شیخ الاسلام مجد الدین الفیروز آبادی کتابًا فی الرد علی ابی حنیفة وتکفیره ورفعوه الی ابی بکر بن الخیاط الیمنی فارسل یلوم مجد الدین فکتب الیه ان کان بلغك لهذا الکتاب فاحرقه فانه افتراء علی من الاعداء وانا من اعظم المعتقدین فی ابی حنیفة وذکرت مناقبه فی مجلد"

اصل میں ابا قبیس بجائے ابی قبیس کہنے کا اعتراض ابن خلکان نے نقل کیا ہے مگر ساتھ ہی اس کے اس کا جواب بھی اس نے ایسا دے دیا ہے جس سے امام صاحب کی نسبت قلت عربیت کا اعتراض کرنا محض جاہلانہ اور حاسدانہ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ چونکہ امام ابو حنیفہ کوفی تھے اور کوفی ابن اخی کو ابا وخا بولتے ہیں۔ اس لیے جب ابن علاء نحوی نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ قاتل بالمثقل پر قصاص واجب ہے یا نہیں اور آپ نے اس کا نفی میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ گو حجر منجنیق سے قتل کرے اس کے جواب میں آپ نے "ولو قتله بابا قبیس" حسب محاورہ کوفیین کے فرمادیا پس یہ کون سی اعتراض کی بات ہے خاص کر جب کہ کوفہ کی زبان بجائے خود مستند ہے اور کوفہ اور بصرہ کے نحاۃ ہی علم نحو کے استاد مانے جاتے ہیں ورنہ اتنے بڑے مسلم پیشوائے دین امام الفقہ والحدیث کی نسبت کون احمق خیال کر سکتا ہے کہ آپ کو ابا اور ابی کی تمیز نہ تھی بالفرض اگر اس کو غلط ہی سمجھ لیا جاوے تاہم اسے امام صاحب کا قلیل العربیت ہونا کسی طرح سمجھا نہیں جا سکتا۔ کیوں کہ اکثر افصح الفصحاء کو دیکھا جاتا ہے کہ کبھی نہ کبھی جلدی میں کچھ نہ کچھ ان کی زبان سے نکل جاتا ہے اور اس سے ان کی زبان دانی پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔ اور نیز احتمال ہو سکتا ہے کہ امام صاحب نے تو ابی قبیس ہی فرمایا ہو اور سامع کو ابا قبیس کہنے کا دھوکہ لگ گیا ہو یا کسی معترض نے

حسد سے عمداً ان کی نسبت ایسا کہنا منسوب کر دیا ہو خیر یہ معاملہ تو زبانی غلطی کا ہے جس میں کئی ایک احتمال ہو سکتے ہیں ہم کتابت میں دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے عالموں فاضلوں سے صریحاً غلطی ہو گئی ہے اور کسی نے ان کی نسبت کم علمی کا الزام نہیں لگایا۔

آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ہی دیکھیں کہ ان سے اپنی صحیح کی کتاب الانبیاء کے باب "ولقد کان فی یوسف واخوتہ" کے ذیل میں لفظ استیاء سوا کو بروزن افتعلوا بنانے میں کس قدر بھاری غلطی ہوئی ہے حالانکہ علم صرف نحو کے مبتدی بھی بخوبی جانتے ہیں کہ لفظ استیاء سوا بروزن استفعلوا ہے اور یہ غلطی ایک مدت کے بعد شارحین صحیح بخاری نے پکڑی ہے بخاری کے راویوں کا بھی جنھوں نے بلاواسطہ امام بخاری سے اس کو سنا تھا اس کی طرف خیال نہیں گزرا تھا۔ اب اس موقع پر کیا کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ امام بخاری یا ان کے راوی کم علم تھے نہیں ہرگز نہیں علاوہ اس کے یہ غلطی تو صرف علم صرف کی ہے کئی غلطیاں امام بخاری سے روایت حدیث میں بھی ہو گئی ہیں۔ حالانکہ صحیح بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانی گئی ہے۔

عن عائشۃ ان بعض ازواج النبی ﷺ قلن للنبی ﷺ ایُّنا اسرع بك لحوقًا قال اطولکن یدًا فاخذن قصبۃ یذرعنہا فکانت سودۃ اطولهن یدًا فعلمنا بعد انما کانت طول یدها الصدقۃ وکان اسرعنا لحوقًا بہ وکانت تحب الصدقۃ" میں بعض راویوں کے وہم سے بجائے حضرت زینب کے حضرت سودہ کا نام امام بخاری نے صریحاً غلط لکھ دیا ہے کیوں کہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے ازواج مطہرات سے حضرت زینب ہی ۲۰ھ میں فوت ہوئی ہیں اور انہیں کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہماری وفات کے بعد ہمارے ازواج میں سے سب سے پہلے فوت ہوں گی مگر امام بخاری نے غلطی سے حضرت سودہ کی نسبت یہ پیش گوئی سمجھ کر ان کا نام لکھ دیا ہے حالانکہ ان کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی ہے۔

جیسا کہ عینی جلد ۴ صفحہ ۳۱۲ اور نیز فتح الباری پارہ ۹ صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے: "وفی التلویح

هذا الحديث غلط من بعض الرواة والعجب من البخاري كيف لم ينبه عليه ولا من بعده من اصحاب التعاليق حتى ان بعضهم فسره بان لحوق سودة من اعلام النبوة وكل ذالك وهل وانما هي زينب بنت جحش فانما كانت اطولهن يدا بالمعروف وتوفيت سنة عشرين وهي اول الزوجات وفاة وسودة توفيت سنة اربع وخمسين"

یعنی تلویح شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث غلط ہے اور تعجب ہے بخاری سے کہ وہ اور دیگر اصحاب تعالیق اس سے بے خبر رہے یہاں تک کہ بعضوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ انتقال سودہ کا آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشانیوں سے ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بلکہ پہلے انتقال ۲۰ ہجری میں حضرت زینب بنت جحش کا ہوا ہے اور انہی کا ہاتھ صدقہ دینے کی وجہ سے لمبا تھا اور یہی ازواج مطہرات سے پہلے فوت ہوئی ہیں۔ اور حضرت سودہ کا انتقال پیچھے ۵۴ ہجری میں ہوا ہے۔

اور سنیے کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل "واذكر في الكتاب مريم، حدثنا محمد بن الكثير حدثنا اسرائيل انا عثمان بن المغيرة عن مجاهد عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ رايت عيسى وموسى وابراهيم فاما عيسى فاحمر جعد عريض الصدور اما موسى فآدم جسيم سبط كانه من رجال الزط"

یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں نے شب معراج میں حضرت عیسیٰ و موسیٰ اور ابراہیم کو دیکھا پس عیسیٰ تو سرخ رنگ حلقہ دار بال کشادہ سینہ ہیں اور موسیٰ گندم گون جسیم اور سیدھے بال والے جیسے قوم زط کے مرد۔

اس حدیث کو عن مجاہد عن ابن عباس لکھنا چاہیے تھا کیوں کہ تمام محدثین مثل محمد بن کثیر و اسحاق بن منصور سلولی وابن ابی زائدہ و یحییٰ بن آدم وغیرہ نے اسی حدیث کو عن مجاہد عن ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

چنانچہ عینی جلد ۷ صفحہ ۳۳۶ میں لکھا ہے: "وقال ابو مسعود الحافظ خطاء

البخاری فی قولہ عن مجاھد عن ابن عمرو وانما روہ محمد بن کثیر واسحاب بن منصور اسلولی وابن ابی زائدۃ ویحیی بن آدم وغیرھم عن اسرائیل عن عثمان عن مجاھد عن ابن عباس وقال ...... اخطاء البخاری فیما قال عن مجاھد عن ابن عمرو الصواب عن ابن عباس"
یعنی حافظ ابو مسعود نے کہا ہے کہ بخاری نے اس کہنے میں کہ اس حدیث کو مجاہد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے غلطی کی ہے کیوں کہ اس حدیث کو محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی وابن ابی زائدہ و یحییٰ بن آدم وغیرہم نے اس طرح روایت کیا ہے کہ روایت کی مجاہد نے ابن عباس سے اور کہا غسانی نے کہ غلطی کی بخاری نے اس کہنے میں کہ روایت کیا اس حدیث کو مجاہد نے ابن عمر سے کیوں کہ صواب یہ ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو مجاہد نے ابن عباس سے علاوہ اس کے ابن عمر سے جو اسی بخاری میں اس کے بعد ایک لمبی حدیث "یا ابطو حدثنا الزھری عن سالم عن ابیہ قال لا واللہ ما قال النبی ﷺ لعیسی احمر الخ" مروی ہوئی ہے اس کے ابتداء ہی میں حضرت ابن عمر اس شخص پر جس نے کہا ہے کہ آنحضرت نے حضرت عیسیٰ کو احمر بتایا ہے قسم کھا کر انکار کرتے ہیں جس سے اور بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ بجائے ابن عباس کے ضرور غلطی سے ابن عمر لکھا گیا ہے۔ علیٰ ہذا اور بہت سی صریح غلطیاں صحیح بخاری میں اس کے شراح نے پکڑی ہیں۔ مگر جب کہ ان سے امام بخاری اور اس کے راویوں کے علم و فضل اور حدیث دانی میں کوئی کسی طرح کا فرق نہیں آ سکتا تو پھر امام ابوحنیفہ نے ایسا کون سا قصور کیا ہے کہ جو ان کی بجائے ابی قبیس کے ابا قبیس بولنے سے ان کی نسبت کم عربیت کا الزام لگا کر بتنگڑ بنایا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ تعصب بہت بری بلا ہے۔

اعتراض نمبر ۱۶:

حاصل کلام یہ کہ جس قدر جرح ان پر ائمہ جرح و تعدیل نے کی ہے اتنی کسی دوسرے امام کے حق میں نہیں کہ اس۔ کے قطع نظر گروہ شیعہ نے بھی رد حنیفہ میں کوئی دقیقہ باقی

نہیں رکھا۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی حنفی شیعہ کی ان باتوں کا رد کرتے نظر نہیں آیا۔

جواب:

ہمارے اجوبہ مذکورہ بالا سے اظہر من الشمس ثابت ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنی عمر بھر کا جو کل گندہ مواد جمع کیا ہوا تھا جو ۱۴۳ جرحوں کی صورت میں پیش کیا تھا ان میں سے حضرات امام شافعی، سفیان ثوری، ابن مدینی، ابن ابی داؤد، یحییٰ بن معین، امام ذہبی، امام غزالی، صاحب قاموس پر تو تضعیف امام ابو حنیفہ کے حوالے محض افترا اور بہتان نکلے بلکہ بجائے تضعیف کے ان حضرات سے بڑے شد و مد کے ساتھ امام صاحب کی اعلیٰ توثیق اور حمایت ثابت ہے۔ امام بخاری و نسائی اور ابن عدی کی تضعیف بوجہ مبہم اور غیر مبین ہونے کے باتفاق محدثین غیر مقبول ہے اور نیز عداوت اور حسد پر مبنی ہونے کی وجہ سے قابل التفات نہیں۔ اسی طرح خطیب بغدادی اور ابن جوزی کے اقوال متعصبانہ و حاسدانہ ہرگز قابل التفات نہیں ہیں۔ ورنہ آپ کو صحاح ستہ وغیرہ کی صحت سے ہاتھ دھونا اور مسند امام احمد میں بہت سی موضوع حدیثوں کی موجودگی کا قائل ہونا پڑے گا۔ ابن قتیبہ اور سلیمانی خود ہی ضعیف اور بے اعتبار شخص ہیں دوسرے پر ان کا اعتراض کب قابل التفات ہو سکتا ہے۔

صفوی اول تو کوئی غیر مشہور شخص ہے۔ دوم اس کی رائے کو جرح سے کچھ تعلق نہیں ہے کیوں کہ یہ کوئی شافعی المذہب معلوم ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہی ہے کہ ہر ایک مذہب کا عالم اپنے امام کے مذہب ہی کو افضل سمجھ کر اس کی ترجیح میں طرح طرح کے باوجود سوچتا اور دوسرے کو الزام دیتا ہے اسی طرح امام رازی کے اقوال بھی اپنے مذہب کی تائید میں ہیں اگر ایسے اقوال کو امام ابو حنیفہ کی تضعیف پر محمول کیا جاوے تو امام محمد کی کتاب الحجہ اور ترجیحات امام طحاوی اور ابن ہمام و ملا علی قاری وغیرہ کی محققانہ تائیدات حنفی مذہب کو بطریق اولیٰ ائمہ ثلاثہ کی تضعیف میں سمجھنا چاہیے۔

الغرض آپ کے تمام اعتراضات کا تانا بانا ہم نے ایسی تفصیل سے الگ الگ کر دیا

ہے کہ اگر آپ یا آپ کے ہم مشربوں میں ذرا بھی مادہ شرم و حیا کا موجود ہوا تو پھر بھی امام ابو حنیفہ کی تضعیف اور ان پر جرح کا نام تک نہ لیں گے یہ ہم مانتے ہیں کہ بہ نسبت دیگر ائمہ کے امام ابو حنیفہ پر زیادہ نکتہ چینی ہوئی ہے مگر آپ کو معلوم نہیں کہ ہر کہ فاضلہ محسود جس طرح آپ امت محمدیہ میں اعلم و افضل اور سراج الامۃ تسلیم کیے گئے تھے۔ اسی طرح حسب شیخین کے آپ کے حاسد بھی زیادہ تر تھے لیکن تاہم جس قدر آپ کے مادحین تھے اس کے مقابلہ میں قادحین کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ اور جس قدر امام ہمام کے مادحین ہوئے ہیں اس قدر کسی اور امام کے نہیں ہوئے۔

چنانچہ اسی رسالہ کے ابتداء میں ہم محدثین کبار اور علمائے ثقات سے امام ابو حنیفہ کی مدح اور ان کی فقہ و اجتہاد کی تعریف میں بطور نمونہ ۱۰۴ شہادتیں درج کر چکے ہیں۔ جن کی نسبت آپ یا آپ کے ہم مشرب قیامت تک کچھ چون و چرا نہیں کر سکتے۔ افسوس میاں حیدر آبادی امام صاحب کے بغض میں ایسے اندھے ہو رہے ہیں کہ حنیفہ کے مقابلہ میں شیعہ جیسے بادہ گو فرقہ کے اخوات کو وقعت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی بکواس کی کسی حنفی نے تردید نہیں کی یہ تو ٹھیک ہے کہ شیعہ کی گالیوں اور تبراؤں کا ہم جواب نہیں دے سکتے لیکن اگر ہمارے دوست حیدر آبادی شیعہ کی کوئی معقول بات جو وہ حضرات امام کے برخلاف کہتے ہوں ہمارے پیش کریں تو ہم جواب دینے کو تیار ہیں۔ مگر ہمیں اطمینان ہے کہ اب کوئی زائد بات آپ پیش نہیں کریں گے کیوں کہ آپ کو کچھ مدد کتب شیعہ سے مل سکتی تھی۔ مضمون زیر بحث میں اس سے آپ نے دریغ نہیں کیا اور کاسہ لیسی اور فضلہ خوری کا آپ نے پورا حق ادا کیا ہے اور اب آپ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے آپ کا اندوختہ عمر تو اب خاک میں مل چکا ہے اب اتنی عمر اور ٹکریں ماریں تو شاید کوئی بات نکالیں۔ لیکن یہ بھی محال ہے کیوں کہ آپ کے سلف کرام اس خبط میں اپنی اپنی عمر کھپا کر رفت گزشت ہو چکے ہیں لیکن سراج الامۃ امام الائمہ کی شان کو کچھ مدد نہیں لگا سکے اور کس طرح لگا سکیں۔

چراغ را کہ ایزد برفروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

کیا آپ کو شرم نہیں آتی جو ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حنفیوں میں سے شیعہ کے اعتراضوں کا جواب دینے کوئی نظر نہیں آیا اور اپنی خبر نہیں کہ دو ڈھائی سال سے برابر ماہواری رسالہ اصلاح کا اڈیٹر "تنقید بخاری" کے عنوان سے رسالہ مذکور میں امام بخاری پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کر رہا ہے۔ اور آپ کو یا آپ کے کسی ہم مشرب کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اگر تمام نہیں تو اس کے دو چار اعتراضوں کا ہی جواب دے کر عوام میں برائے نام سرخ روئی حاصل کرتا۔ خیر شیعہ کے دیگر اعتراضات تو ایک طرف رہے فرمائے ان کے پہلے ہی اعتراض کا آپ نے کیا جواب دیا ہے جو کتاب فصل الباری فی تنقید صحیح البخاری مصنفہ مولوی سید علی اظہر کے صفحہ ۱۳ میں بحوالہ تاریخ علامہ مسلمہ بن قاسم کے صحیح بخاری کی تالیف کا سبب اس طرح پر لکھا ہے۔

وسبب تاليف البخاری الكتاب الصحيح ان علی بن المدينی الف كتاب العلل وكان ضنينا به لا يخرجه الی احد ولا يحدث به لشرفه وعظم خطره وكثرة فائدته فغاب علی بن المدينی فی بعض حوائجه البخاری الی بعض بنيه فبذل له مائة دينار ثم تلطف مع امه فاخرجت الكتاب فدفعه اليه واخذ عليه العهود المواثيق ان لا يحبسه عنه اكثر من الامد الذی ذكر فاخذ البخاری الكتاب وكان مائة جزء فدفعه الی مائة من الوراقين واعطی كل رجل منهم دينارًا علی نسخه ومقابلة فی يوم وليلة فكتب الديوان فی يوم وليلة وقوبل ثم صرفه الی ولد ولی بن المدينی وقال انما نظرت الی شیء فيه وانصرف علی ابن المدينی فلم الخبر ثم ذهب البخاری فعكف علی الكتاب شهورا واستحفظ وكان كثير الملازمة لابن المدينی وكان ابن المدينی يقعد يوما لاصحاب الحديث يتكلم فی علله وطرقه فلما اتاه البخاری بعد مدة قال له ما جسك عنا قال شغل عرض لی ثم جعل علی يلقی الاحاديث ويسئلهم عن عللها فيبدء البخاری بالجواب نبض كلام علی فی كتاب

فعجب لذلك له. قال :- ابن علمت هذا هذا قول منصوص والله ما اعلم احدا في زماني يعلم هذا العلم غيري فرجع الى منزله كيبا حزينا واعلم ان البخاري خدع اهله بالمال حتى باحواله الكتاب ولم يزل مغموما بذالك ولم يلبث الا يسيرا حتى مات واستغنى البخاري عن مجالسته على والتفقه عنده بذالك الكتاب وخرج الى خراسان وتفقه بالكتاب الصحيح والتواريخ فعظم شانه وعلى ذكره.

کہ امام بخاری کے استاد علی بن مدینی نے جن کی خدمت میں وہ اکثر حاضر رہا کرتے تھے علم حدیث میں ایک ایسی بے مثل اور نایاب کتاب لکھی تھی جسے وہ کسی کو دکھاتے نہ تھے اتفاقاً وہ کسی ضرورت سے سفر کو چلے گئے جس پر امام بخاری نے ابن مدینی کے ایک بیٹے کو ۱۰۰ اشرفیاں اس وعدہ پر دیں کہ اپنے باپ کی کتاب نکال دو کہ میں اسے دیکھوں اور تین دن میرے پاس رہے چنانچہ اس کو زر نے مفتون کیا اور اپنی والدہ سے بلطائف الحیل کتاب مذکور نکلوا کر امام بخاری کو دی اور بہت سے عہد و مواثیق لیے کہ تین دن سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھنا۔ امام بخاری نے کتاب ملتے ہی یہ تدبیر کی کہ وہ سو جزو کی کتاب ایک سو کاتبوں کو ایک ایک جزو معہ ایک ایک اشرفی اجرت کے دے کر کہا کہ ایک رات دن میں لکھ کر مقابلہ بھی خود کر لو چنانچہ جب لکھی گئی تو امام بخاری نے اصل کتاب ابن مدینی کے بیٹے کو یہ کہہ کر کہ اسے میں نے دیکھا ہے واپس کر دی اس کے بعد امام بخاری نے اس کتاب کو کئی ماہ میں یاد کیا جب ابن مدینی واپس آئے تو ان کو اس پیچھے کے ماجرے کی کچھ خبر نہ ہوئی ان کا قاعدہ یہ تھا کہ اراباب حدیث کے لیے ایک مجلس مقرر کرتے تھے جس میں علل و طرق حدیث وغیرہ کے متعلق کلام کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد اس مجلس میں امام بخاری بھی تشریف لائے اس پر ابن مدینی نے اتنے عرصہ کی غیر حاضری کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کسی ضروری کام کا عذر کیا پھر ابن مدینی نے احادیث بیان کر کے حاضرین سے اس کے علل کے متعلق سوال کرنا شروع کیا۔ امام بخاری نے بعینہٖ وہی جواب دیے جو ان کی کتاب میں لکھے

تھے اس پر ابن مدینی نے متعجب ہو کر امام بخاری سے پوچھا کہ تمہیں یہ باتیں کہاں سے معلوم ہوئیں۔ یہ قول تو منصوص ہے خدا کی قسم میں اپنے زمانہ میں سوائے اپنے کسی کو اس علم کا عالم نہیں پاتا۔ اس کے بعد ابن مدینی محزون اور شکستہ دل اپنے گھر میں آئے اور معلوم کیا کہ امام بخاری نے ان کے اہل وعیال کو مال دے کر فریب دیا۔ جس سے ابن مدینی ہمیشہ غمگین رہ کر تھوڑے عرصہ میں انتقال فرما گئے۔ اور امام بخاری خراسان کو چلے گئے اور انہوں نے اس کتاب سے فقہ حاصل کر کے اپنی صحیح کو لکھا اور نیز کتب تواریخ لکھیں اور انہیں عظمت و بزرگی ملی اور بڑا نام پایا۔

دیکھو اگر بیان متذکرہ بالا صحیح ہے (اور غالباً صحیح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ علامہ مسلم بن قاسم قرطبی ہم عصر دارقطنی کا قول نسبت ترجیح صحیح مسلم بر صحیح بخاری جو حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں نقل کیا ہے اس بات کا مشعر ہے کہ علامہ مذکور کا خیال صحیح بخاری کی نسبت کچھ بہت عمدہ نہ تھا۔ تو اس سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاری کی اپنی کمالیت تو کچھ نہ ہوئی صرف ابن مدینی کی کتاب فقہ اور طریق استدلال سے مؤلف تو بن گئے ہیں بلکہ جس حکمت عملی سے ابن مدینی کی کتاب صرف دیکھنے کے لیے حاصل کر کے اس کے نقل کرانے کی کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اس سے امام بخاری کی امانت اور عظمت وجلالت پر ایک بہت ہی ناز یبا و بدنما دھبہ پڑا ہے جس کا دور کرنا آپ لوگوں کا فرض مقدم تھا مگر افسوس تعصب نے آپ کو ایسا اندھا کیا ہوا ہے کہ اپنے گھر کی تو کچھ خبر نہیں ہے اور غیروں کی نکتہ چینیوں پر آپ تلے ہوئے ہیں۔

خواجہ در بند نقش ایوان است
خانہ از پائے ویران است

وہابی: ت اس سے آگے یہ عذر پیش کرتا ہے کہ امام صاحب پر میں نے جو حملے کیے ہیں یہ اس لیے کیے ہیں کہ اڈیٹر اہل فقہ نے الجرح علی البخاری کا مضمون شائع کر کے امام بخاری پر حملے کیے ہیں کہ اگر اڈیٹر اہل فقہ سے پرخاش تھی تو اس کی ذات پر

جس قدر تمہارا جی چاہتا تھا حملے کر لیتے اور اس کو کوستے لیکن یہ کون سی عقل مندی کی بات ہے کہ عداوت تو ایڈیٹر اہل فقہ سے ہو اور بکو اس ایک ایسے برگزیدہ امام کے برخلاف شروع کر دی جائے جن کو دنیا کی اسلامی آبادی کے دو تہائی مسلمان (حنفی) اپنا دینی پیشوا سمجھتے ہیں اور جن کی ورع و زہد، اتقاء، اجتہاد، فقاہت تبحر فی الحدیث کے تمام محدثین گواہی دیتے آئے ہیں واہ رے آپ کی دانائی۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اعتراض نمبر ۱۷:

ایڈیٹر اہل فقہ کو کہا جاتا ہے کہ تم بھی اگر کوئی مواد اس طرح کار کھتے ہو کہ جیسے ہم نے کھلے کھلے الفاظ میں امام ابو حنیفہ کا ضعف وہ بھی کن علماء سے حضرت امام شافعی جو ایک ائمہ اربعہ سے ہیں۔ اور بڑے بڑے محدثین سے ثابت کیا ہے امام بخاری کے حق میں نقل کرو کیا امام بخاری کی سینکڑوں احادیث میں ایک دو پر جرح کرنا بے سود اور ایسا بے خطا بر بزرگان گرفتن خطاست۔ مگر یہ بھی تو دیکھو کہ تمہارے امام ہمام کو تو ایک بھی صحیح حدیث نہ ملی جیسے کہ اوپر کی کلاموں سے ظاہر ہے۔

جواب:

تمہارا جس قدر گندہ مواد شیخ۔ کی فضلہ خوری سے آج تک جمع تھا وہ سب کا سب مضمون اہل الذکر میں پھوٹ کر آ چکا ہے اور اس کا کافی علاج ہم اپنے اس مضمون میں کر چکے ہیں اگر ہمارے سیف صارم کے کاری زخموں سے تم جاں بر نہ ہو سکے اور پھر کوئی ردی مواد جمع ہو گیا تو ہم اس پر بھی عمل جراحی کرنے کو حاضر ہیں۔ ہم نے صرف امام شافعی بلکہ باقی ائمہ مذہب اور ائمہ حدیث کی شہادت سے امام صاحب کی ثقاہت اور حافظ حدیث ہونے کا کافی ثبوت دے چکے ہیں۔ اور امام بخاری کی فقاہت و اجتہاد وغیرہ کی طرف بھی علی قدر الضرورت اشارہ کر چکے ہیں۔ اور یہ تو ہمارا شیوہ نہیں کہ امام بخاری یا کسی دیگر امام حدیث کو برا بھلا کہیں کیوں کہ حدیث میں وہ ہمارے بھی پیشوا ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم آپ کی طرح بخاری پرست نہیں ہیں۔ یہ تمہارا

ہی کام ہے کہ مصرع خطا بر بزرگان گرفتن خطا ست زبان پر ہے اور عمل اس کے برخلاف لِمَ تقولون ما لاتفعلون حیدرآبادی راست باز کے اس فقرہ کی نسبت کہ تمہارے امام ہمام کو تو ایک بھی صحیح حدیث نہ ملی۔ اس کے جواب میں لعنة الله علی الکاذبین:

گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

کے اور کیا کہیں۔ ناظرین رسالہ ہذا خود ہی اس کی راست بازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱۸:

اب ناظرین کو یہ بتلا کر مضمون ختم کیے دیتا ہوں مگر وقت ضرورت پھر اس سلسلہ کو بڑھائیں گے کہ امام ابو حنیفہ کی کوئی خاص مسند اور کتاب نہیں بلکہ ان کے مذہب کے علماء نے تحریر کیا ہے۔ افسوس یہ احناف کس کی تقلید کرتے ہیں کیا علما احناف کی امام صاحب کی تو کوئی مسند ہی نہیں۔ بستان المحدثین سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد خوارزمی نے جس مسند کو جمع کیا اس کو نادان لوگ ابو حنیفہ کی سمجھتے ہیں اور یہ مسند ۶۷۴ میں رواج پائی اور یہ مسند در حقیقت امام صاحب کی نہیں۔ غرض کوئی کتاب امام صاحب کی نہیں۔

جواب:

اب وہ وقت ضرورت آگیا ہے کہ اگر میاں حیدرآبادی اور اڈیٹر اہل الذکر کہیں زندہ ہیں تو اس سلسلہ کو شروع کریں کیوں کہ ان کی سابقہ کاروائی پر پانی پھر گیا ہے اور سیف صارم نے ان کے طلسمی بت کو پاش پاش کر کے امام صاحب کی عظمت کا ڈنکا اسلامی دنیا میں بڑے زور شور سے بجا رہا ہے ہمیں تو اندیشہ ہے کہ اہل الذکر اور اس کے حامی کہیں عدم آباد کو نہ چل بسے ہوں۔ کیوں کہ جب سے مطبع سراج الاخبار سے سیف صارم نے اپنی چمک دمک دکھانی شروع کی ہے تب سے رسالہ اہل الذکر کا انتظام ابتر ہو گیا اور اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور بجائے پندرہ روزہ ہونے کے دو دو ماہ کے بعد اس

کی شکل بشکل دکھائی دیتی ہے اور اب تو ۱۵ اربیع الثانی کے بعد سے کہیں ایسا گم ہے کہ تعجب نہیں کہ وہ فوت ہو کر قبر میں مدفون ہو گیا ہو اور یہ امر کہ امام صاحب کی کوئی مسند نہیں اور مسند خوارزمی امام صاحب کی مسند نہیں، سو یہ بات مخالف کبھی نہ کہتا اگر اس نے مسند خوارزمی کبھی خواب میں بھی دیکھی ہوتی محقق مناظر کا یہ فرض ہے کہ کسی کتاب کی نسبت کوئی رائے قائم نہ کرے جب تک کہ اس کو خود پڑھ نہ لے لیکن بے چارے وہابیوں کا تو صرف سنے سنائے ڈھکوسلوں پر بنیاد ہے اور یہ ایسی بے تکی ہانکنے پر مجبور ہیں۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ تمہاری اس بات کا جواب تو خود مسند خوارزمی کی ابتداء ہی سے مل سکتا ہے۔

چنانچہ ابوالمؤید خوارزمی اپنی مسند کے شروع میں لکھتے ہیں: "وقد سمعت في الشام عن بعض الجاهلين بمقداره انه يستقره ويستطم غيره ويستحقره وينبه الى قلة رواية الحديث ويستدل باشتهار المسند الذي جمعه ابو العباس محمد بن يعقوب الاصم الشافعي وموطا مالك ومسند الامام احمد وزعم انه ليس لا ابي حنيفة مسند وكان لا يروى الا عدة احاديث فلحقتني حمية دينية ربانية وعصبية حنفية نعمانية فاردت ان اجمع بين خمسة عشر من مسانيده التي جمعها فحول علماء اهل حديث"

یعنی میں نے شام میں بعض ایسے جاہلوں سے سنا جو امام ابوحنیفہ کی قدر نہیں جانتے وہ امام صاحب کی شان کو گھٹاتے اور ان کی تحقیر اور غیروں کی تعظیم بیان کرتے اور آپ کی نسبت قلت روایت حدیث کا اعتراض کرتے ہیں اور دلیل میں وہ مسند پیش کرتے ہیں جو ابوالعباس محمد بن یعقوب شافعی نے جمع کیا اور ایسا ہی موطا امام مالک اور مسند امام احمد کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام صاحب کا کوئی مسند نہیں ہے اور کہ انہوں نے صرف چند حدیثیں روایت کی ہیں۔ پس مجھے دینی اور حقانی حمیت اور حنفیہ اور نعمانیہ غیرت نے اس امر پر برانگیختہ کیا کہ امام صاحب کے پندرہ مسندوں سے جن کو

تو ل علماء حدیث نے ا ... یا اس مسند کو تیار کروں۔

اس کے بعد ابوالمؤید خوارزمی نے ان ۱۵ اسانید کے جن سے اس نے اس مسند کو جمع کیا ہے حسب ذیل نام لکھے ہیں:

(۱) مسند لہ جمعہ ... مام الحافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری المعروف به عبداللہ الاستاذ

یعنی پہلی وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ ابومحمد عبداللہ مشہور بہ استاذ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری نے۔

(۲) ... ند له جمعه الامام الحافظ ابو القاسم طلحه بن جعفر الشاهد العدل

دوسری مسند وہ ہے جس ... ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر شاہد عدل نے۔

(۳) مسند له جمـ ... مام الحافظ ابو الحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ ابن عیسیٰ بن محمد

تیسری وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ صاحب جرح وتعدیل احمد بن عبداللہ بن عدی جرجانی نے۔

(٤) مسند امام محمد بن مخلد الدوری (متوفی ۳۳۱ھ)

(٥) مسند امام ابن عقده (متوفی ۳۳۲ھ)

(٦) مسند امام عبد الله بن عدی جرجانی (متوفی ۳۶۵ھ)

(۷) ... ند له رواه الامام الحسن بن زیاد اللؤلوی. ساتویں وہ مسند ہے جس کو روایت کیا حسن بن زیاد لولوی شاگرد امام ابوحنیفہ نے۔

(۸) مسند له جـ ... فظ عمر بن الحسن الشنانی. آٹھویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ عمر ... ن اشنانی نے۔

(۹) مسند له جمعه الامام الحافظ ابو عمر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی. نویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی

نے۔

(۱۰) مسند له جمعه الامام الحافظ ابو عبد الله الحسين بن محمد بن خسرو البلخي. دسویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی نے۔

(۱۱) مسند له جمعه الامام ابو يوسف القاضي يعقوب بن ابراهيم الانصاري ورواه عنه يسمى نسخة ابي يوسف. گیارہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا قاضی امام ابو یوسف شاگرد امام ابوحنیفہ نے اور روایت کیا اس کو بسند مسلسل امام ابوحنیفہ سے اور وہ مشہور بہ نسخۂ ابی یوسف ہے۔

(۱۲) مسند له جمعه الامام محمد بن الحسن الشيباني ورواه عنه يسمى نسخة محمد. بارہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابوحنیفہ نے اور روایت کیا اس کو امام ابوحنیفہ اور وہ مشہور بہ نسخۂ محمد ہے۔

(۱۳) مسند له جمعه ابنه الامام حماد بن ابي حنيفة ورواه عن ابيه. تیرہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا امام ابوحنیفہ کے فرزند حماد نے اور اپنے باپ سے روایت کی ہے۔

(۱٤) مسند له جمعه ايضًا الامام محمد بن الحسن الشيباني معظمه عن التابعين ورواه عنه يسمى الآثار. چودہویں وہ مسند جس کو جمع کیا امام محمد نے اور روایت کیا ہے امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے اور سوائے ان کے اور تابعین سے اور وہ مشہور بکتاب الآثار ہے۔

(۱۵) مسند له جمعه الحافظ ابو القاسم عبدالله بن محمد بن ابي العلوام السعدي. پندرہویں وہ مسند ہے جس کو جمع کیا حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العلوام سعدی نے۔

اس کے بعد باوجود یہ کہ یہ پندرہ مسانید لکھی ہوئی تھیں۔ تاہم ابوالمؤید خوارزمی نے ہر ایک کے جن اصحاب نے آپ سے آپ کی مسانید کو روایت کیا ہے وہ پانچ سو یا اس

سے کچھ زیادہ ہیں۔ اور درمیان ان کے وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام شافعی نے اپنی مسند میں جس کو ابو العباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے روایت کی ہے۔ اس میں ان کے کل مشائخ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے بیس شیخ ہیں اور نیز اس ۵۰۰ کی تعداد میں وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام احمد بن حنبل اور بخاری و مسلم اور ان کے شیوخ نے امام ابو حنیفہ کے اصحاب سے روایت کی ہے اب حیدر آبادی وہابی اور اس کے ہم خیال تو [illegible] ہیں کہ جامع مسند خوارزمی تو خود اقراری ہے کہ یہ مسند کچھ میرا اپنا ذخیرہ نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہ کی ان پندرہ مسندوں کا مجموعہ ہے پھر مخالفین کا یہ کہنا کہ امام صاحب کی کوئی مسند نہیں یا یہ کہ مسند خوارزمی اس کا اپنا مسند ان کی مسند نہیں کہی جاتی اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح سے تو امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کی بھی کوئی مسند نہیں ہے کیوں کہ جو مسند امام شافعی کی بتائی جاتی ہے اس کو خود انہوں نے جمع نہیں کیا بلکہ تقریباً ڈیڑھ سو سال ان کے پیچھے ابو العباس بن یعقوب اصم متوفی ۳۴۶ھ نے (امام شافعی کی ان احادیث کو جو انہوں نے اپنے شاگردوں کے آگے بیان کی تھیں اور ربیع بن سلیمان متوفی ۲۷۰ھ اور حرملہ بن یحیٰ متوفی ۲۴۳ھ تلامیذ امام شافعی . کتاب ام اور مبسوط میں درج کی تھیں) ابو جعفر محمد بن مطر نیشاپوری سے منتخب و ملتقط کرا کر یا خود انتخاب کر کے جمع کیں اور نام اس کا مسند امام شافعی رکھا جس سے اس کے ابواب وغیرہ میں [illegible] کی بے ترتیبی واقع ہوئی۔

چنانچہ یہ سب حال بستان المحدثین کے صفحہ ۲۰ میں اس طرح پر لکھا ہے:

مسند امام شافعی عبارت است از احادیث مرفوعه که امام شافعی آنرا بحضور شاگردان خود بسند بیان مے فرمود و روایت مینمود و آنچه ازیں احادیث و مسموعات ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم از ربیع بن سلیمان درضمن کتاب الام و مبسوط واقع شده بود آنرا یکجا جمع نموده مسند امام شافعی نام کرده و جامع و ملتقطه آن احادیث شخصے از نیشاپور است که ورز ابو جعفر محمد بن مطر

گویند واز ابواب ام و مبسوط آن احادیث را التقاط کردہ جدا نوشتہ و چوں ایں ہمہ بفر موجودہ ابو العباس اصم بود مولف مسند شافعی اور انگار ند و بعضی گویند کہ خود ابو العباس انتخاب آن حدیث کردہ است محمد بن مطر کاتب محض بود بہرحال آن مسند نہ بر مسانید ترتیب یافتہ است ونہ بر ابواب بلکہ کیف ما اتفق التقاط نمودہ .. ا نوشہ است ولہذا تکرار بسیار در اکثر مواضع دراں یافتہ میشود انتہی ملخصًا

اسی طرح مسند امام .. س کا بہت حصہ انہوں نے خود مسودہ کیا تھا لیکن اس میں بہت سی زیادتی ان کے بیٹے عبداللہ نے کی ہے اور نیز ابوبکر قطیعی نے بہت کچھ اس میں بڑھایا ہے اور امام احمد نے خود اس کو مرتب نہیں کیا جس کی وجہ سے اس میں اکثر جگہ خطا واقع ہو گئی ہے چنانچہ اسی بستان المحدثین کے صفحہ ۳۱ میں اس طرح لکھا ہے:

مسند امام احمد بن حنبل ہر چند تصنیف وتسوید خود آں امام عالی مقام است لیکن دردی زیادات بسیار از پسر ایشاں عبداللہ است وبعضی از زیادات ابوبکر قطیعی کہ راوی آن کتاب از پسر ایشاں است نیز ہست وامام احمد ایں کتاب بطریق بیاں جمع میکرد و ترتیب .. ب اوازاں امام بوقوع نیامدہ بلکہ بعد از دے پسر او عبداللہ بترتیب آن پرداختہ لیکن در آنجا خطا ..ے بسیار کردہ مدنیاں را در شامیان درج کردہ و بالعکس۔ انتہی ملخصاً

اور اتحاف النبلاء کے صفحہ ۱۳۲ میں لکھا ہے:

واہل علم ذکر کردہ اند کہ شرط احمد دریں مسند آں است کہ جز حدیث صحیح تخریج نکند اما ابو موسیٰ المدنی گفتہ کہ دریں احادیث موضوعہ نیز ہست کما ذکرہ البقاعی۔

پس یہ اعتراض کہ امام ابوحنیفہ نے خود مسند جمع نہیں کی کمال بے انصافی اور ہٹ

دھری ہے بلکہ یہ اعتراض تو امام شافعی وغیرہ پر وارد ہو سکتا تھا نہ امام ابو حنیفہ پر۔
کیوں کہ امام ابو حنیفہ جس زمانہ میں ہوئے ہیں اس وقت تک تصنیف و تالیف کا کوئی
رواج زیادہ نہ تھا۔ بلکہ تالیف و تصنیف کی طرف علماء کو آپ ہی نے متوجہ کیا ہے اور
کتاب فقہ اکبر، (۱) کتاب العلم والمتعلم، کتاب الاوسط کتاب المقصود خود تصنیف کر
کے اس مبارک رسم کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس حالت میں اگر ان کو اجتہاد و استنباط کے
اعلیٰ و اہم کام سے فرصت ملتی یا ان کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر خطاب جن کی روش
نسبت کتابت حدیث کے مانع نہ ہوتی تو نواب حیدر آبادی کا یہ کہنا کہ حنفی لوگ کس کی
تقلید کرتے ہیں کیا علمائے احناف کی" بالکل فضول اور محض نادانی کا سوال ہے کہ
کیونکہ ... ین امام ابو حنیفہ ان کی مسندی کی تقلید نہیں کرتے بلکہ ان کے اجتہادی و
استنباطی احکام کی تقلید کرتے ہیں جو انہوں نے بمشورہ اپنے اصحاب کے قرآن اور
احادیث سے اخذ و استنباط ... اپنے شاگرد امام ابو یوسف سے قلم بند کرائے اور پھر
ان کو امام محمد شاگرد امام ہمام نے اپنی کتب مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر،
سیر صغیر، سیر کبیر، کتاب الآثار، موطا وغیرہ میں بڑی اہتمام و انتظام کے ساتھ جمع کر
کے فروع کو ایسے طور پر منقح کر ... کہ دنیا اور کسی مجتہد و عالم کی طرف رجوع لانے کی
محتاج نہ رہی۔ چنانچہ یہ سب حال اسی رسالہ کے صفحہ ۱۲ میں مفصل لکھ دیا گیا ہے۔ پس
معترض کو اپنے سفیہانہ اعتراض سے شرم کرنا چاہیے۔

اب چونکہ مخالف کے تمام اعتراضات کی تردید ہو چکی ہے اور حضرت والا شان امام

---

(۱) اگر ان کتابوں کی سند دیکھنی ہو تو ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ کی کتاب الزکوٰۃ کے باب الزکوٰۃ السائمۃ اور کتاب الوکالۃ کے باب الوکالۃ بالبیع والشراء اور ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ کی کتاب النکاح کے باب المہر اور قاضی ابو زید الدبوسی متوفی ۴۳۰ھ کی کتاب الزکوٰۃ کے باب زکوٰۃ الخارج اور ابو علی الدقاق کی کتاب النکاح کے باب العدۃ اور ابو سہل الزجاجی کی کتاب الطہارۃ کے باب الحیض کو دیکھو۔

الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ کی فضیلت ائمہ دین اور اکابر محدثین کی شہادت سے ثابت ہو چکی ہے۔ اس لیے ہم حیدرآبادی وہابی اور دیگر مخالفین امام ہمام کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر جواب الجواب لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو میدان میں آئیں اور جس طرح سے ہم نے ہر ایک پہلو پر مفصل بحث کی ہے اسی طریق کو مدِ نظر رکھ کر ہمارے براہین قاطعہ کا مقابلہ کریں ورنہ آئندہ اس مکروہ طریق گستاخی بزرگان دین سے باز آ جائیں۔

والسلام علی من اتبع الھدی وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین.

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت المتوفی ۱۵۰ھ کے حالات ومناقب اور دفاع پر لکھی جانے والی کتب

وہ کتابیں جو مستقل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حیات ومناقب کے متعلق لکھی گئیں۔

۱۔ امام ابوحنیفہ عہد وحیات، فقہ وآراء عربی استاذ محمد ابوزہرہ مصری۔

۲۔ ابوحنیفہ عربی ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ

۳۔ ابوحنیفہ بطل الحریۃ والتسامح فی الاسلام عربی۔ عبدالحلیم جندی۔

۴۔ اخبار ابی حنیفہ.......... قاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی العوام۔

۵۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ابی عبداللہ قاضی حسین بن علی صیمری المتوفی ۴۳۶ھ

۶۔ عقود المرجان.......... امام احمد بن محمد طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ (صاحب معانی الآثار)

۷۔ قلائد عقود الدرر والعقیان۔ امام احمد بن محمد طحاوی (یہ عقود المرجان کا خلاصہ ہے)

۸۔ الروضۃ العالیہ المنیفۃ امام احمد بن محمد طحاوی

۹۔ مناقب النعمان...... امام محمد بن احمد بن شعیب المتوفی ۳۵۷ھ

۱۰۔ مناقب النعمان...... شیخ ابوعبداللہ حسین بن علی الصیمری ۴۳۳ھ

۱۱۔ مناقب النعمان...... ابوالعباس احمد بن الصلت الحمانی المتوفی ۳۰۸ھ

۱۲۔ شقائق النعمان فی مناقب النعمان...... علامہ جاراللہ زمخشری المتوفی ۵۲۸ھ

۱۳۔ مناقب النعمان...... موفق الدین بن احمد المکی خوارزمی المتوفی ۵۶۸ھ

۱۴۔ کشف الآثار فی مناقب النعمان...... امام عبداللہ بن محمد الحارثی

۱۵۔ مناقب النعمان...... امام ظہیر الدین المرغینانی المتوفی ۵۰۶ھ

۱۶۔ مناقب النعمان...... امام محمد بن محمد الکردری المتوفی ۸۲۷ھ

۱۷۔ مناقب النعمان...... ابوالقاسم بن کاس

۱۸۔ مناقب النعمان...... ابوقاسم عبداللہ بن محمد بن احمد المعروف بابن ابی العوام

۱۹۔ المواہب الشریفہ فی مناقب ابی حنیفہ...... مصنف نامعلوم

۲۰۔البستان فی مناقب النعمان...... شیخ محی الدین حافظ عبد القادر القرشی المتوفی ۷۷۵ھ

۲۱۔تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ...... امام جلال الدین سیوطی

۲۲۔عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان

علامہ حافظ شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی دمشقی المتوفی ۹۴۲ھ

۲۳۔الخیرات الحسان فی مناقب النعمان...... شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی

۲۴۔مناقب النعمان (منظوم) ترکی شمس الدین احمد بن محمد المسو اسی

۲۵۔مناقب الامام اعظم (ترکی زبان) مولانا محمد کامی آفندی قاضی بغداد المتوفی ۱۱۳۶ھ

۲۶۔مناقب الامام اعظم (ترکی زبان) مستقیم زادہ سلیمان سعد الدین آفندی

۲۷۔مناقب الامام الاعظم فارسی...... شیخ ابو سعید عتیق داؤد الیمانی

۲۸۔رسالہ فی تفضیل ابی حنیفہ

۲۹۔نظم الجمان...... شیخ صارم الدین ابراہیم بن محمد بن دقمان المتوفی ۸۰۹ھ

۳۰۔قلائد عقود العقیان...... احمد بن علاء الیمن

۳۱۔الفیہ فی المعانی والبیان المسمّی بہ عقود الجمان (منظوم) امام سیوطی

۳۲۔اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک

علامہ زاہد الکوثری

۳۳۔الانتصار لمذہب ابی حنیفہ امام ابوبکر

۳۴۔تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان...... ابوسفیان بن کاس

۳۵۔جمع حدیث ابی حنیفہ...... امام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری

۳۶۔حیات الامام ابی حنیفہ...... سید عفیفی

۳۷۔قلائد العقیان...... ان خاقان

۳۸۔مناقب ابی حنیفہ...... مکی

۳۹۔مناقب الامام ابی حنیفہ...... ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی

۴۰۔ابوحنیفہ آراؤہ وفقیہ اردو...... استاذ محمد ابوزہرہ مصری

۴۱۔امام ابوحنیفہ عہد و حیات فقہ آراء (ترجمہ) سید رئیس احمد جعفری ندوی
۴۲۔امام اعظم......محمد احسن فرخی
۴۳۔امام اعظم ابوحنیفہ......مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری
۴۴۔امام اعظم......ندیم کوموی
۴۵۔امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی......ڈاکٹر حمید اللہ
۴۶۔تنویر المحاسن فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ۔مولانا محمد حسن فیض پوری
۴۷۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی مناظر احسن گیلانی
۴۸۔رحمۃ الرحمٰن شرح قصیدۃ النعمان......محمد اعظم نوشاہی
۴۹۔رحمۃ الرضوان فی تذکرۃ ابی حنیفۃ النعمان میاں اصغر حسین دیوبندی
۵۰۔سیرۃ النعمان......علامہ شبلی نعمانی

وہ کتابیں جن میں امام ابوحنیفہ کا تذکرہ اجمالی یا تفصیلی طور پر کیا گیا ہے

۱۔الابانۃ......قاضی ابوجعفر احمد بن عبداللہ بن القاسم
۲۔الاثمار الجنیہ فی طبقات الحنفیہ......ملا علی قاری
۳۔الانتباہ فی مناقب الثلاثۃ الفقہاء......امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی ۴۶۳ھ
۴۔الاستغناء فی مناقب الثلاثۃ الفقہاء......امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی ۴۶۳ھ
۵۔الانتقاء فی مناقب الثلاثۃ الفقہاء......امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی ۴۶۳ھ
۶۔الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ......حافظ عبدالقادر القرشی ۷۷۵ھ
۷۔تاریخ صغیر......امام بخاری

۸۔ معارف ابن قتیبہ......ابن قتیبہ
۹۔ تاریخ بغداد......حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی
۱۰۔ الانساب......امام سمعانی
۱۱۔ تہذیب الاسماء واللغات......امام نووی
۱۲۔ تذکرۃ الحفاظ......امام ذہبی
۱۳۔ دول الاسلام......امام ذہبی
۱۴۔ العبر فی اخبار من غبر......امام ذہبی
۱۵۔ تہذیب التہذیب......ابن حجر عسقلانی
۱۶۔ تہذیب خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال......صفی الدین الخزرجی
۱۷۔ اعلام الموقعین......حافظ ابن قیم
۱۸۔ الامامت والسیاست......ابن قتیبہ
۱۹۔ اکمال فی اسماء الرجال......امام ولی الدین الخطیب (صاحب مشکوۃ)
۲۰۔ البدایہ والنہایہ......ابن کثیر
۲۱۔ البنایہ......علامہ بدرالدین عینی
۲۲۔ تاج التراجم فی الطبقات الحنفیہ......امام قاسم بن قطلوبغا
۲۳۔ تاریخ ابن خلدون......علامہ ابن خلدون
۲۴۔ تاریخ ابن خلکان......ابن خلکان
۲۵۔ تاریخ اسلام......حسن بن ابراہیم
۲۶۔ تاریخ طبری......ابن جریر طبری
۲۷۔ تاریخ الفقہ الاسلامی......علی حسن عبدالقادر
۲۸۔ جامع الانوار......امام محمد بن عبدالرحمٰن غزنوی
۲۹۔ حجۃ اللہ البالغہ......امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۳۰۔ حیات الحیوان......الجاحظ

۳۱۔تاریخ الخمیس......الدیار البکری
۳۲۔دائرۃ المعارف البستانی......مختلف حضرات
۳۳۔دائرۃ المعارف انتظامیہ......مختلف حضرات
۳۴۔رفع الملام عن الائمۃ الثلاثۃ الاعلام......امام ابن تیمیہ
۳۵۔الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذاہب......ابن فرحون المالکی
۳۶۔شرح مختصر کرخی......ابوالحسین قدوری
۳۷۔شرح المنار......ابن عبدالملک
۳۸۔ضحیٰ الاسلام......احمد امین بک
۳۹۔طبقات......محمد بن عمر حمید آق شمس الدین
۴۰۔طبقات ابن سعد......ابن سعد
۴۱۔طبقات......امام مسعود شیبہ بن عماد الدین سندھی
۴۲۔طبقات......تقی الدین تمیمی
۴۳۔طبقات......شمس الدین ابن آجا محمد بن محمد
۴۴۔طبقات......شیخ ابراہیم حلبی
۴۵۔طبقات......صلاح الدین عبداللہ بن محمد جہندس
۴۶۔طبقات الحنفیہ......علامہ کفوی
۴۷۔طبقات السنیہ......مصنف نامعلوم
۴۸۔طبقات الفقہاء......طاش کبریٰ زادہ
۴۹۔الطبقات الکبریٰ......امام عبدالوہاب الشعرانی
۵۰۔العقد الفرید......ابن عبدالرب
۵۱۔الغرف العلیہ......ابن طولون اسحاق بن حسین
۵۲۔فتوح البلدان بلاذری
۵۳۔الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی......الحجوی

۵۴۔ فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب ...... محمد لطفی جمعہ
۵۵۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ...... محمد عبدالحئی لکھنوی
۵۶۔ الکامل ...... ابن الاثیر
۵۷۔ کتاب الانتصار لامام ائمۃ الامصار
۵۸۔ کتاب الوزراء ...... الجہشیاری
۵۹۔ مقدمہ مسند امام ابی حنیفہ ابو محمد عبداللہ حارثی بخاری
۶۰۔ مرآۃ الجنان ...... امام الیافعی
۶۱۔ مرقاۃ الوفیہ ...... ابن دقماق ابراہیم بن محمد
۶۲۔ مضمرات ...... عمر صوفی کماردی
۶۳۔ معجم البلدان
۶۴۔ مفتاح السعادۃ ومصباح السیارۃ (اعصام الدین ابو الخیر احمد بن مصلح الدین طاش کبریٰ زادہ)
۶۵۔ مقدمہ ابن صلاح
۶۶۔ مقدمہ اعلاء السنن ...... علامہ ظفر احمد عثمانی
۶۷۔ مقدمہ نصب الرایہ ...... علامہ محمد یوسف بنوری
۶۸۔ المیزان الکبریٰ ...... امام عبدالوہاب الشعرانی
۶۹۔ النجوم الزاہرہ ...... ابن تغری بردی
۷۰۔ نزہۃ الجلیس ...... الموسوی
۷۱۔ النظرۃ فی حدوث المذاہب الاربعہ ...... احمد تیمور پاشا
۷۲۔ نظم الجمان ...... صدم الدین ابراہیم بن محمد دقاق
۷۳۔ الیواقیت الجواہر ...... علامہ شعرانی
۷۴۔ انسائیکلوپیڈیا ...... ناشر فیروز سنز
۷۵۔ مقدمہ البیان الازہر ترجمہ فقہ اکبر ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز

خاں صفدر

۷۶۔ تاریخ المشاہیر...... قاضی سلیمان منصور پوری

۷۷۔ تاریخ فقہ اسلامی...... عبدالصمد صارم

۷۸۔ حالات امام ابوحنیفہ...... مطیع الحق بیامی

۷۹۔ حدائق حنفیہ...... مولانا فقیر محمد جہلمی

۸۰۔ خزینۃ الاصفیاء (ترجمہ) اقبال احمد فاروقی

۸۱۔ عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ...... ڈاکٹر رضی

۸۲۔ الفہرست...... ابن ندیم

۸۳۔ محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے...... تقی الدین ندوی

۸۴۔ آثار امام...... عبدالحفیظ رحمانی

۸۵۔ مقدمہ انوار الباری...... مولانا احمد رضا بجنوری

۸۶۔ تذکرۃ الاولیاء شیخ فرید الدین عطار

۸۷۔ کشف المحجوب سید علی ہجویری

۸۸۔ مقدمہ درمختار

وہ کتابیں جو امام ابوحنیفہ کے دفاع میں لکھی گئیں

۱۔ الاجوبۃ المنیفۃ عن اعتراضات ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃ......
قاسم بن قطلوبغا

۲۔ الدرر المنیفۃ فی الرد علی ابن ابی شیبۃ فی ما اوردہ علی ابی حنیفۃ حافظ عبدالقادر القرشی الحنفی المتوفی ۷۷۵ھ

۳۔ النکت الطریفۃ فی التحدث عن ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃ...... علامہ محمد زاہد الکوثری مصری المتوفی ۱۳۷۲ھ

۴۔ الاجوبۃ اللطیفۃ عن بعض ردود ابن ابی شیبۃ علی ابی حنیفۃ

(اردو) مولانا احمد حسن سنبھلی

یہ کتاب مکتبہ فاروقیہ ۸ گوبند گڑھ سے شائع ہو چکی ہے۔

۵۔ تانیب الامام باحادیث خیر الانام (اردو) مولانا محمد شریف

۶۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور عمل بالحدیث...... حافظ محمد عمار خان ناصر

۷۔ تقلید ائمہ اور مقام ابوحنیفہ ...... مولانا محمد اسماعیل سنبھلی

۸۔ مقام ابی حنیفہ...... مولانا محمد سرفراز خان صفدر

۹۔ امام اعظم اور علم حدیث...... مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی

۱۰۔ الابانۃ ...... قاضی ابوجعفر احمد بن عبداللہ بن القاسم

۱۱۔ الانتصار والترجیح...... عمر بن محمد بن سید الموصلی

۱۲۔ الانتصار الامام ائمۃ الامصار...... یوسف بن فرغلی سبط ابن الجوزی

۱۳۔ ایثار الانصاف...... یوسف بن فرغلی سبط ابن الجوزی

۱۴۔ النکت الطریقۃ فی ترجیح مذھب ابی حنیفہ...... شیخ اکمل الدین محمد ابن محمد البابرتی المتوفی ۷۸۶ھ

۱۵۔ ترجیح مذہب ابی حنیفہ...... شیخ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ الجرجانی ۳۹۷ھ

۱۶۔ اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ...... امام ابویوسف

۱۷۔ تانیب الخطیب علی ساقہ فی ترجمہ ابی حنیفہ من الاکاذیب...... علامہ زاہد الکوثری

۱۸۔ الترحیب...... علامہ زاہد الکوثری

۱۹۔ وفیات الاعیان فی مذہب النعمان...... نجم الدین ابراہیم بن علی طرطوسی

۲۰۔ براھین الحنفیہ لدفاع فتنہ النجدیہ...... مولانا محمد عالم آسی امرتسری

۲۱۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین...... مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی

۲۲۔ حمایۃ المقلدین...... حافظ احمد علی بٹالوی

۲۳۔ حدیث اعظم...... مولانا بہاء الحق قاسمی

۲۴۔ السیف الصارم لمنکر شان الامام الاعظم...... مولانا فقیر محمد جہلمی